بسم اللہ الرحمن الرحیم

تو ہی مجھے مل جائے

حصہ اوّل

مرتب

الفقیر الی اللہ تعالیٰ

بلقیس اکبر

جماعت عائشہؓ

ایڈیشن - ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تو ہی مجھے مل جائے

حصہ اوّل

مرتب:
الفقیر اِلی اللہ تعالیٰ
بلقیس اظہر
جماعت عائشہؓ

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
1	تو ہی مجھے مل جائے	4
2	ارکان اسلام	5
3	ارکان ایمان	11
	☆ قضاء وقدر	11
	☆ صبح و شام کی لازمی چھ تسبیحات	12
4	بنی اسرائیل یا سلسلہ انبیائے کرام علیہ السلام	13
	☆ شجرہ نسب	16
5	صراط مستقیم	17
6	حکمت الٰہی اور نیک صحبت	22
7	مقام عبرت	26
8	شیخ ابوالحسن خواص رحمۃ اللہ علیہ	30
9	اذان کی ابتداء	32
10	تقویٰ	34
11	نماز باجماعت	36
12	نماز کے چند مسائل	37
	☆ وضو، تحیۃ الوضو، خشک ایڑیوں کا عذاب، جرابوں (موزوں) پر مسح کے احکامات	37
	☆ تیمم (پانی نہ ہونے کی صورت میں)، غسل	38
	☆ سجدہ سہو، امام کے پیچھے مقتدی کی نماز	39
	☆ امام کی اقتدا، صفوں کی ترتیب، صفوں میں مل کر کھڑا ہونے کا حکم، سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم	40
	☆ آیت الکرسی، عورت کی امامت، مسافر کی نماز (قصر نماز)	41
	☆ بیٹھ کر نماز، کرسی پر نماز	42
13	نفلی عبادات	44
	☆ سورہ والضحیٰ	48
14	زبان کی حفاظت	49
15	مسواک (ایک اہم سنت)	51
16	موسیقی کی حرمت	53
17	سود کی حرمت	56
18	شراب کی حرمت	58
19	نسبت کیا ہے؟	62

20	مہلت کا اختتام	65
21	ربیع الاوّل	67
22	بارہ ربیع الاوّل	69
23	خودکشی	72
24	فدیے اور کفارے	73
25	غیبت	75
☆	منافقت	78
26	کلمات کفر	79
27	والدین کے حقوق (سعادت مندی)	82
28	وصیت	84
☆	ہدیہ کرنے کا طریقہ	85
29	عیادت (بیمار پرسی) بیماری میں دعائیں اور جنازے میں شرکت	86
30	میت پر نوحہ	87
31	غسلِ میت	88
32	کفن	91
☆	مرنے کے بعد کسی کو پڑھ کر بخشنے کا طریقہ	92
33	تعزیت	93
34	بیوہ عورت	95
35	یتیم	96

تو ہی مجھے مل جائے

میں نور کے تڑکے میں جس وقت اٹھا سو کر
اللہ کی رحمت کے دروازے کھلے پائے

آتی تھی صدا پیہم جو مانگنے والا ہو
ہاتھ اپنے عقیدت سے آگے میرے پھیلائے

جو رزق کا طالب ہو میں رزق اسے دوں گا
جو طالب جنت ہو جنت کی طلب لائے

جس جس کو گناہوں سے بخشش کی تمنا ہو
وہ اپنے گناہوں کی کثرت سے نہ گھبرائے

وہ مائل توبہ ہو میں مائل بخشش ہوں
میں رحم سے بخشوں گا وہ شرم سے پچھتائے

یہ سن کے ہوئے جاری آنکھوں سے میری آنسوں
قسمت ہے محبت میں رونا جسے آجائے

آقائے گدا پرور سائل ہوں تیرے در پر
میں اور تو کیا مانگوں؟ تو ہی مجھے مل جائے

****

ارکان اسلام

ارکان اسلام پانچ ہیں :

1- کلمہ طیبہ 2-نماز 3-زکوۃ 4-روزہ 5-حج

کلمہ طیبہ

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں-ان میں سب سے زیادہ افضل شاخ لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہ کا کہنا ہے-اورادنی شاخ تکلیف دینے والی چیز کا راستے سے ہٹانا ہےاور حیاء ایمان کی ایک اہم شاخ ہے''-(مسلم)

حدیث: حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

''تمام اذکار میں سب سے افضل ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہ ہےاور تمام دعاؤں میں سب سے افضل دعا **الحمدللہ** ہے''-(ترمذی)

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''(جب) کوئی بندہ دل کے اخلاص کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہ کہتا ہے تواس کلمے کے لئے یقینی طور پر آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے(یعنی فوراً قبول ہوجاتا ہے) بشرطیکہ وہ کلمہ کہنے والا گناہ کبیرہ سے بچتا ہو''-(ترمذی)

حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہروہ شخص جہنم سے نکلے گا جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہ کہا ہوگا اور اس کے دل میں ایک جو کے وزن کے برابر بھلائی ہوگی یعنی ایمان ہوگا- پھر ہروہ شخص جہنم سے نکلے گا جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہ کہا ہوگا اور اس کے دل میں ایک گندم کے دانے کے برابر بھلائی ہوگی یعنی ایمان ہوگا- پھر ہروہ شخص جہنم سے نکلے گا جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہ کہا ہوگا اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی خیر ہوگی''-(بخاری)

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ جوکوئی زبان سے پڑھے اس کے معنی بھی دل سے جانے اور ایسا یقین قائم کرے کہ اس کے دل میں کلمہ طیبہ سے متعلق کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے-

کلمہ طیبہ کل نصیبوں، قسمتوں اور کل خزائن علم وحکمت کی کنجی ہے اور حقیقی کلمہ پڑھنے والا کوئی شخص بے نصیب اور بے قسمت نہیں ہوسکتا-

کلمہ طیبہ کے کل 24 حروف ہیں اور دن رات کے کل 24 گھنٹے ہیں اور دن رات میں ایک انسان 24000 بار سانس لیتا ہے-توجوشخص اخلاص اور معنی خاص الخاص کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھتا ہے اس کے ہردم اور ہرساعت کے گناہوں کو کلمہ طیبہ اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح آگ سے لکڑی جل کر راکھ ہوجاتی ہے-

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

میں نے سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ سے عرض کیا ''یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ! قیامت کے دن آپ خاتم النبیین ﷺ کی شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ کون حاصل کرے گا''؟ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اے ابوہریرہؓ! میرا بھی خیال تھا کہ یہ حدیث تم سے پہلے اور کوئی مجھ سے نہیں پوچھے گا، کیونکہ حدیث کے لینے کے لیے میں تمہاری بہت زیادہ حرص دیکھا کرتا ہوں۔ قیامت کے دن میری شفاعت کی سعادت سب سے زیادہ اسے حاصل ہوگی جس نے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہ خلوص دل سے کہا''۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر 6570)

حدیث: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

''تم اپنے ایمان کی تجدید کیا کرو''۔کسی نے کہا ''اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ! ہم کیسے اپنے ایمان کی تجدید کیا کریں''؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''کثرت سے لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہ کہا کرو''۔(مسند احمد، حدیث نمبر 5435)

حدیث: حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص کا آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا''(سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 3116)

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میری شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اٹھانے والا وہ شخص ہوگا جو اپنے دل کے خلوص کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہے''۔(بخاری)

حدیث: حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ:

''میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں جسے کوئی بندہ بھی حق سمجھ کر دل سے کہے گا اور اس حالت پر اس کو موت آئے تو اللہ عزوجل اس پر ضرور جہنم کی آگ کو حرام فرمادیں گے اور وہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ ہے''۔(مستدرک حاکم)

نماز

نماز تمام عبادات میں سے سب سے اہم عبادت ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کا ذکر 700 مرتبہ کیا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

وَاستَعِینُوا بِالصَّبرِ وَالصَّلٰوۃِ وَاِنَّھَا لَکَبِیرَۃٌ اِلَّا عَلَی الخٰشِعِینَ

ترجمہ: ''اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور بیشک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر (نہیں) جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں''۔(سورہ البقرہ، آیت نمبر 45)

فَاِذَا اطمَاَنَنتُم فَاَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَت عَلَی المُؤمِنِینَ کِتٰبًا مَوقُوتًا

ترجمہ: ''پھر جب مطمئن ہوجاؤ تو حسب دستور نماز قائم کرو بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے''۔(سورہ النساء، آیت نمبر 103)

وَاَن اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّقُوہُ وَھُوَ الَّذِی اِلَیہِ تُحشَرُونَ

ترجمہ: ''اور یہ کہ نماز قائم رکھو اور اس سے ڈرو، اور وہی ہے جس کی طرف اٹھنا ہے''۔(سورہ الانعام، آیت نمبر 72)

1۔حدیث: آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''دین بغیر نماز کے نہیں۔نماز دین کے لیے ایسی ہے جیسا کہ آدمی کے بدن کے لیے سر ہوتا ہے''۔(طبرانی)

2۔حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں میں نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے دریافت کیا کہ ''اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے'' ارشاد فرمایا کہ ''نماز''۔میں نے عرض کیا کہ ''اس کے بعد کیا ہے''؟ فرمایا ''والدین کے ساتھ حُسن سلوک''۔میں نے عرض کیا کہ ''اس کے بعد کونسا عمل ہے''؟ اِرشاد فرمایا ''جہاد''۔(صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی) اِس حدیث میں علماء کے اِس قول کی دلیل ہے کہ ایمان کے بعد سب سے مقدم چیز نماز ہے۔

3۔حدیث: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''بدترین چوری کرنے والا وہ شخص ہے جو نماز میں سے بھی چوری کرے''۔صحابہؓ نے عرض کیا ''یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ! نماز میں سے کِس طرح چوری کرے گا''؟ ارشاد فرمایا کہ ''اِس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح نہ کرنا''۔(طبرانی، مسند احمد)

4۔حدیث: آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''ایمان اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے''۔(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 1078-صحیح مسلم، حدیث نمبر 247)

5۔حدیث: ایک حدیث میں ہے کہ ''جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے اللہ تعالیٰ پانچ طرح سے اِس کو نوازتے ہیں۔

i)۔ اِس پر سے رزق کی تنگی ہٹادی جاتی ہے۔
ii)۔ اِس پر سے عذاب قبر ہٹادیا جاتا ہے۔
iii)۔ قیامت میں اِس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔
iv)۔ پل صراط سے بجلی کی طرح سے گزر جائے گا۔
v)۔ حساب سے محفوظ رہے گا''۔

جو شخص نماز میں سستی کرتا ہے اُس کو پندرہ طریقوں سے عذاب ہوگا۔

پانچ طرح سے دنیا میں

تین طرح سے موت کے وقت

تین طرح قبر میں اور چار طرح قبر سے نکلنے کے بعد

دنیا کے پانچ یہ ہیں:۔

i)۔ اِس کی زندگی میں برکت نہیں رہتی۔ ii)۔ صلحاء کا نور اِس کے چہرے سے ہٹا دیا جاتا ہے۔

iii)۔ اِس کے نیک کاموں کا اجر ہٹا دیا جاتا ہے۔ iv)۔ اِس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

v)۔ نیک بندوں کی دعاؤں میں اِس کا استحقاق نہیں رہتا۔

موت کے وقت کے تین عذاب یہ ہیں:۔

i)۔ ذلت سے مرتا ہے۔ ii)۔ بھوکا مرتا ہے۔

iii)۔ پیاس کی شدت میں موت آتی ہے اگر سمندر بھی پلا دیا جائے تب بھی پیاس ختم نہیں ہوگی۔

قبر کے تین عذاب یہ ہیں:۔

i)۔ اِس پر قبر اتنی تنگ ہوجاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ ii)۔ قبر میں آگ جلا دی جاتی ہے۔

iii)۔ قبر میں ایک سانپ اِس پر ایسی شکل کا مسلط ہوتا ہے جس کی آنکھیں آگ کی ہوتی ہیں اور ناخن لوہے کے اتنے لمبے کہ ایک دن پورا چل کر اِن کے ختم تک پہنچا جائے۔ اِس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ مجھے میرے رب نے تجھ پر مسلط کیا ہے کہ تجھے صبح کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے آفتاب کے نکلنے تک مارے جاؤں اور ظہر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے عصر تک مارے جاؤں اور عصر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے غروب تک اور مغرب کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے عشاء تک اور عشاء کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے صبح تک مارے جاؤں، جب وہ ایک مرتبہ اُس کو ڈنگ مارتا ہے تو مردہ اِس کی وجہ سے ستر ہاتھ زمین میں دھنس جاتا ہے۔ اِس پر وہ گنجا سانپ اپنے لوہے کے ناخن زمین کے اندر ڈال کر مردے کو پھر زمین پر لے آتا ہے۔ پھر ڈنگا جاتا ہے۔ پھر نیچے جاتا ہے۔ پھر اوپر لایا جاتا ہے۔ اِس طرح روزِ محشر تک ہوتا رہے گا۔

قبر سے نکلنے کے بعد کے چار عذاب یہ ہیں:۔

i)۔ حساب کتاب سختی سے لیا جائے گا۔ ii)۔ حق تعالیٰ اِس پر غصّہ ہوگا۔

iii)۔ جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ iv)۔ ایک روایت میں ہے کہ اِس کے چہرے پر تین سطریں لکھی ہوئی ہوں گی

پہلی سطر! او اللہ کے حق کو ضائع کرنے والے۔

دوسری سطر! او اللہ کے غصّہ کے ساتھ مخصوص۔

تیسری سطر! جیسا کہ تو نے دنیا میں اللہ کے حق کو ضائع کیا آج تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔ (فضائل اعمال، مولانا محمد زکریا- غنیۃ الطالبین)

آداب نماز اور معرفت نماز

آداب نماز:

1۔ ثواب کی امید پر وضو کر کے مسجد کو چلیں- 2۔ پھر نیت کر کے عظمت کے ساتھ تکبیر کہیں

3۔ ترتیل کے ساتھ قرآن پاک کو پڑھیں 4۔ خشوع کے ساتھ رکوع کریں

5۔ اخلاص کے ساتھ تشہد پڑھیں 6۔ رحمت کی امید کرتے ہوئے سلام پھیر دیں۔

معرفت نماز:

جنت کو اپنی دائیں جانب اور دوزخ کو اپنے بائیں جانب، پل صراط کو اپنے پیروں تلے اور میزان کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں اور یقین رکھیں کہ ہم اللہ کو دیکھ رہے ہیں اور اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو سمجھ لیں کہ اللہ تو ہمیں دیکھ ہی رہا ہے۔

نماز میں خشوع اور خضوع

خشوع اور خضوع سے مراد ظاہری اور باطنی عاجزی اور انکساری ہے-

خشوع کا تعلق اعضائے ظاہری یعنی بدن سے ہے اور خضوع کا تعلق اعضائے باطنی یعنی دل سے ہے۔ نماز میں خشوع اور خضوع کا مطلب یہ ہے کہ جسم کعبہ کی طرف اور دل رب کعبہ کی طرف متوجہ رہے۔

قرآن پاک سورہ البقرہ، آیت نمبر 238 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ قُومُوا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو "۔

حدیث: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے: ''آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کے لئے ثواب کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے۔ اس طرح بعض کے لئے نواں حصہ بعض کے لئے آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھا، تہائی، آدھا حصہ لکھا جاتا ہے''۔ (ابوداؤد، نسائی، صحیح ابن حبان)

یعنی جس درجے کا خشوع نماز میں ہوگا جس درجہ کا اخلاص ہوگا اس کے مطابق اجروثواب ملے گا۔

حدیث: اسحاق بن سعید بن عمرو بن سعید بن عاص نے اپنے والد (سعید بن عمرو) سے اور انہوں نے اپنے والد (عمرو بن سعید) سے روایت کی، انہوں نے کہا: "میں عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، انہوں نے وضو کا پانی منگایا اور کہا: میں نے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''کوئی مسلمان نہیں جس کی فرض نماز کا وقت ہو جائے، پھر وہ اس کے لیے اچھی طرح وضو کرے، اچھی طرح خشوع سے اسے ادا کرے اور احسن انداز سے رکوع کرے، مگر وہ نماز اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہوگی جب تک وہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہیں کرتا اور یہ بات ہمیشہ کے لیے کی۔'' (صحیح مسلم، حدیث نمبر 543)

زکوٰۃ

ارکان اسلام میں نماز کے بعد دوسرا اہم ترین رکن زکوٰۃ ہے۔ قرآن حکیم میں بیاسی (82) مقامات وہ ہیں جہاں نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم یکجا وارد ہوا ہے۔ نماز ایک جانی عبادت اور زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے۔

قرآن پاک میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے: وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ

ترجمہ: ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو''۔ (سورہ البقرہ، آیت نمبر 110، 83، 43)

وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ وَ اَطِعْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ

ترجمہ: ''اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو''۔ (سورہ الاحزاب، آیت نمبر 33)

زکوٰۃ کے مستحقین:

1۔ فقیر: وہ فقیر ہے یعنی ایسا شخص جو نہ تو صاحب نصاب ہو اور نہ ہی اِس مقدار کی رقم رکھتا ہو چاہے کسی بھی حال سے ہو۔ اگرچہ وہ تندرست کمانے والا ہو۔

2۔ مسکین: یعنی محتاج جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔

3۔ مکاتب: یعنی وہ غلام جس کے مالک نے کہا کہ اتنی رقم ادا کر کے تم آزاد ہو سکتے ہو۔

4۔ فی سبیل اللہ: جن لوگوں کا مال یا سواری ہلاک ہو جائے یا مجاہدین یا حاجیوں کی جماعت سے بچھڑ جائے۔ اِس طرح طالب علم بھی زکوٰۃ کا مستحق ہے۔

5۔ ابن سبیل: جن کے لیے اُن کے اپنے وطن میں مال ہو لیکن اَب غیر وطن میں اُن کے پاس مال نہیں یعنی کوئی شخص سفر پر گیا اور مال کھو گیا۔ تو ایسے شخص کی مدد زکوٰۃ میں سے کی جا سکتی ہے۔ وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے۔

6۔ زکوٰۃ کی وصولی کرنے والا: وہ لوگ جو زکوٰۃ کی وصولی پر یا زکوٰۃ کی تقسیم پر معمور ہیں۔ ان کو حسب ضرورت آنے جانے، اور کھانے پینے کے لیے زکوٰۃ میں سے ادائیگی کر سکتے ہیں۔ زکوٰۃ تقسیم کرنے والے کو اختیار ہے کہ وہ مندرجہ بالا تمام قسموں کے افراد کو زکوٰۃ دے یا کسی ایک قسم کے فقیر کو زکوٰۃ دے دے۔

زکوٰۃ کن لوگوں پر فرض ہے؟

ہر آزاد مسلمان مکلف اور صاحب نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے۔

زکوٰۃ کتنے مال پر دی جائے؟

ساڑھے سات تولے سونا اور 52 تولے چاندی پر زکوٰۃ ہے (یا اتنا مال) اتنی مالیت کا مال ہو۔ اتنا مال رکھنے والا صاحب نصاب کہلاتا ہے۔

اگر یہ مال پورے سال رکھا۔ (یعنی سونا، چاندی یا اتنی رقم) تو صاحب نصاب پر ہر 100 روپے میں سے 2.5 روپے زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا۔

زکوٰۃ کن لوگوں کو نہیں دی جاسکتی؟

(1) سید کو (2) بدمذہب کو (3) مرتد کو (4) ان لوگوں کو جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے یعنی جن کے مسلک میں زکوٰۃ ادا کرنے پر اتفاق نہیں ہے مثلاً شیعہ حضرات، یہود و نصاریٰ۔

زکوٰۃ کس قسم کے مال پر ہے؟

(1) **ثمن:** یعنی سونا چاندی (اس میں ہر ملک کی کرنسی اور پرائز بونڈ وغیرہ بھی داخل ہیں۔

(2) **مال تجارت پر**

(3) **سائمہ:** یعنی چرنے والے جانور پر (فتاوی عالم گیری، جلد 1 صفحہ 174)

(4) **زمین کی پیداوار:** زمین کی پیداوار سے زکوٰۃ نکالنے کو عشر کہتے ہیں۔

عشر سے مراد دسواں حصہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس زمین کو آسمان یا چشموں نے سیراب کیا یا نہری پانی سے بلامعاوضہ سیراب کیا جاتا ہے اس میں عشر ہے (دسواں حصہ زکوٰۃ دیا جائے گا) اور جس زمین کو جانور پر لاد کر پانی دیا جائے اس میں نصف عشر ہے''۔ (مسلم)

زکوٰۃ ایک اہم اسلامی عبادت ہے۔ اِس میں ایک طرف زکوٰۃ دینے والا ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور دوسری جانب غرباء اور مساکین کی حاجت پوری کی جاتی ہے۔

روزہ

اللہ جل شانہ کے احکامات کی پابندی کرتے ہوئے پیٹ کو کھانے پینے اور جسم کو خواہش نفس سے پورا دن روکے رکھنے کا نام روزہ ہے۔

روزے کی اقسام:- روزے کی چھ اقسام ہیں۔

(1) فرض (2) واجب (3) سنت (4) مستحب (5) نفل (6) مکروہ

(1) فرض روزے : i) رمضان المبارک کے روزے خواہ وہ ادا ہوں یا قضاء ii) کفارات کے روزے iii) نذر کے روزے (منت کے)

(2) واجب روزے :

i) واجب روزے رکھ کر توڑ دیا اس کی قضاء کرنا ii) اعتکاف کی نیت کی اور روزے کی بھی اور روزہ نہ رکھا اس کی قضاء کرنا

(3) سنت روزے :

i) یوم عاشورہ کا روزہ ii) پیر کے دن کا روزہ

(4) مستحب روزے :

i) ہر مہینے کی چاند کی 13، 14، 15 کا روزہ ii) ہر جمعرات اور پیر کا روزہ

iii) ماہ شوال کا روزہ iv) ہر وہ روزہ رکھنا مستحب ہے جس کو رکھنے کی ترغیب اور اس کا ثواب حدیث سے ملتا ہے۔

مثال کے طور پر حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ (آپ علیہ السلام ایک دن کا روزہ رکھتے تھے اور ایک دن ناغہ فرماتے تھے اور یہ طریقہ اللہ کو بہت پسند تھا۔)

(5) نفلی روزے :

ثواب کی نیت سے جب بھی موقع ملے روزہ رکھنا۔

(6) مکروہ روزے : پانچ روزے مکروہ ہیں۔

i) عیدالفطر کا روزہ　　ii) عیدالاضحیٰ کا روزہ　　iii) عرفہ کے دن حاجی کا روزہ

iv) شعبان کے آخیری دو دنوں کے روزے- اس لئے کہ شعبان کے بعد رمضان ہے- رمضان کے استقبال کے لئے ضروری ہے کہ اس سے پہلے روزہ نہ رکھا جائے-

قرآن پاک، سورہ البقرہ آیت نمبر 183 میں فرمان خداوندی ہے:

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم متقی بنو''-

روزے کا مقصد ہمیں متقی بنانا ہے-

علماء کرام کا کہنا ہے کہ آدمی کے ہر جزو کا روزہ ہے- پس زبان کا روزہ جھوٹ اور غیبت وغیرہ سے بچنا، کان کا روزہ ناجائز چیزوں کے سننے سے احتراز کرنا، آنکھوں کا روزہ لہو ولعب کی چیزوں سے احتراز، نفس کا روزہ حرص اور شہوت سے بچنا، دل کا روزہ حب دنیا سے خالی ہونا اور روح کا روزہ آخرت کی لذتوں سے احتراز (یعنی رب سے رب کو چاہنا) ہے-

حج

حج ارکان اسلام کا پانچواں اہم رکن ہے- اللہ تعالیٰ نے صاحب استطاعت، عاقل بالغ اور تندرست مسلمان مرد اور عورت پر زندگی میں ایک مرتبہ حج فرض قرار دیا ہے-

حج کی تعریف:- حج ایک جامع عبادت ہے۔ یہ ایک جانی اور مالی عبادت ہے- حج مقرر مہینوں میں، مقرر ایام کے اندر، مقرر عبادات کرنے کا نام ہے- نبی کریم نے فرمایا "حج وقوف عرفہ کا نام ہے" - (سنن نسائی، جامع ترمذی) اسلئے وقوف عرفات کو حج کا رکن اعظم کہتے ہیں جس کے بغیر حج نہیں-

تمام انبیاء کرام علیہ السلام نے حج کیا ہے- قرآن مجید میں ہر صاحب استطاعت پر حج فرض کیا گیا ہے- حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: ''اگر کوئی شخص صاحب استطاعت ہونے کے باوجود حج نہیں کرتا تو چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر'' - (ترمذی، مشکوۃ)

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''حج کے راستے میں خرچ کرنا اور تکلیف اٹھانا جہاد میں تکلیف اٹھانے کے ثواب کے برابر ہے'' - (مسند احمد)

8 ذی الحجہ سے 12 ذی الحجہ کے دنوں کو ایام حج کہا جاتا ہے- مکہ میں حاضری کے بعد کثرت سے تیسرے کلمہ کا ورد کرتے رہیں-

فرائض حج:- حج کے تین فرض ہیں۔ 1) احرام باندھنا　2) وقوف عرفات　3) طواف زیارت

ان تینوں میں سے کوئی چھوٹ جائے تو حج نہ ہوگا اور دم (یعنی صدقہ) دینے سے بھی ان کی تلافی نہ ہوگی۔ (یعنی اِس کا کوئی کفارہ نہیں ہے)

واجبات حج:-

حج کے چھ واجبات ہیں۔

1) مزدلفہ میں وقوف (صبح فجر کی نماز سے لے کر طلوع آفتاب تک ٹھہرنا)
2) رمی جمار یعنی تینوں شیطانوں پر کنکریاں مارنا
3) قربانی کرنا۔ ایام حج رات میں منیٰ میں قیام کرنا
4) حلق یا قصر کروانا (بال کٹوانا)
5) صفا و مروہ کی سعی کرنا۔ (طواف زیارت کے بعد)
6) طواف وداع کرنا (اپنے ملک آنے سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرنا)

مندرجہ بالا تمام چیزوں میں سے اگر کوئی بات رہ جائے تو حج ہو جائے گا مگر اسکا کفارہ لازم ہوگا۔ (دم دیا جائے گا۔ جو کے ایک بکرا مکہ میں ہی صدقہ کرنا ہو گا)

حج کی سنتیں:

1) حج افراد اور حج قران کرنے والوں کو طواف قدوم کرنا
2) 8 ذی الحج کی صبح کو منیٰ کے لئے روانہ ہونا اور وہاں پانچ نمازیں پڑھنا
3) طلوع آفتاب کے بعد 9 ذی الحج کو منیٰ سے عرفات کے لئے روانہ ہونا
4) عرفات سے غروب آفتاب کے بعد روانہ ہونا
5) عرفات میں غسل کرنا
6) عرفات سے واپس آکر رات کو مزدلفہ میں ٹھہرنا
7) ایام منیٰ میں رات کو منیٰ میں رہنا واجب اور دن کو رہنا سنت ہے

ارکان ایمان

ارکان ایمان چھ ہیں:

1- اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا
2- اس کے فرشتوں پر ایمان لانا
3- اس کی کتابوں پر ایمان لانا
4- اس کے رسولوں پر ایمان لانا
5- قیامت کے دن پر ایمان لانا
6- اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لانا

اچھی اور بری تقدیر اللہ ہی کی طرف سے ہے جسے ہم قضاء وقدر کہتے ہیں- یہ ایمان کا چھٹا رکن ہے-

قضاء وقدر

قضاء : اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلے کو قضاء کہتے ہیں۔

قدر : اللہ تعالیٰ کے ازلی علم میں جو کچھ متعین ہوا اس کو قدر کہتے ہیں تقدیر پر ایمان لانا بھی ضروریات دین میں سے ہے۔قرآن پاک میں فرمان الٰہی ہے۔

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ

ترجمہ:۔''ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا'' (سورۃ القمر، آیت نمبر-49)

تقدیر کے عقیدے کا حاصل یہ ہے کہ:

دنیا میں جو کچھ اب تک ہوا ہے۔اور آئندہ جو کچھ ہوگا۔وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ ازل کے مطابق ہوا ہے۔ہوتا ہے اور ہوگا۔یعنی جیسا ہونے والا تھا اور جیسا ہم کرنے والے تھے وہ اس نے اپنے علم ازلی کے موافق جانا اور لکھ دیا۔تو یہ نہیں کہ جیسا کہ اس نے لکھ دیا ویسا ہم کرنے پر مجبور ہیں۔ بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اس نے لکھ دیا۔یعنی اس نے ازل میں قلم سے کہا کہ لکھ قلم نے کہا کہ کیا لکھوں اس نے کہا کہ لکھ کہ آج سے ہزاروں سال کے بعد ایک شخص پیدا ہوگا اس کو صحت کے اچھے مواقع میسر ہوں گے۔اس کے پاس انبیاء اولیاء کی تعلیمات ہوں گی اس کے پاس تمام آسمانی کتابوں کا مواد ہوگا۔وہ اپنے اچھے اور برے کو سمجھنے کی خوب صلاحیت رکھتا ہوگا۔اس کے سامنے اچھے اور برے راستے ہوں گے پھر اسے ارادہ اور اختیار دیا ہوا ہوگا۔اب وہ شخص اپنی مرضی اپنے ارادے اور اپنے اختیار سے جو راہ اپنے لئے چنے گا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے ادراک سے یا اپنے ازلی علم سے اسے جان کر وہ بات قلم سے لکھوا دی کہ یہ شخص اپنی مرضی، اپنے ارادے اور اپنا اختیار استعمال کرتے ہوئے فلاں راستہ اختیار کر کے جنت کا مستحق ہوگا۔ یا یہ اپنی مرضی، اپنے ارادے اور اپنے اختیار کو استعمال کر کے اپنے لئے دوزخ کا دروازہ کھول لے گا۔

مثلاً زید کے لئے برائی لکھی اس لئے کہ وہ ایسا کرنے والا تھا اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے بھلائی لکھتا۔تو اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کے لکھ دینے نے انسان کو مجبور نہیں کیا۔انسان نے اپنے ارادے سے جو کچھ کرنا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے جانا اور پھر لکھ دیا تقدیر کا مسئلہ عام عقلوں میں آ نہیں سکتا۔اس پر زیادہ غور فکر نہیں کرنا چاہیے۔

تقدیر کے منکر کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے مجوسی قرار دیا **تو اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلے کو قضاء کہتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے ازلی علم میں جو کچھ متعین ہوا سے قدر کہتے ہیں۔**

قضاء کی قسمیں:۔

قضاء کی تین قسمیں ہیں۔

1۔قضاء مبرم:

وہ علم جو علم الٰہی میں کسی شے پر معلق نہیں اس میں تبدیلی ناممکن ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے اس حکم اور فیصلہ میں تبدیلی ممکن نہیں ہے۔

2۔قضاء معلق:

وہ علم جو علم الٰہی میں معلق ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے اس حکم اور فیصلہ میں تبدیلی ممکن ہے۔

3۔قضاء معلق محض:

وہ علم جو صحف ملائکہ میں کسی شئے پر معلق ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے اس حکم اور فیصلہ میں تبدیلی ممکن ہے پس قضائے معلّق اور قضائے معلّق محض میں انبیاءؑ، غوثؒ، اولیاءؒ اور نیک وصالح مسلمانوں کی دعاؤں، صدقہ خیرات، دوا اور علاج سے تبدیلی ممکن ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آدمی کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔ بیمار ہوتا ہے یہ سب قضاء کے موافق ہوتا ہے۔ (یعنی اللہ کے حکم اور فیصلے سے) مگر کسی دوا، کسی دعا وصدقہ خیرات اور علاج سے شفا ہو جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ قضا (حکم یا فیصلہ) معلق تھی۔

قضاء مبرم آدمی بیمار ہوتا ہے۔ علاج معالجہ کرواتا ہے۔ صدقہ خیرات کرتا ہے۔ ہزار کوشش کرتا ہے لیکن پھر بھی مر جاتا ہے۔ اور کوئی چیز موت کو ٹال نہیں سکتی تو یہ مثال قضاء مبرم کی ہے۔

سورۃ تغابن، آیت نمبر 11 میں ارشاد ہے۔ ترجمہ:۔ ''تمہیں کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر اللہ کے حکم سے''۔

سورۃ یٰسین میں فرمایا: (یسین خلاصہ مفہوم آیت نمبر 38، 39، 40)

''سورج اپنے ٹھہراؤ پر چل رہا ہے چاند اپنی متعین منزلیں طے کرتا ہے۔ اور پرانی ٹہنی کی طرح خمیدہ ہو کر لوٹتا ہے نہ تو سورج کو یہ قدرت ہے کہ چاند کو پالے اور نہ رات دن سے آگے بڑھے ہر ایک اپنے اپنے انداز میں تیر رہا ہے یہ ہے غالب علم والے کی تقدیر''۔

سورۃ فاطر میں فرمایا! (سورہ فاطر خلاصہ مفہوم آیت نمبر 11)

ترجمہ:۔ ''کوئی عورت حمل نہیں رکھ سکتی ہے اور نہ جنتی اور نہ کسی کی عمر دراز کر سکتی یعنی نہ کسی کم عمر کو عمر میں درازی ملتی ہے نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے''۔

تقدیر کے عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ جو کامیابی ہمیں حاصل ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ سب کچھ ہماری کوشش عقل وفکر کا نتیجہ ہے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا نتیجہ ہے اس لئے کسی کامیابی پر فخر وغرور بے جا ہے۔

عاجزی ہی انسان کی عظمت ہے اس طرح اگر ہمیں کوئی ناکامی پیش آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حکمت کا نتیجہ ہے اور انسان کا اسی میں فائدہ ہے۔ ہمارے کاموں کے نتیجے اس علام الغیوب کے علم میں مقرر ہو چکے ہیں اس لئے ہم کو دل شکستہ اور مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ خوشی خوشی، جوش وخروش اور سرگرمی سے از سرِ نو جدوجہد کرنی چاہئے اور نیکیوں کی طرف خلوص قلب سے متوجہ ہونا چاہیے۔

مختصر یہ کہ انسان کو اپنی تقدیر پر راضی رہنا چاہیے۔ تقدیر میں تقابلی جائزہ! ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار حکمتیں ہیں۔ جن میں سر کھپانے کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ جتنا رب نے چاہا اتنا ہمیں بتا دیا۔

****

صبح وشام کی لازمی چھ تسبیحات

1۔ **تیسرا کلمہ** : اللہ تعالیٰ کی ثناء اور اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ کلمہ

2۔ **پہلا کلمہ** : افضل الذکر

3۔ **چوتھا کلمہ** : نبیوں کی دعا

4۔ **سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْم** : فرشتوں کی دعا

5۔ **درود شریف** : رحمتوں کا دروازہ

6۔ **استغفر اللہ** : مغفرت کا دروازہ

****

بنی اسرائیل یا سلسلہ انبیائے کرام علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد جو پیغمبر دُنیا میں آئے جن کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے وہ حضرت نوح ؑ تھے۔ حضرت نوح ؑ نے 900 برس تک تبلیغ کی لیکن اِن کی قوم نے دینِ حق کو نہ مانا سوائے چند افراد کے اور کسی نے دینِ حق کو قبول نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا اور جب وہ اور اُن کے ساتھی کشتی پر سوار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا اور زمین نے پانی اگلا اور تمام لوگ اس پانی میں ڈوب کر مر گئے، کشتی نوح علیہ السلام جودی پہاڑ پر جا کر رُکی جو عراق میں ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے بعد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق میں پیدا ہوئے، ان لوگوں نے جب ان کا کہنا نہ مانا تو وہ اپنے وطن عرق کو چھوڑ کر ملک شام میں آباد ہو گئے، ان کے دو بیٹے دو بیویوں میں سے تھے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ علیہ السلام سے تھے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت حاجرہ علیہ السلام سے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے جو حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے تھے، حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ ان کے 12 بیٹے ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب بنی اسرائیل تھا۔ اِس طرح بنی اسرائیل 12 بیٹوں کی اولاد تھی۔ یہ بارہ خاندان بعد میں 12 بڑے بڑے قبیلے بن گئے تھے کیونکہ ہر بیٹا ایک قبیلہ کا مالک تھا، ان تمام بھائیوں کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ بعد میں ان کے بھائیوں میں سے ایک بھائی حضرت یوسف علیہ السلام مصر پہنچ گئے۔ شام سے مصر جانے کی یہ تمام روداد قرآن پاک میں سورۃ یوسف (علیہ السلام) میں موجود ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی بادشاہت مل گئی اور اُنہوں نے اپنے بھائیوں کو بھی اپنے پاس بُلا لیا، حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں اُن کے بھائیوں نے مصر میں شاہانہ زندگی گزاری، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے بعد وہاں کے اصل باشندوں نے بنی اسرائیل پر بے حد ظلم ڈھائے اور اُن کو نوکر اور غلام بنا لیا۔ اور اُن کو کمزور کرنے کے لیے اُن کی اولادوں میں سے اُن کے لڑکوں کو قتل کرنے اور عورتوں کو زندہ چھوڑنے لگے ظالم اور جابر ہونے کی وجہ سے فرعون کہلائے۔ دس سال تک یہ لوگ لڑکوں کو قتل کرتے رہے کچھ عرصے کے بعد اُن لوگوں نے خیال کیا کہ اگر تمام لڑکوں کو مارتے رہیں گے تو غلاموں کی کمی ہو جائے گی۔ اس لیے ان لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک سال پیدا ہونے والے لڑکے مارے اور ایک سال زندہ چھوڑے جائیں، تو جو سال زندہ چھوڑنے کا تھا اس میں بنی اسرئیل میں حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور جو سال لڑکوں کو مارنے کا تھا اِس سال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُنھیں بھی بچا لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑے ہو کر اپنی قوم کا جو حشر دیکھا تو اُنھیں بے حد رنج ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چاہتے تھے کہ مصر سے تمام بنی اسرائیل کو نکال کر فلسطین میں بسا دیں۔ کیونکہ بنی اسرئیل پر فرعون اور اُس کی قوم نے بے حد ظلم توڑ رکھے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب بھی فرعون سے بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر نکل جانے کو کہا تو فرعون نہ مانا۔

آخر اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک رات کو دریا عبور کرنے کا حکم دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر دریائے قلزم پر پہنچے تو دریا نے درمیان سے گزرنے کا راستہ اُن کی عصا کی ضرب سے بنا دیا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سمیت دریا عبور کر کے کنارے پر پہنچ گئے تھے تو فرعون اور اس کا لشکر بنی اسرائیل کا پیچھا کرتے ہوئے دریا میں اُتر آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے دوسرے کنارے پر پہنچتے ہی دریا برابر ہو گیا اور فرعون اپنے تمام لشکر سمیت غرق ہو گیا۔

دریا عبور کرتے ہی بنی اسرائیل نے ایک قوم کو دیکھا جو بُت کے سامنے بیٹھی پوجا پاٹ کر رہی تھی اور اُسی وقت ان کے دل میں یہ بات آئی کہ ایسا معبود ہمارا بھی ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس بات کا اظہار بھی کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بات پر اُنہیں کہا کہ "تُم لوگ نہایت ہی ظالم ہو، اللہ کی عنایات دیکھو کہ کس طرح تمہیں بچایا اور فرعونیوں کو تمہارے سامنے غرق کیا اور تم اب بھی بُت کو معبود بنانا چاہتے ہو"۔ اس وقت تو یہ لوگ چُپ ہو گئے لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بُلانے پر تورات اور لوحِ قرآنی لینے کے لیے کوہِ طور پر گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر نگران چھوڑ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل نے تمام زیورات جو اُن کے پاس تھے اکٹھے کیے اور ایک سامری سے ڈھلوائے اور اُن سے سونے کا بچھڑا بنایا جس کی نالیاں اس طرح رکھی گئیں کہ جب بچھڑا منہ کھولتا تو اس میں گائے کے بولنے کی آواز نکلتی تھی۔ بنی اسرائیل اس کی پوجا کرنے لگے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو بے حد غضبناک ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے اِن لوگوں کے لیے توبہ کی درخواست کی، تو اُن کی توبہ اسطرح قبول ہوئی کہ جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی ہے وہ اُن لوگوں کو

اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیں جنہوں نے پوجا کی تھی۔ اس طرح تمام وہ لوگ جنہوں نے پوجا کی تھی مار دیئے گئے اور اُنہوں نے خوشی خوشی قتل ہونا قبول کیا اور باقی لوگوں کے لیے درسِ عبرت ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر شام لے آئے اور فرمایا کہ یہ تمہارا موروثی ملک ہے، اس پر قبضہ کرو اور چین سے رہو۔ اُنہوں نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام وہاں تو بڑے بڑے زبردست لوگ ہیں" اُن سے تُو اور تیرا رب ہی نمٹے" ہم تو بس یہاں بیٹھے ہیں اس نافرمانی کی وجہ سے 40 سال تک جنگلوں کی خاک چھانی۔ وہاں پر جو انعامات اللہ نے کیئے وہ یہ ہیں۔

ایک مرتبہ جب جنگل میں سب پیاسے تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے پتھر پر عصا مارا تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور بنی اسرائیل کے ہر قبیلے نے ایک چشمے پر قبضہ کر لیا۔ دھوپ کی تیزی سے بچنے کے لیے ابر بھیج دیا گیا جو دن بھر اُن پر سایہ کیے رہتا۔ کھانے کے لیے من وسلویٰ بھیج دیا، سلویٰ جو بُھنے ہوئے بیڑ تھے اور من موتی چور کے لڈو کی طرح میٹھی چیز تھی جو رات کو اوس کیساتھ برستی تھی۔ اور صبح کو یہ اکٹھا کر لیا کرتے تھے۔

یہ لوگ چالیس سال تک صحرائے سینا کی وادی میں خانہ بدوش رہے، بنی اسرائیل بہت جلد ان تمام باتوں کھانے، پینے اور آرام سے گھبرا گئے اور اُنہوں نے اس بیابان جنگل میں پیاز، لہسن، دالیں اور گیہوں وغیرہ کی فرمائش کی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں "ناشکرے اور بے صبرے" کہا اور اُنھیں اپنی ہی طبیعت کی کوفت میں مبتلا کر دیا چالیس سال تک بھٹکتے رہے (صحرائے سینا میں) اور جب آوارہ گردی کی مدت ختم ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہو چکا تھا۔ پھر اُن کی درخواست پر انہیں شہر میں بسنے کا حکم ہوا۔ اس شہر کا نام آریحا تھا۔ جو بیت المقدس کے قریب آباد تھا۔ حضرت یوشع علیہ السلام کی قیادت میں اُنہوں نے آریحا شہر کو آباد کیا پھر شہر میں داخل ہونے کے آداب بتائے گئے حکم ہوا کہ شہر میں عاجزی سے داخل ہونا" دروازے میں سے سجدے کرتے ہوئے اور بخشش کی دُعا کرتے ہوئے جانا اس شہر میں جہاں سے چاہو کھانا پینا، رہنا سہنا عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری خطائیں معاف کر دے گا۔ کیونکہ اللہ نیکوکاروں کیساتھ ہے۔ اور نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دے گا" یعنی ابھی تو اس شہر میں داخل ہو جاؤ چال چلن اور عادات ٹھیک رکھو گے تو اور ملک ملیں گے۔ اور چال چلن ٹھیک رکھنے والوں کو آخرت میں بھی جزا ہے لیکن اُنہوں نے بجائے تواضع اور انکساری اختیار کرنے کے، تکبر اور گستاخی کو اپنا شعار بنایا اور جو کچھ کہنے کو کہا گیا تھا اس کی بجائے منہ سے واہی تباہی بکتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ آخر ان کو سزا ملی اور ان میں سخت طاعون پھیل گیا، آدھے ہی دن میں 70 ہزار افراد مر گئے اور باقی لوگ یہیں پر آباد ہو گئے۔

پھر اُنہی یہود کے ایک فرقے کی بے باکی، ہٹ دھرمی دیکھیں کہ اللہ نے یہود کو ہفتے کے دن عبادت کرنے کو کہا تھا اور شکار وغیرہ اس دن منع کیا تھا۔ چونکہ آزمائش تھی اس لیے ہفتے کے دن دریا میں مچھلیاں زیادہ آیا کرتیں تھیں۔ اُن لوگوں نے دریا سے نالیاں نکال کر جوہڑ بنائے، ہفتے کو یہ مچھلیاں نالیوں سے جوہڑ میں آ جاتیں اور اتوار کو یہ لوگ ان کو پکڑ لیتے اور کہتے کہ ہفتے کو نہیں بلکہ اتوار کو شکار کیا ہے۔ باقی لوگ یعنی باقی فرقے اُنہیں منع کرتے تھے۔ لیکن یہ باز نہ آئے، آخر کار اللہ تعالیٰ نے اس سرکشی پر اُن سب کو بندر بنا دیا۔ اس نافرمانی میں اُن کے گروہ بن گئے تھے، ایک گروہ نافرمان تھا اور باقی گروہ اُن کو منع کرنے والے تھے۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ان نافرمانی کرنے والوں کو باقی لوگوں نے بہت منع کیا لیکن یہ باز نہ آئے۔ کچھ لوگ تو سمجھا سمجھا کر مایوس ہو گئے اور کچھ لوگ سمجھاتے رہے۔ لیکن یہ سرکشی سے باز نہ آئے تو اللہ نے ان کو بندر بنا دیا، بندر بننے کے بعد بہت چیخے، لیکن 7 دن اور 8 راتوں میں رو رو کر مر گئے۔

بنی اسرائیل کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی تھی کہ "اُن کو دُنیا میں اور آخرت میں برتر اور معزز قوم بنایا جائے"۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ "عزت اور برتری نسل اور قومیت پر نہیں بلکہ اللہ کی فرمانبرداری پر ہے"۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک سورہ آلِ عمران، آیت نمبر 11 میں ارشاد فرماتے ہیں

ترجمہ: "اُن میں کچھ نیک بھی تھے، لیکن اکثر نافرمان اور فاسق تھے۔"

یہ لوگ ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے ہی رہے اور ان کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی"۔ تورات اُن کے پاس تھی اُنہوں نے اس کو روپیہ کمانے کا ذریعہ بنا لیا کسی نے ٹوکا تو کہہ دیا کہ "ہم نبیوں کی اولاد ہیں"۔ کبھی کہتے کہ "آگ تو ہمیں چھوئے گی بھی نہیں۔ اگر چھوئے گی بھی تو چند دن" اور اس طرح گناہ پر دلیر ہوتے گئے۔ نذرانے اور تحائف نے ان کے علماء کو لالچی اور حریص بنا دیا۔ علماء امرا کی مرضی کی باتیں کرنے لگے، دُنیا کے منافع کے لیے کتاب تورات کے احکامات کو کچھ سے کچھ بنا دیتے۔ جب کتاب ان کو دی گئی تھی تو کوہِ طور اُن کے سروں پر اُٹھا کر اقرار لیا گیا تھا کہ جو کچھ اس میں ہے بالکل اِسی طرح اِس کے احکامات کی پیروی کی جائے اور اُنہوں نے یہ عہد کیا تھا۔ یہاں پر جبراً منوانے کے لیے کوہِ طور نہیں اُٹھایا گیا تھا بلکہ یہاں مقصد یہ تھا کہ جس بات کے ساتھ کوئی انوکھی بات لگا دی جائے تو وہ بھولی نہیں جا سکتی۔

یہودیوں سے اطاعت الٰہی اور تورات کے احکامات کی پابندی کا عہد لیا گیا تھا۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی رسالت کے بعد قرآن پاک کے ذریعے انہیں دوبارہ اس عہد کی یاد دلائی گئی۔ اب ان کو پھر موقع دیا گیا کہ وہ عہد جو اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا وہ اگرچہ انہوں نے توڑ دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ عہد قائم ہے (عہد الست)۔ اور اب بھی اگر وہ اپنے عہد کو پورا کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ (وعدہ جزا) بدستور پورا کر دے گا۔ وہ عہد ان سے اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ وہ پوری طرح اسلام میں داخل ہو جائیں اسکے بعد اللہ تعالیٰ ان کو وہی مرتبہ عطا کر دے گا۔ جس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے درخواست کی تھی اور وہ اس شرط پر قبول ہوئی تھی کہ وہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی اتباع کریں گے۔ اس عہد کی پابندی کریں گے تو اُنہیں اسلام کے حلقہ بگوش ہونا لازم آتا ہے اس طرح یہ عہد کچھ اس طرح ہوئے۔

ا۔ عالم ارواح کا عہد

2۔ تمام انبیاء کی تابعداری

3۔ اسلام میں داخل ہونا

ہمیں بنی اسرائیل کے حالات سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ ہمیں ان خاص خاص باتوں کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ جن کی وجہ سے بنی اسرائیل اس دنیا میں انسانوں کے رہنما بننے سے محروم ہوئے اور اس وقت سوائے تخریب فسادات ِانسانیت اور اشاعت ِفتنہ وفساد کے اور کوئی کام اس دُنیا میں ان کا نہیں ہے۔ ان میں کیا کیا خرابیاں اور نقائص تھے۔

ا۔ اس دُنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے تھے۔

ب۔ اُن کو مال ودولت جمع کر کے رکھنے کی لت پڑ گئی تھی۔

ج۔ نافرمانی اور سرکشی میں مست رہتے تھے۔

د۔ متکبر اور اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرتے تھے۔ اپنے آپ کو نبیوں کی اولاد کہلانے میں فخر کرتے تھے۔ اور باپ دادوں کے اعمالوں پر بھروسہ کرتے تھے۔

مندرجہ بالا تمام کام انسان کو دُنیا میں اُلجھائے رکھنے اور بدن کو دُنیا کے کام اور لالچ، فخر وتکبر، فتنہ وفساد میں مبتلا رکھنے کے لیے ہوتے ہیں۔ بدن جب ان چیزوں میں غرق رہے گا تو روح کی آنکھ کیسے کھلے گی؟

کیسے اپنے عہد یاد آئیں گے؟

کیسے احکامات کی طرف توجہ جائے گی؟

کیسے اللہ تعالیٰ کے احسانات نظر آئیں گے؟

کیسے انسان اللہ کا فرمانبردار بنے گا؟

اور جب یہ سب کچھ نہ ہو گا تو نافرمان، فاسق اور فاجر بن کر دین ودنیا کے خسارے میں پڑ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کرے۔ آمین! اور اُمتِ مسلمہ میں وہ اوصاف پیدا نہ ہونے دے جو بنی اسرائیل میں تھے اور ان کے دین ودنیا میں خسارے کا سبب بنے۔ اللہ تعالیٰ اُمتِ مسلمہ کو دین ودُنیا میں سُرخروئی نصیب فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

****

شجرہ نسب

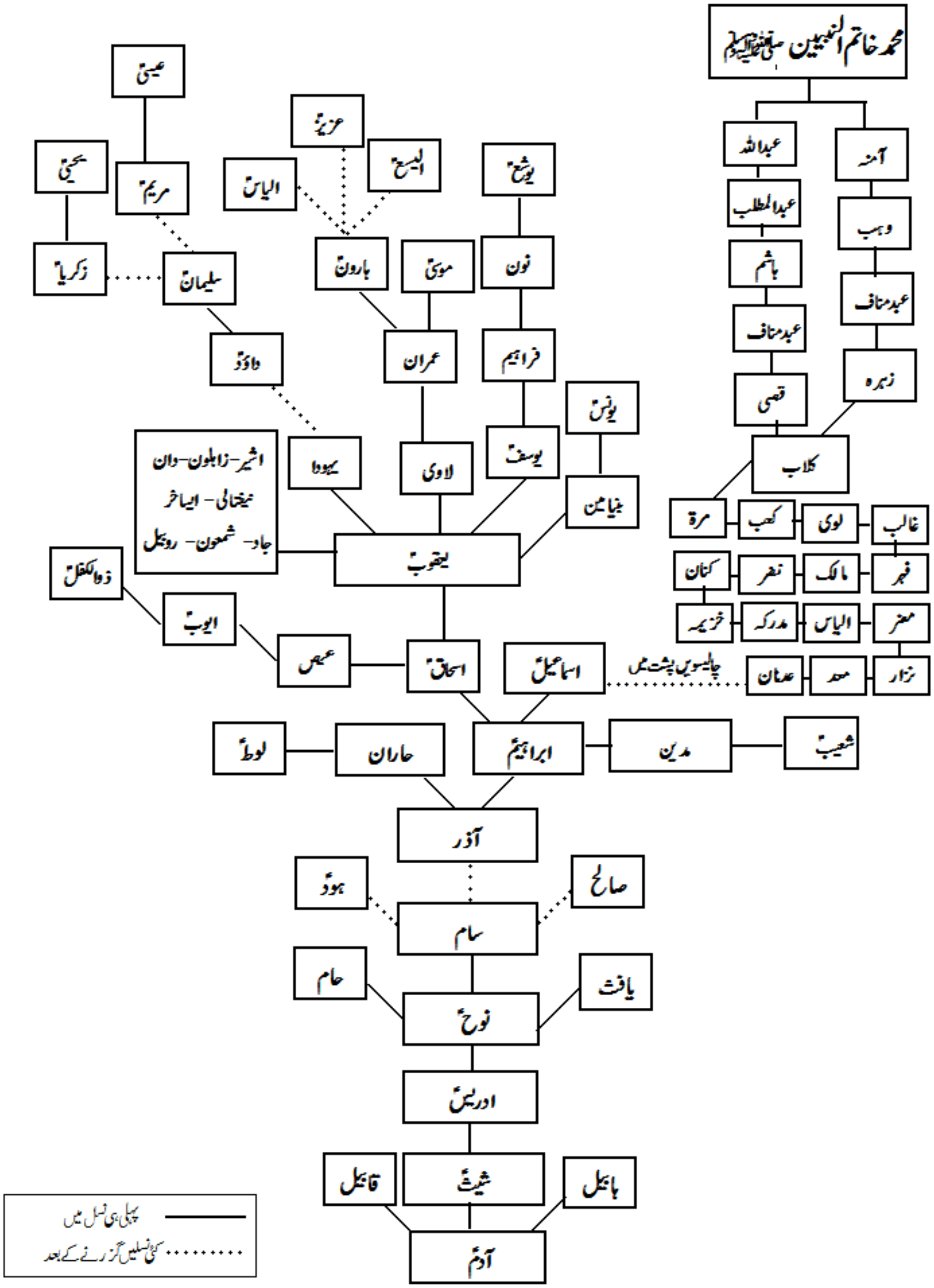
محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
عبداللہ
آمنہ
عبدالمطلب
وہب
ہاشم
عبد مناف
عبد مناف
زہرہ
قصی
کلاب
مرۃ
کعب
لوی
غالب
کنان
نضر
مالک
فہر
خزیمہ
مدرکہ
الیاس
مضر
عدنان
معد
نزار
چالیسویں پشت میں
عیسیٰ
یحییٰ
مریم
زکریاؑ
سلیمانؑ
داؤدؑ
عزیزؑ
الیاسؑ
الیسعؑ
یوشعؑ
ہارونؑ
موسیٰ
نون
عمران
افراہیم
یونسؑ
یہودا
لاوی
یوسفؑ
بنیامین
اشیر–زابلون–دان
نیفتالی – ایساخر
جاد– شمعون– روبیل
یعقوبؑ
ذوالکفل
ایوبؑ
عیص
اسحاقؑ
اسماعیلؑ
لوطؑ
حاران
ابراہیمؑ
مدین
شعیبؑ
آذر
ہودؑ
صالحؑ
سام
حام
یافث
نوحؑ
ادریسؑ
قابیل
شیثؑ
ہابیل
آدمؑ
پہلی ہی نسل میں
کئی نسلیں گزرنے کے بعد

صراط مستقیم

1۔ سورہ یونس، آیت نمبر 32-30 میں فرمان الٰہی ہے: ترجمہ: ''وہ کون ہے جو آسمان سے اور زمین سے تمہیں روزی پہنچاتا ہے؟ وہ کون ہے کہ تمہارا سننا اور دیکھنا اس کے قبضے میں ہے؟ وہ کون ہے جو نکالتا ہے زندگی کو موت سے اور نکالتا ہے موت کو زندگی سے؟ پھر وہ کون سی ہستی ہے جو بے شمار زمینوں، آسمانوں، کہکشاؤں کے نظاموں اور کائنات کے نظام کو بڑی نگرانی کے ساتھ چلا رہی ہے؟'' یقیناً وہ اعتراف کریں گے کہ وہ ہستی اللہ ہے۔ اے پیغمبر (خاتم النبیین ﷺ) تم ان سے کہو کہ جب تمہیں اس بات سے انکار نہیں پھر کیوں غفلت اور سرکشی سے نہیں بچتے؟ ہاں بے شک یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمہارا پروردگار ہے اور جب یہ حق ہے تو حق کے ظہور کے بعد اسے نہ ماننا گمراہی نہیں تو اور کیا ہے؟ تم کہاں جا رہے ہو؟۔

2۔ سورہ النمل، آیت نمبر 60 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ترجمہ: ''وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور جس نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس سیرابی سے خوش نما باغ اگائے۔ حالانکہ یہ بات تمہارے بس کی نہیں تھی کہ باغوں میں درخت لہلہاتے کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا معبود بھی ہے؟ مگر یہ وہ لوگ ہیں جن کا شیوہ حجت اور کج روی ہے''۔

3۔ سورہ النمل، آیت نمبر 61 میں فرمان الٰہی ہے: ترجمہ: ''اچھا بتاؤ وہ کون ہے جس نے زمین کو زندگی کا مستقر بنا دیا؟ اس میں نہریں جاری کر دیں اور پہاڑ بلند کر دیئے۔ دو دریاؤں میں دیوار حائل کر دی۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا کوئی معبود بھی ہے؟ مگر ان لوگوں میں اکثر ایسے ہیں جو نہیں جانتے''۔

4۔ سورہ النمل، آیت نمبر 62: ترجمہ: ''اچھا بتاؤ وہ کون ہے جو بے قراروں کے دلوں کی پکار کو سنتا ہے؟ جب کہ وہ ہر طرف سے مایوس ہو کر اسے پکارتے ہیں اور ان کا دکھ ٹال دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس زمین کا جانشین بنایا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا بھی کوئی معبود ہے؟ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ تم نصیحت پکڑتے ہو''۔

5۔ سورہ النمل، آیت نمبر 63: ترجمہ: ''اچھا بتاؤ وہ کون ہے جو صحراؤں اور سمندروں کی تاریکیوں میں تمہاری راہ نمائی کرتا ہے اور وہ کون ہے جو باران رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا کوئی معبود بھی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات اس شرک سے پاک اور منزہ ہے کہ یہ جو لوگ اس معبودیت میں شریک ٹھہراتے ہیں۔

6۔ سورہ النمل، آیت نمبر 64: ترجمہ: ''اچھا بتاؤ وہ کون ہے؟ جو مخلوق کی پیدائش شروع کرتا ہے پھر اسے دہراتا ہے؟ اور وہ کون ہے جو زمین اور آسمان سے تمہیں رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے؟ اے پیغمبر (خاتم النبیین ﷺ) کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو''۔

7۔ سورہ النحل، آیت نمبر 11: ترجمہ: ''انسان اپنی غذا پر نظر ڈالے ہم پہلے زمین پر پانی برساتے ہیں۔ پھر زمین کی سطح شق کر دیتے ہیں۔ پھر اس سے طرح طرح کی چیزیں پیدا کرتے ہیں۔ اناج کے دانے، انگور کی بیلیں، کھجور کے خوشے، سبزی ترکاری، زیتون درختوں کے جھنڈ، قسم قسم کے میوے طرح طرح کا چارا۔ تمہارے فائدے کے لیے اور تمہارے جانوروں کے لیے''۔

8۔ سورہ النمل، آیت نمبر 69-65 میں فرمان الٰہی ہے: ترجمہ: ''دیکھو چوپایوں میں تمہارے لیے غور کرنے اور نتیجہ نکالنے کی کتنی عبرت ہے۔ (ہم) ان کے جسم میں خون اور کثافت سے دودھ پیدا کرتے ہیں۔ جو پینے والوں کے لیے بہترین مشروب ہے۔ کھجور، انگور جس سے سرور (فرحت بخش) اور اچھی غذا دونوں طرح کی چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ بلاشبہ اس بات میں باشعور لوگوں کے لیے بڑی نشانی ہے۔ اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کی طبیعت میں یہ بات ڈال دی ہے کہ پہاڑوں میں درختوں میں اور ان کی ٹہنیوں میں جو اس غرض سے بلند کی جاتی ہیں کہ اپنے لیے گھر بنائیں، پھر ہر طرح کے پھلوں سے رس چوسیں پھر اپنے پروردگار کے ٹھہرائے ہوئے طریقے سے کامل فرمانبرداری کے ساتھ گامزن ہوں۔ اس کے جسم سے مختلف رنگوں کا رس نکلتا ہے۔ جس میں انسان کے لیے شفا ہے۔ بلاشبہ اس میں تم لوگوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں (ان لوگوں کے لیے) جو غور و فکر کرتے ہیں''۔

9۔ سورہ واقعہ، آیت نمبر 73-63 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ترجمہ: ''کیا تم نے اس بات پر غور کیا کہ جو تم کاشت کاری کرتے ہو۔ اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کر دیں اور تم صرف یہ کہنے کے لیے رہ جاؤ کہ ہمیں تو اس نقصان کا (صرف) تاوان ہی نہیں دینا پڑے گا بلکہ ہم تو اپنی محنت کے سارے فائدوں سے محروم ہو گئے ہیں۔ یہ بات بھی تمہارے سامنے ہے کہ جو پانی تم پیتے ہو اسے کون برساتا ہے؟ تم برساتے ہو یا ہم برساتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا کر دیں، کیا اس نعمت کے لیے ضروری نہیں ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ یہ بات بھی تمہارے سامنے ہے کہ جو آگ تم سلگاتے ہو۔ اس کے لیے لکڑی تم نے پیدا کی ہے یا ہم کر رہے

ہیں۔اور اسے (آگ کو) مسافر کے لیے فائدہ بخش بنادیا"۔

10۔سورہ النجم،آیت نمبر 22-19: ترجمہ:"پس کیا دیکھا تم نے لات کو،عزیٰ کو اور منات کو (یہ تینوں بت ہیں) کیا تمہارے لیے نر ہے اور اس کے لیے مادہ (اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہو اور فرشتوں کو بیٹیاں کہتے ہو اللہ کی) یہ کیسی بانٹ ہے۔یہ سارے نام تم نے اور تمہارے آباواجداد نے رکھ لیے ہیں۔اور اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نہیں اتاری مگر یہ اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں"۔

11۔سورہ واقعہ،آیت نمبر 61-58: ترجمہ:"کیا تم نے اس بات پر غور کیا (بھلا دیکھا تم نے) جو پانی تم ٹپکاتے ہو،کبھی خیال کیا کہ اس کو تم پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرتے ہیں؟ اور ہم نے تمہارے لیے موت کو مقرر کر دیا ہے۔اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہیں یہاں سے کہیں اور لے جائیں اور تمہاری جگہ کوئی اور مخلوق جو تم ہی جیسی ہو بسا دیں"۔

12۔سورہ طلاق،آیت نمبر 12: ترجمہ:"اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان اور سات زمینیں بنائیں اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے احکام نازل ہوتے رہتے ہیں اور سب کا انتظام باقاعدہ ہوتا رہتا ہے یہ اس لیے کہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز کر سکتا ہے اور اللہ کے علم میں ہر چیز ہے"۔

13۔سورہ النباء،آیت نمبر 16-6 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ترجمہ:"کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا۔اور تم کو ہم نے جوڑا جوڑا بنایا اور کیا ہم نے تمہاری نیند کو تمہاری تھکاوٹ دفع کرنے کا طریقہ نہیں بنایا اور بنایا ہم نے رات کو اوڑھنا (آرام کرنا) اور دن کو کمائی کا وقت اور تمہارے اوپر سات سخت آسمان بنائے (چھت بنائی) پھر سورج کو روشنی اور گرمی کے لیے پیدا کر دیا (اور پھر ہم نے تمہارے لیے) پانی بھرے بادلوں سے پانی کا ریلا اتارا۔تاکہ ہم اس سے اناج اور سبزہ نکالیں اور باغ سرسبز ہو جائیں۔پتوں میں لپٹے ہوئے (یہ سب کچھ تمہارے لیے کیا ہے)"

اگر ہم غور کریں تو ایک دانہ گندم سے انسانی غذا کے لیے 920 دانے پیدا ہوتے ہیں۔یعنی اگر زمین میں ایک من یا سوا من بیج بویا جائے تو انسانی غذا کے لیے چالیس سے پچاس من گندم حاصل ہو جاتی ہے۔تو یہ سب کرنے والا کون ہے؟ جو ایک ماں کی طرح ہماری ہر ضرورت کا خیال رکھتا ہے۔اس نے ہمارے لیے دنیا میں ہر طرح کی سہولت اور ہر طرح کا رزق فراہم کیا۔اس نے اونٹ،گائے،بھیڑ بکری،مرغی،بٹیر کا گوشت ہم پر حلال کیا۔ان میں سے جو ہمیں بھائے ہم اسے استعمال کریں۔اس نے تمام جانوروں پر ہمیں قدرت دے دی کچھ کو ہم کھاتے ہیں اور کچھ پر ہم سواری کرتے ہیں۔اس نے زمین سے طرح طرح کا رزق نکالا اور پھر طرح طرح کے پھل پیدا کئے۔زمین میں جس قدر رزق اور پھل ہیں ہم ان کی گنتی نہیں کر سکتے۔

قرآن پاک کلام الٰہی ہے۔قرآن پاک مخلوق نہیں ہے۔قرآن پاک خالق کا کلام ہے۔خالق کے اندر سے باطن سے نکل کر آنے والی چیز ہے۔ہم جتنا اس پر غور کریں گے اس کے معنی اور مطالب ہم پر واضح ہوتے چلے جائیں گے۔ایک عام آدمی کی تو حیثیت ہی کیا ہے۔مفسرین اور مجتہدین نے مل کر اس پر غور وخوض کر کے اس کے ترجمے اور تفاسیر لکھیں۔لیکن کوئی مجتہد یا مفسر یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے قرآن پاک کے مطالب پر مکمل آگہی نصیب ہوگئی ہے۔یہ وہ سمندر ہے کہ اس میں غوطہ لگانے والے غوطہ لگا کر موتی نکالتے رہیں گے لیکن اس کی تہہ تک نہ تو پہنچ سکیں گے اور نہ ہی اس سمندر کے موتیوں میں کوئی کمی آئے گی۔ہر آنے والے کو ایک حد تک پہنچنا ہے اور اس کے دوسرے کو اس سے اگلی حد تک اور تیسرے کو اس سے اگلی حد تک لوگوں کی زندگیاں ختم ہوتی رہیں گی لیکن اس کا علم ختم نہیں ہوگا۔اس لیے کہ خالق کا کلام ہے۔ہم مخلوق ہیں مخلوق ختم ہوتی رہے گی لیکن کلام الٰہی کی تفسیر کبھی ختم نہیں ہوگی۔

ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم میں سے 99 فیصد لوگ بائی چانس مسلمان ہیں۔ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ہمیں کلمہ کس نے پڑھایا تھا (یاد کروایا تھا) ماں نے،باپ نے دادا،دادی میں سے کسی نے۔اور تعجب کی بات یہ ہے کہ ہم اس مسلمان ہونے پر فخر کرتے ہیں جس مسلمانی میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمان کے گھر پیدا کر دیا اور ہم مسلمان ہوگئے۔ہم نے کلمہ کا اقرار کیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

یہ اقرار بچپن میں ہی ہم نے کر لیا۔یہ اقرار،اقرار بلسان ہے۔یعنی زبان سے اقرار،جن کے ساتھ ہی نماز،روزہ،زکوٰۃ،ذکر وغیرہ ہم پر لازم ہوگیا گویا ہم اسلام لے آئے۔لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے ایک بہت بڑا اقرار کیا ہے۔(لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) "نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں"۔اب اس اقرار کے بعد ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جس ہستی کو ہم نے اپنا معبود کہا ہے وہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ کیا کرنے کو کہتا ہے؟ کونسی چیزیں پسند فرماتا ہے؟ کن چیزوں کو ناپسند فرماتا ہے۔اور اس نے ہمارے لیے کیا احکام دیئے ہیں؟ کیا حلال اور کیا حرام کیا ہے؟۔

یہ تمام چیزیں کہاں سے معلوم ہوں گی؟ اس محبوب کی کتاب سے یعنی قرآن پاک سے تو کلمہ لا الہ الا اللہ کا زبانی اقرار تو کرلیا لیکن تصدیق بالقلب اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک ہم پورے قرآن پاک کو کم از کم ایک مرتبہ ترجمہ سے نہ پڑھ لیں۔ اور پوری سیرت مبارکہ کا ایک مرتبہ مطالعہ نہ کرلیں۔ اس کا مطلب کوئی یہ نہ نکال لے کہ پورے علوم کا جامع ہونا ضروری ہے۔ ہم نے لفظ استعمال کیا کہ کم از کم ایک مرتبہ مطالعہ جس سے مندرجہ بالا تمام سوالات کے آسان ترین جواب ہمارے سامنے آجائیں۔ دین کا اتنا علم حاصل کرنا فرض عین ہے۔ فرض عین ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ پورا علم حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ فرض کفایہ امت میں سے کچھ لوگ ادا کر لیں تو سب کی طرف ادا ہو جاتا ہے۔ علماء کا وجود فرض کفایہ ہے۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ اعتکاف فرض کفایہ ہے وغیرہ۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے دور میں منافقین بھی نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے سامنے کلمہ پڑھتے تھے۔ نماز، روزہ کرتے تھے اور کہتے تھے ''اے محمد خاتم النبیین ﷺ ہم ایمان لے آئے ہیں''۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: (سورۃ الحجرات، آیت نمبر ۱۴)

ترجمہ: ''اے محمد (خاتم النبیین ﷺ) یہ کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ان سے کہو کہ یہ ایمان نہیں لائے یہ صرف اسلام لائے ہیں۔ ایمان تو ابھی ان کے دلوں میں اترا ہی نہیں ہے''۔

گویا اسلام زبان سے اقرار اور ایمان دل سے یقین کا نام ہے۔ جو لوگ قرآن پاک کو ترجمہ سے پڑھتے ہیں ان کو جلد ہی علم ہو جاتا ہے کہ جو ہستی قرآن پاک میں یہ کہہ رہی ہے وہ کون ہے؟ جس نے ایسا اور ایسا کیا ہے۔ وہ خود ہی بتا بھی رہی ہے کہ وہ کون ہے؟۔

سورہ لقمان، آیت نمبر 10 ترجمہ: ''اور وہی تو ہے، جس نے آسمان سے پانی اتارا جس کے ذریعے ہر قسم کے اعلیٰ جوڑے پیدا کئے''۔

سورہ الاعراف، آیت نمبر 189 ترجمہ: ''وہی تو ہے جس نے تخلیق کیا تمہیں نفس واحد سے پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا''۔

سورہ یٰسین، آیت نمبر 36 ترجمہ: ''پاک ہے وہ ذات جس نے تخلیق کیا جوڑوں کی صورت میں۔ ان چیزوں میں جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان کے نفسوں میں اور ان چیزوں میں جن کا وہ علم نہیں رکھتے''۔

سورہ روم، آیت نمبر 21 ترجمہ: '' اور ان نشانیوں میں ایک نشانی یہ ہے کہ تمہارے لیے تمہارے ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ آرام پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی۔ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو تفکر کرتے ہیں''۔

سورہ انعام آیت نمبر 2 ترجمہ: ''وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا (پھر مرنے کا) ایک وقت مقرر کیا اور ہر کسی کی موت اس کے ہاں مقرر ہے۔ پھر بھی تم شک کرتے ہو''۔

سورہ کہف، آیت نمبر 49 ترجمہ: ''کوئی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی بات ایسی نہیں ہے قرآن نے جس کی وضاحت نہ کی ہو''

اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ آیت نمبر 1 میں فرمایا: ترجمہ: ''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام عالمین کا رب ہے''۔

سورہ انبیاء، آیت نمبر 107 میں فرمایا: ترجمہ: ''اور ہم نے آپ کو تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا''۔

تو اللہ تعالیٰ بحیثیت خالق کے رب العالمین ہے۔ یعنی ہماری دنیا کی طرح کروڑوں دنیائیں اور ہیں ان میں بسنے والی مخلوق جن، انس، حیوانات، نباتات، جمادیات کے لیے اللہ تعالیٰ آسمان سے رزق اتارتا ہے۔ یہاں پر رزق سے مراد خالی روٹی ہی نہیں ہے بلکہ رزق سے مراد، بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے تقاضوں کے مطابق وسائل کا اتارنا ہے۔ یعنی ہر مخلوق کی مختلف طبیعتوں اور ضرورت کے مطابق وسائل کا پیدا کرنا۔ اللہ تعالیٰ بحیثیت ذات ان تمام اوصاف سے ماورا ہے۔ جو مخلوق میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ یکتا ہے جبکہ مخلوق بے مثال نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کو کسی کی احتیاج نہیں (ضرورت نہیں، محتاج نہیں) جبکہ مخلوق محتاج ہے، اللہ تعالیٰ کسی کا باپ نہیں، کسی کی اولاد نہیں اور اللہ تعالیٰ کا کوئی خاندان نہیں۔ اس نے پوری کی پوری تعریف خود سورہ اخلاص میں بیان کردی ہے۔ وہ سب کچھ ہے۔ اس نے سب کچھ کیا ہے اور وہی سب کچھ کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا اور اپنی مشیت کے تحت اپنے وسائل سے مخلوق کو فائدہ، پہنچانے کے لیے اپنے خاص محبوب بندے حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کو تخلیق فرمایا۔ اور سب سے پہلے آپ خاتم النبیین ﷺ کے نور کی تخلیق فرمائی۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اول ما خلق اللہ نوری''۔ ''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کی تخلیق کی''۔ (مدارج النبوت، جلد 2، صفحہ 2)

ایسی تخلیق جو مخلوق کی ضروریات کا ادراک رکھتی ہے تا کہ وسائل کی تقسیم میں مخلوق محروم نہ رہ جائے۔اور ذات اقدس اور اللہ تعالیٰ کا نور حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ ہیں۔

سورہ الجمعہ آیت نمبر 2 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''وہی تو ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان میں ہی سے ایک پیغمبر بھیجا۔ جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات کھول کھول کر بتاتا ہے۔اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کا علم سکھاتا ہے۔ورنہ اس سے قبل تو یہ کھلی گمراہی میں تھے''۔

سورہ المائدہ، آیت نمبر 15 میں اللہ فرماتا ہے: ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور ایک روشن کتاب تمہاری طرف آ چکی ہے''

سورہ العنکبوت، آیت نمبر 69 میں فرمان الٰہی ہے: ترجمہ: ''جو کوئی بھی اس کی راہ میں کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ ضرور اس کو سیدھا راستہ دکھا دے گا''۔

انسان کی سوچ میں مثبت اور منفی دونوں شانیں موجود ہوتی ہیں۔ایک حکایت ہے

''ایک مسافر چاندنی رات میں محوِ سفر تھا، چاند کی چودھویں تاریخ تھی۔ مسافر نے چاند کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''اے چاند تم کتنے عظیم ہو اور کتنے مہربان، تمہاری روشنی سے رات کی تاریکیاں اجالوں میں بدل گئیں۔تمہارا وجود انسان پر ایک عظیم احسان ہے۔تمہاری روشنی سے میرا یہ سفر کتنا آسان اور دلفریب ہو گیا ہے''۔ چاند کی تعریف کرتے ہوئے مسافر راستہ قطع کرتا رہا اور چاند کی تعریف کرتا رہا۔اسی وقت شہر کے کسی گھر میں ایک چور۔ چوری کی غرض سے داخل ہوا۔ چاند کی روشنی میں اسے اپنے پکڑے جانے کا خوف لاحق ہوا۔تو وہ اسی گھر کے کونے میں دبک گیا اور لگا چاند کو کوسنے۔اس نے کہا ''اے چاند تیرا وجود میرے لیے بدبختی کی علامت ہے۔تو نے میری آزادی اور میرے رزق میں رکاوٹ ڈال دی ہے۔کاش کوئی سیاہ بادل تجھے ڈھانپ لے۔ مجھے تیرا چہرہ کبھی بھی دلکش محسوس نہ ہوا۔میرا بس چلے تو کبھی تیری صورت نہ دیکھوں۔اگر تیرا یہ منحوس چہرہ نہ ہوتا تو سیاہ راتوں میں میرا کام کتنا آسان ہو جاتا''۔

قرآن پاک ہمیں بتاتا ہے کہ رزق حلال انسان کو سکون اور راحت پہنچاتا ہے۔جبکہ رزق حرام انسان کے سکون اور راحت کے لیے ایک بہت بڑی دیوار ہے۔ جو انسان کو سکون کے اندر داخل نہیں ہونے دیتی۔رزق حرام سے بھی آٹا خرید کر روٹی پکائی جاتی ہے۔ پیٹ بھرتا ہے یعنی بھوک کا تقاضہ ایک علم ہے (کہ بھوک لگ رہی ہے) اب بھوک کس طرح رفع کی جائے یہ علم کے اندر معنی پہنانا ہے، اب اگر منفی معنی پہنا دیئے گئے باوجود اس کے کہ بھوک رفع کرنے کے لیے سارے کام کئے جا رہے ہیں اور ایسی روٹی سے خون بھی بن رہا ہے۔اس کی غذائیت کی وجہ سے قد و کاٹھ بھی بڑھ رہا ہے اور عقل وشعور میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔لیکن ضمیر ملامت کر رہا ہے۔ یہ رزق کسی کا حق مار کر حاصل کیا ہے، سکون درہم برہم ہو رہا ہے''۔

جب آدمی حرام روٹی کا ٹکڑا کماتا ہے (حرام کمائی) تو اس کے اندر بے سکونی بدحالی پریشان حالی، ذہنی کشمکش کا ایک پیٹرن بن جاتا ہے اس کے برعکس اگر ہم اسی علم میں (کہ بھوک لگ رہی ہے) مثبت پہلو داخل کرتے ہیں کہ رزق حلال ہی کھانا ہے تو دماغ کے اندر وہ خلیے جو علم کے اندر مفہوم اور معنی پہناتے ہیں ہمیشہ سکون اور راحت کی اطلاع دیں گے۔یعنی انسان اپنے ارادے اور اختیار سے علم میں معنی پہنا سکتا ہے۔اور علم میں مثبت یا منفی معنی پہنانے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے انسان کو بخش دیا ہے یہی وہ صورت جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔(سورہ الاحزاب، آیت نمبر 72)

ترجمہ: ''ہم نے اپنی امانت، سماوات، پہاڑ اور ارض پر پیش کی۔سب نے انکار کر دیا اور انسان نے اسے اپنے کاندھوں پر اٹھالیا۔بے شک یہ ظالم اور جاہل ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے علم کے اندر معنی پہنانے کا نہ صرف یہ کہ اختیار دیا بلکہ معنی پہنانے کی یہ مشین انسان کے اندر ہی فٹ کر دی اور یہ بھی بتا دیا کہ علم کے اندر معنی اور مفہوم اگر مثبت ہوں گے۔تو آدمی پرسکون زندگی گزارے گا اور اگر علم کے معنی اور مفہوم منفی ہوں گے تو آدمی ایسی زندگی گزارے گا۔ جو حیوانات، نباتات اور جمادیات سے بھی کمتر ہوگی۔ہمیں معلوم ہے کہ سکون اور راحت آدمی کو وہاں ملتا ہے جہاں سکون کے وسائل موجود ہوں۔راحت آدمی کو وہاں ملے گی۔ جہاں راحت کے وسائل موجود ہوں گے۔روشنی آدمی کو وہاں ملتی ہے جہاں روشنی کا بندوبست ہو۔خوشبو آدمی کو وہاں سے ملتی ہے جہاں خوشبو کے ذرائع ہوں۔بدبو اور تعفن میں اگر انسان خوشبو تلاش کرتا ہے تو یہ بہت بڑی نادانی اور جہالت ہے۔

جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق قائم کر لیتا ہے تو اس کے دماغ میں ایک ایسا پیٹرن بن جاتا ہے کہ جس کے اندر مخلوق سے احتیاج (محتاجی) ختم ہو جاتی ہے اور وہ دست بدستہ اللہ تعالیٰ کو اپنا حاکم اور تمام ضروریات کا پورا کرنے والا سمجھنے لگتا ہے۔نتیجہ میں سکون اس کی زندگی میں داخل ہو جاتا ہے۔ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ''مستغنی'' کہا ہے۔اللہ کی طرف سے چار نعمتیں انسان کو عطا ہوئی ہیں: 1۔ایمان 2۔درست عقیدہ 3۔اچھی صورت 4۔اچھی سیرت

پہلی تینوں نعمتوں پر انسان کا اختیار نہیں ہے۔ اچھی سیرت انسان کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو ایمان درست عقیدہ اور اچھی صورت عطا کی ہے تو اب انسان کو بھی چاہیے کہ وہ چوتھی نعمت کو حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کو حسن سیرت مطلوب ہے۔ ''مرض دل'' کی دوا کتاب اللہ، قرآن پاک، میں تفکر اور تدبر ہے۔ ہمیں یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ؑ کو فرمایا تھا ''اے فرزند مریم ؑ پہلے اپنے نفس کو نصیحت کرو اگر اس نے نصیحت قبول کر لی ہے تو پھر لوگوں کو نصیحت کرو ورنہ شرمسار ہو جاؤ گے''۔

اگر ہماری نظر ٹھیک ہو جائے تو سب کچھ حاصل ہو گیا ہے۔ نظر کے معنی ہیں کہ جس شے پر بھی نظر ڈالو اس شے کے اندر ''اللہ'' ہی نظر آئے۔ موجودات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ جو شخص اس درجے پر پہنچ جاتا ہے۔ ہدایت کی ابتداء سے ہدایت کی انتہا پر پہنچ جاتا ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری، تحسین، آفرین اور ثواب کی نیت سے نہیں کرتے ان کی نظر میں صرف اور صرف اللہ اور اللہ کی رضا ہی رہتی ہے۔ بارگاہ ایزدی تک ان کی رسائی ہو جاتی ہے۔

قوموں کے عروج و زوال اور عذاب و ثواب میں یہ قانون کارفرما ہے کہ قومیں جب تک رب چاہی زندگی کے مطابق زندگی گزارتی ہیں۔ اپنے اور دوسروں کے حقوق کی پاس داری کرتی ہیں۔ قدرت ان کی مدد کرتی رہتی ہے۔ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کی پاسداری نہیں کرتی تو گویا وہ قانون الٰہی سے انحراف کرتی ہے۔ قدرت سے انحراف کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اتنا مغرور، خود پسند، خودسر ہو گیا ہے کہ وہ قدرت کا تعاون ہی نہیں چاہتا۔ آج کل یہی صورت حال ہے۔ خودغرضی عام ہو گئی ہے۔ واعظوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو کاروبار بنالیا ہے (ہمارے ملک میں یہ کاروبار ربیع الاول میں خوب چمکتا ہے) ہر آدمی صالح بن گیا ہے، کسی کو نہ تو اپنی اصلاح کی ضرورت ہے اور نہ ہی اپنی اصلاح کی فکر ہے، ہر آدمی چاہتا ہے کہ دوسروں کی اصلاح ہو جائے۔ کھانے پینے کی اشیاء میں ملاوٹ کرنے سے ہمارا معاشرہ خطرناک بن گیا ہے۔ لوٹ مار کا بازار گرم ہے۔ کوئی جادو کے نام پر لوٹ رہا ہے اور کوئی جادو کے نام پر لٹ رہا ہے۔ زندگی ٹوٹ رہی ہے۔ انسانیت کراہ رہی ہے۔ غریب پس رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نظام میں نہ کہیں اتفاق ہے نہ کہیں حادثہ اور نہ کہیں مجبوری ہے۔ جب کسی بندے کے اندر یہ بات یقین بن جائے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے تو خود بخود آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کائنات کا حاکم اعلیٰ اللہ تعالیٰ ہے۔

ایک بات ہمیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ ہر شے چاہے وہ ریت کا ذرہ ہی کیوں نہ ہو، شعور رکھتی ہے۔ جب کوئی قوم قانون الٰہی سے انحراف کرتی ہے تو دراصل وہ قدرت کے کاموں میں دخل اندازی کرتی ہے۔ قدرت اس کو اپنے سسٹم سے باہر پھینک دیتی ہے۔ انبیاء کی تعلیم سے اختلاف، تفرقے بازی، دہشت گردی، رب چاہی زندگی سے انحراف، یہ سب قدرت سے انحراف ہیں۔ جب قدرت ناراض ہو جاتی ہے تو اس کا نظام (قوم کو چلانے کا منظم سسٹم) ٹوٹ جاتا ہے۔ اس نظام کو توڑنے کے لیے قدرت کیا طریقہ اختیار کرتی ہے یہ اس کا اپنا انتخاب ہے۔ آندھی کے ذریعے، پانی کے طوفان کے ذریعے، زلزلے کے ذریعے یا پھر چنگھاڑ کے ذریعے۔

مکر و فریب، ناجائز ذرائع سے دولت جمع کرنا بھی ایک کوشش ہے۔ جس میں ذاتی غرض اٹھانوے فی صد اور عوام الناس کا فائدہ 2 فیصد یا کبھی صفر فیصد ہوتا ہے۔ اس کے برعکس مذہب کی پیروی میں مذہب ان قدروں کو اجاگر کرتا ہے جو قدریں انبیاء سے نوع انسانی کو ورثے میں ملی ہیں۔ اصل راہنمائی انبیاء کی راہنمائی ہے اور وہ یہ کہ رب چاہی زندگی گزارنے والوں میں 2 فیصد (دو فی صد) ذاتی غرض اور اٹھانوے فی صد خلوص و ایثار ہوتا ہے۔ جب ہم پیغمبرانہ طرز فکر کو قبول کر کے آگے بڑھیں گے تو انشاء اللہ راستے کھلتے چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی بارش برسنے لگے گی اور ہم اس بارش میں شاداں اور فرحاں آگے بڑھتے چلے جائیں گے، ہمیں راستے ملتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ہم صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں گے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم پوری بنی نوع انسان کے لیے بہتر سوچ رکھیں۔ نوجوان نسل کی ذمہ داری ہے کہ مخلوق میں اخلاق اور ایثار کے جذبے کو فروغ دیں اور پیغمبرانہ تعلیمات پر عمل کریں اور کروائیں۔

پیغمبرانہ تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ کائنات اللہ تعالیٰ کا ایک کنبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کنبہ کے تمام افراد مل جل کر خوشی خوشی رہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا اس صورت میں حاصل کر سکتے ہیں جب ہم ایک روحانی انسان بن جائیں۔ روحانی وہ ہوتا ہے جو پیغمبرانہ طرز فکر رکھے۔ اور یہ طرز فکر ہی ہمیں بتاتی ہے کہ انسان کتنا ہی بااختیار اور صاحب علم کیوں نہ ہو جائے۔ وہ مشیت کا پابند ہے زاویہ نظر میں اگر پیغمبرانہ طرز فکر ہے تو آدمی صراط مستقیم پر قائم رہتا ہے اور اگر انسان کے اندر شیطانی طرز فکر ہے تو وہ وسوسوں میں گھیرا رہتا ہے اور انسان جس قدر شک اور وسوسوں میں گرفتار رہتا ہے۔ اتنا ہی صراط مستقیم سے دور ہوتا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سورہ فاتحہ میں جو سب سے بڑی دعا انسان کے لیے تجویز کی ہے اور بتائی ہے وہ صراط مستقیم کا حصول ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس صراط مستقیم پر گامزن کرے۔ (آمین)

حکمت الٰہی اور نیک صحبت

1۔ بے وقوف کی صحبت سے تنہائی بہتر ہے اور نیک صحبت بہترین چیز ہے:- حضرت عیسیٰؑ تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ایک پہاڑ کی طرف جا رہے تھے۔ایک آدمی نے بلند آواز سے پکار کر کہا "اے اللہ کے رسول آپ اس وقت کہاں جا رہے ہیں؟ اور وجہ خوف کیا ہے، کوئی دشمن تو نظر نہیں آ رہا؟۔حضرت عیسیٰؑ نے کہا ''میں ایک احمق آدمی سے بھاگ رہا ہوں تو میرے بھاگنے میں خلل مت ڈال''اس آدمی نے کہا ''یا حضرت کیا آپ وہ مسیحؑ نہیں ہیں جن کی برکت سے اندھے اور کوڑی شفایاب ہوتے ہیں؟'' آپؑ نے فرمایا ''ہاں''۔اس آدمی نے کہا کیا آپؑ وہ بادشاہ نہیں ہیں جو مردے پر کلام الٰہی پڑھتے ہیں تو وہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے؟'' آپؑ نے فرمایا ''ہاں''۔اس آدمی نے کہا ''کیا آپؑ وہ نہیں ہیں کہ مٹی کے پرندے بنا کر ان پر دم کر دیں تو وہ اسی وقت ہوا میں اڑنے لگتے ہیں؟'' آپؑ نے فرمایا ''بے شک میں وہی ہوں''۔پھر اس شخص نے انتہائی حیرت سے پوچھا، اللہ نے آپ کو اس قدر قوت عطا کر رکھی ہے تو پھر آپؑ کو کس کا خوف ہے"؟ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا ''اس رب العزت کی قسم جس کے اسم اعظم کو میں نے اندھوں اور بہروں اور کوڑھیوں پر پڑھا تو وہ شفایاب ہو گئے۔ پہاڑوں پر پڑھا تو وہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے، مردوں پر پڑھا تو اٹھ بیٹھے، لیکن وہی اسم اعظم میں نے احمقوں پر لاکھ بار پڑھا لیکن ان پر کچھ اثر نہ ہوا'' اس شخص نے کہا ''یا حضرت یہ کیا بات ہوئی؟ کہ اسم اعظم، اندھوں، بہروں، کوڑھیوں اور مردوں پر تو اثر کرے لیکن احمق پر اثر نہ کرے، حالانکہ حماقت بھی تو ایک مرض ہے'' حضرت عیسیٰؑ نے جواب دیا ''حماقت کی بیماری خدائی قہر ہے'' اس لیے بے وقوف کی صحبت سے تنہائی بہتر ہے۔

2۔ بے وقوف ہمسفر:- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک آدمی سفر کر رہا تھا اس نے سوچا اس موقع کا فائدہ اٹھانا چاہیے، پیغمبر خدا سے ایسا عمل سیکھ لینا چاہیے جس سے پتھر سونا بن جائیں اور مردے زندہ ہو جائیں۔اس بے وقوف نے کہا "یا حضرت مجھے بھی کوئی ایسا نسخہ دے دیں جس سے میری دنیا سنور جائے، میں پڑھ کر پھونک ماروں تو مردے زندہ ہو جائیں'' حضرت عیسیٰؑ اس کی اس لب کشائی پر بڑے حیران ہوئے کہ اس بیمار اور مردہ کو اپنی فکر نہیں ہے کہ میری رفاقت سے اپنے مردہ دل کا علاج کروائے؟ مگر یہ تو ایک دن میں ہی تاج و تخت کا مالک بننا چاہتا ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''چپ رہ یہ تیرا کام نہیں ہے، اس مقام تک پہنچنے کے لیے بڑی منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں، یہ قوت تو اس وقت حاصل ہوتی ہے جب انسان کی پوری عمر روح کو آلودگیوں سے پاک کرتے گزر جاتی ہے۔اگر تو نے ہاتھ میں عصا پکڑ بھی لیا تو کیا ہوا؟ اس سے کام لینے کے لیے موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ چاہیے، ہر شخص عصا پھینک کر عصا کو اژدہا نہیں بنا سکتا''۔اس شخص نے کہا ''اگر آپ مجھے یہ اسرار و رموز نہیں بتانا چاہتے تو نہ سہی، میری یہ عرض قابل پذیرائی نہیں تو آپ میرے سامنے ایک مردہ زندہ کر کے دکھا دیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ یہ درخواست رد نہیں کریں گے''۔فوراً ہی اس نے راستے میں ایک گڑھا دیکھا اور اس میں کچھ ہڈیاں دیکھیں تو عرض کرنے لگا ''یا حضرت ان پر دم کر کے پھونکیں'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاموش رہے لیکن اس شخص کے بے حد اصرار پر حضرت عیسیٰؑ مجبور ہو گئے انہوں نے ہڈیوں پر اللہ کا نام لے کر پھونک ماری۔پھر کیا تھا، یہ ہڈیاں دیکھتے ہی دیکھتے ایک خوفناک سیاہ شیر کی صورت اختیار کر گئیں، شیر چھلانگ لگا کر گڑھے سے نکلا اس شخص پر حملہ آور ہوا اور اسے فوراً ہلاک کر دیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شیر سے دریافت کیا کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ شیر نے کہا یا حضرت ''وہ آپؑ کے لیے تکلیف کا باعث بنا ہوا تھا'' حضرت عیسیٰؑ نے اس سے پوچھا کہ ''تو نے اس کا خون کیوں نہیں پیا''؟ اس نے کہا ''ایک تو آپ کا بے ادب تھا اور گستاخ تھا، دوسرا اب اس دنیا کا رزق میری قسمت میں نہیں ہے''۔

3۔ بیوقوفوں کی درخواست:- حضرت موسیٰؑ سے ایک آدمی نے درخواست کی "اسے جانوروں کی زبان سکھا دیں تاکہ وہ ان کی باہمی گفتگو سمجھ سکے"، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''اس بات کو چھوڑ دے کیونکہ اس میں کئی خطرات پوشیدہ ہوتے ہیں، اور بعض اوقات بے شمار حکمتیں ہوتی ہیں۔'' عرض کرنے لگا سرکار آپؑ تو اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں میری التجا قبول کریں، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا "یہ نہ ہو کہ کل تو پچھتائے کیونکہ تو یہ نہیں جانتا کہ تیرے لیے کونسی چیز بہتر ہے اور کون سی نقصان دہ ہے"؟ بارگاہ الٰہی سے حکم ہوا ''موسیٰ اس کی تمنا پوری کر دے'' اُس شخص نے کہا اچھا سارے جانوروں کی نہ سہی میرے گھریلو پالتو جانور دو ہیں ایک کتا اور ایک مرغا ان کی بولی (زبان) مجھے سکھا دیں''۔حضرت موسیٰؑ نے کہا جا ''آج سے ان دونوں جانوروں کی زبان پر تجھ کو قدرت حاصل ہو گئی'' وہ شخص یہ سن کر خوشی خوشی اپنے گھر چلا گیا۔صبح ہوئی تو خادمہ نے باہر جا کر دسترخوان جھاڑا، اس میں سے روٹی کا ایک ٹکڑا نیچے گرا، مرغ وہ ٹکڑا اٹھا کر لے گیا، کتے نے اسے کہا ''دوست تو تو دانہ کھا کر بھی اپنا پیٹ بھر لے گا یہ روٹی کا ٹکڑا مجھے دے دے تو میرا گزارا چل جائے گا''۔مرغے نے کہا ''میاں صبر کرو خدا تجھے بھی دے گا۔کل ہمارے مالک کا گھوڑا مر جائے گا تم پیٹ بھر کر کھانا'' وہ شخص ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا فوراً اٹھا، گھوڑے کو کھولا، منڈی میں جا کر گھوڑے کو بیچ آیا اور خوش ہوا کہ اس نے نقصان سے اپنے آپ کو بچا لیا۔دوسرے دن بھی روٹی کا ٹکڑا

مرغ لے اڑا۔ کتے نے غصے سے مرغے سے کہا''ارے فریبی تو جھوٹا ہے تو اندھا نجومی ہے جو سچائی سے محروم ہوتا ہے''۔ مرغ نے کہا'' مالک نے نقصان سے بچنے کے لیے گھوڑے کو بیچ دیا لیکن تو فکر نہ کر کل مالک کا اونٹ مرجائے گا تو خوب پیٹ بھر کر کھانا''۔ یہ سن کر مالک اٹھا اور اونٹ کو بازار لے جا کر بیچ دیا۔ تیسرے دن پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ کتے نے مرغ سے کہا'' تو جھوٹوں کا بادشاہ ہے۔ آخر کب تک مجھے فریب دے گا؟۔ مرغ نے کہا اس میں میرا کیا قصور مالک اونٹ بھی بیچ آیا اور اپنے آپ کو نقصان سے بچا لیا تو فکر نہ کر کل مالک کا خچر مرجائے گا اسے تو صرف کتے ہی کھا سکتے ہیں تو خوب جی بھر کر کھانا''۔ مالک نے جب یہ سنا تو خچر کو بھی فروخت کر دیا۔ مالک اپنی ہوشیاری پر بے حد خوش تھا وہ یکے بعد دیگرے تین حادثوں سے بچ گیا تھا۔ اس نے اپنے آپ سے کہا کہ'' جب سے میں نے مرغ اور کتےّ کی زبان سیکھی ہے قضا و قدر کا رخ پھیر دیا ہے''۔ چوتھے دن کتےّ نے مرغ سے کہا۔''اے مرغ وہ تیری پیش گوئیاں کیا ہوئیں تیری مکاری اور تیرا جھوٹ کب تک چلے گا؟ مرغ نے کہا'' توبہ توبہ۔۔۔ یہ غیر ممکن ہے کہ میں یا میرا کوئی ہم جنس جھوٹ بولے۔، ہماری قوم تو موذّن کی طرح راست گو ہے۔ ہم اگر غلطی سے بے وقت اذان دے بیٹھیں تو مارے جاتے ہیں، مالک نے اپنا مال تو بچا لیا لیکن اپنا خون کر لیا۔ ایک نقصان سو نقصان کو دفع کرتا ہے۔ جسم اور مال کا نقصان جان کا صدقہ بن جاتا ہے۔ بادشاہوں کی عدالت سے سزا ملے تو مال کا جرمانہ ادا کر کے جان بچ جاتی ہے لیکن قضائے الٰہی کے بھید سے بے خبر ہوتے ہوئے بھی جو آدمی اپنا مال بچاتا ہے۔ وہ بیوقوف ہوتا ہے اگر وہی مال اس پر صدقہ ہو جاتا تو شاید اس سے بلاٹل جاتی۔ اب کل یقیناً مالک خود مرجائے گا۔ اس کے وارث اس کی وفات پر گائے ذبح کریں گے بس پھر تمہارے وارے نیارے۔ گھوڑے، اونٹ اور خچر کی موت اس نادان کی جان کا صدقہ تھا وہ مال کے نقصان سے تو بچ گیا لیکن اپنی جان گنوا بیٹھا''۔

مالک مرغ کی باتیں غور سے سن رہا تھا۔ اپنی موت کی پیشن گوئی سنی تو تھر تھر کانپنے لگا۔ گرتا پڑتا حضرت موسیٰ ؑ کے پاس پہنچ گیا اور روتے ہوئے عرض کیا "اے رسول خدا میری مدد کریں"۔ حضرت موسیٰ ؑ نے جواب دیا" میں نے تجھ سے کہا تھا کہ اس ہوس کو چھوڑ دے کیونکہ اس میں کئی خطرات پوشیدہ ہوتے ہیں مگر تو نہ مانا۔ اے عزیز اب تو تیر کمان سے نکل چکا ہے اس کا لوٹ کر آنا فطرت کے خلاف ہے۔ اب میں تیرے لیے سلامتی ایمان کی دعا کر سکتا ہوں"۔ یہ سنتے ہی اس نوجوان کی حالت بگڑنے لگی وہ قے کرنے لگا، یہ موت کی علامت تھی، اس کو گھر لے جایا گیا۔ گھر پہنچتے ہی وہ مر گیا۔ اس نادان کی بیوقوفی کے علاوہ اس سے ہمیں یہ سبق بھی ملا کہ انسان کو نہ کسی بیماری میں مایوس ہونا چاہیے، اور نہ ہی کسی مادی نقصان پر غم کرنا چاہیے۔ ہر بیماری اور ہر نقصان میں کوئی بھید ہوتا ہے۔ جسم کی بیماری یا مال کا نقصان کسی بڑی مصیبت کا صدقہ بن جاتا ہے اور اس کو ٹال دیتا ہے۔

4۔ بیوقوف سے مشورہ: زہر قاتل مشورہ :۔ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ ؑ نے فرعون سے کہا''اے فرعون تو اسلام قبول کر لے، اس کے عوض نہ صرف تیری آخرت بہتر ہو جائے گی، مگر دنیا میں بھی تجھے چار نعمتوں سے نوازا جائے گا تو علی الاعلان اس بات کا اقرار کر لے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ بلندی پر افلاک اور ستاروں کا ،پستی میں جن و انس، شیاطین اور جانوروں کو پیدا کرنے والا ہے، پہاڑوں، دریاؤں، جنگلوں اور بیابانوں کا وہی خالق اور مالک ہے۔ اس کی سلطنت غیر محدود ہے اور وہ بے نظیر اور بے مثال ہے۔ وہ ہر شخص اور ہر مکاں کا نگہبان ہے۔ عالم میں ہر جاندار کو رزق دینے والا، آسمانوں اور زمینوں کا محافظ، نباتات میں پھول پیدا کرنے والا، بندوں کے دلوں کی باتوں کو جاننے والا اور سرکشوں پر حاکم اور ان کی سرکوبی کرنے والا ہے۔''فرعون نے کہا'' وہ چار چیزیں کونسی ہیں جو دنیا میں مجھے دی جائیں گی، اے موسیٰ ؑ ان نعمتوں کے متعلق بیان کرو ممکن ہے کہ میری ہدایت کا دروازہ کھل جائے'' حضرت موسیٰؑ نے حکم الٰہی سے فرمایا''اگر تو اسلام قبول کر لے تو

1۔ پہلی نعمت یہ ملے گی کہ تو ہمیشہ تندرست رہے گا اور کبھی بھی بیمار نہیں ہوگا۔

2۔ دوسری نعمت تو اپنے خانہ تن میں (جسم میں) تعلق خداوندی کا ایسا خزانہ دیکھے گا جس کو حاصل کرنے کے لیے تو اپنی تمام خواہشات نفسیانیہ کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع کرنے کے لیے مجاہدات میں جان تک دینے کو تیار ہو جائے گا۔ اس سے جو دولت تمہیں ملے گی وہ رشک، ہفت اقلیم ہوگی۔ خواہشات کے ابر کو پھاڑنے کے بعد مہتاب حقیقی کا نور تاباں۔ انسان کو مست کر دیتا ہے۔ اے فرعون! جس طرح ایک کیڑے کو سبز پتہ اپنے اندر مشغول کر کے انگور سے محروم کر دیتا ہے اس طرح یہ دنیائے حقیر تجھے اپنے اندر مشغول کر کے مولائے حقیقی سے محروم کئے ہوئے ہے اور تو کیڑے کی طرح لذائز جسمانیہ میں مصروف ہے۔

3۔ تیسری نعمت تجھے یہ عطا ہوگی کہ ابھی تک تو ایک ملک کا بادشاہ ہے، یہ ملک تجھے اللہ تعالیٰ کی بغاوت رکھتے ہوئے ملا ہے، تو سوچ کہ اطاعت کی حالت میں تجھے کیا کچھ ملے گا۔ جس نے تیرے ظلم کی حالت میں تجھے یہ کچھ دیا ہے سوچ کہ وہ تجھے وفا کی حالت میں کس درجہ تک پہنچائے گا؟۔

4۔ چوتھے یہ کہ تو ہمیشہ جوان رہے گا، حتیٰ کہ تیرے بال بھی سفید نہ ہوں گے"۔

یہ باتیں سن کر فرعون کا دل بے حد متاثر ہوا۔اس نے کہا کہ اچھا میں اپنی اہلیہ سے مشورہ کرلوں اس کے بعد وہ گھر گیا اور حضرت آسیہؓ سے اس معاملے میں گفتگو کی۔حضرت آسیہ یہ سن کر رونے لگیں،انہوں نے کہا'' تجھے مبارک ہو آفتاب تیرا تاج ہو گیا،حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تیری برائیوں کی پردہ پوشی کی اور وہ تجھے دولت باطنی دینا چاہتے ہیں۔گنجے کا عیب معمولی ٹوپی چھپا سکتی ہے مگر تیرے عیوب کو حق تعالیٰ کی رحمت چھپانا چاہتی ہے۔میری تو رائے یہ ہے کہ تجھے کسی سے مشورہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔تجھے تو اسی مجلس میں فوراً ہی اس دعوت حق کو خوشی خوشی قبول کر لینا چاہیے تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہے جس میں تو مشورہ ڈھونڈتا پھرتا ہے۔یہ تو ایسی بات تھی کہ سورج جیسی رفیع المرتبت مخلوق کے کان میں پڑتی تو سر کے بل اسے قبول کرنے کے لیے زمین پر آجاتا۔اے فرعون یہ عنایت تجھ پر خدا کی ایسی ہے جیسے ابلیس پر رحمت کرنے لگے۔یہ حق تعالیٰ کا معمولی کرم نہیں ہے کہ تجھ جیسے سرکش اور ظالم کو یاد فرما رہے ہیں۔ارے مجھے تو یہ تعجب ہے کہ اس کرم کو دیکھ کر خوشی سے تیرا پتہ کیوں نہیں پھٹ گیا؟ اور وہ برقرار کیسے رہا؟ ارے اگر یہ تیرا پتہ خوشی سے پھٹ جاتا تو دونوں جہانوں سے تجھے حصہ مل جاتا۔دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں نجات ہوتی۔اللہ والوں کے آنسو جو زمین پر گرتے ہیں فرشتے ان کو اپنے منہ اور پروں پر ملتے ہیں اور اللہ تعالیٰ شہیدوں کے خون کے برابر انہیں وزن دیتے ہیں۔حضرت آسیہؓ نے فرعون سے کہا کہ بس پس و پیش نہ کر۔ایک قطرے کو فوراً بہا دے اور اپنے نفس کو جھکا دے۔تکبر کے باعث اعراض نہ کرتا کہ دریائے قرب حق سے تو مشرف ہو جائے۔اے فرعون دولت عظمیٰ اس قطرے کو ملتی ہے جسے خود سمندر طلب کرے۔یہ تجھ پر نہایت ہی شفقت ہے کہ تجھے اس اصرار کے ساتھ بلایا جا رہا ہے۔دریائے رحمت خود تجھے بلا رہی ہے تو کیوں دیر کرتا ہے؟ جلدا اپنے آپ کو اپنے ہاتھ فروخت کر دے۔تو بے دست و پا ہے،تو اپنی ذاتی سعی سے اس دریا تک نہیں پہنچ سکتا تھا،اپنے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بالکل مطیع کر دے۔جن انعامات کا تجھ سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو ان پر بدگمانی مت کر۔انہیں فریب و دھوکا نہ سمجھ۔اپنی گردن خدا کے آگے جھکا دے۔اس کی بشارت سے خوش ہو جا،کب تک سرکشی کرتا رہے گا،دیر نہ کر محبوب حقیقی سے جا مل۔وہ مالک تجھے تیرے گناہوں پر شرمندہ نہیں کر رہا،اپنے تک رسائی کا راستہ دے رہا ہے۔تو دوڑ کر جا،ایسا عجیب بازار کس کے ہاتھ لگتا ہے کہ ایک گل کے عوض گلزار ملے اور ایک دانے کے عوض سو درخت ملیں''۔اس سوز و گداز کے ساتھ حضرت آسیہؓ نے رغبت دلائی کہ جلد از جلد وہ رجوع الی اللہ کرے۔فرعون نے وہی الفاظ پھر دہرائے ''اچھا ہم اپنے وزیر ہامان سے بھی مشورہ کرلیں''۔حضرت آسیہؓ نے بہت منع کیا کہ اس سے مشورہ نہ کر وہ اس کا اہل نہیں ہے۔بھلا اندھی بڑھیا بازشاہی کی قدر کیا جانے؟ لیکن فرعون نہ مانا۔الغرض فرعون نے ہامان سے ساری باتیں کہہ دیں اور اس سے مشورہ مانگا۔ہامان یہ باتیں سن کر لال پیلا ہو گیا،غصہ میں آکر اس نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا اور شور مچانا اور رونا دھونا شروع کر دیا۔اپنی دستار کو زمین پر پٹخ دیا اور کہا "ہائے آپ کی شان میں موسیٰ نے ایسی گستاخی کی،آپ کی شان تو یہ ہے کہ یہ دنیا آپ کے لیے مسخر ہے،سلاطین آپ کے آستانے کی خاک چومتے ہیں،موسیٰ نے آپ کی سخت توہین کی ہے۔آپ تو خود ساری دنیا کے معبود ہیں،آپ اس کی باتیں مان کر ایک ادنیٰ غلام بننا چاہتے ہیں۔اگر آپ کو دعوت اسلام قبول کرنا ہے تو پہلے مجھے مار دیں۔تاکہ کم از کم میں آپ کی توہین اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ سکوں۔میں اس منظر کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا کہ آسمان زمین بن جائے اور خدا بندہ بن جائے اور ہمارے غلام ہمارے آقا بن جائیں"۔یہ تکبر جو ہامان میں تھا زہر قاتل تھا،فرعون ہامان کے بہکاوے میں آگیا اور حضرت موسیٰ کے دست مبارک پر دعوت حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔حضرت موسیٰؑ نے فرمایا۔''ہم نے بہت سخاوت اور عنایت کی تھی مگر صد افسوس کہ یہ گوہر نایاب تیرے مقدر میں نہ تھے''

امام اعظم حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ'' تیرے سب سے بڑے دشمن تیرے بُرے ہم نشین ہیں''۔

حضرت علیؓ نے فرمایا''نفس پرست کے ساتھ نشست و برخاست ایمان کو فراموش اور شیطان کو حاضر کر دیتی ہے''اس لیے نااہل سے دوستی نہیں کرنی چاہیے۔

<u>5۔قضا و قدر :-</u> حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں سے ہم کلام ہونے کی قدرت رکھتے تھے۔پرندوں نے جب حضرت سلیمانؑ کو زبان دان اور محرم راز پایا تو انہوں نے اپنی چوں چوں ترک کی اور پیغمبر خدا کی صحبت اختیار کر لی۔حضرت سلیمانؑ کے دربار میں چرند پرند کیا سب ہی حکمت اور دانائی کی باتیں کیا کرتے تھے۔ایک دن دربار لگا ہوا تھا۔تجربے اور دانائی کی نہریں رواں دواں تھیں۔اس روز پرندے اپنی صفات اور اپنا اپنا ہنر بیان کر رہے تھے۔آخر میں ہدہد کی باری آئی،اس نے کہا''اے علم و حکمت کے بادشاہ مجھ میں ایک خوبی ہے میں اڑتے ہوئے بلندی سے زیر زمین پانی کا اندازہ لگا لیتا ہوں کہ پانی کتنی گہرائی میں ہے؟ پانی کی خاصیت کیا ہے؟ زمین سے نکل رہا ہے یا پتھر سے رس رہا ہے''۔حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کی خوبی کی تعریف کی اور اجازت عطا فرمائی کہ ''آئندہ بے آب و گیاہ صحراؤں میں سفر کے دوران تو ہمارے ہراول دستہ کے ساتھ رہا کرتا کہ پانی کا کھوج لگاتا رہے''۔کوّے نے جب سنا کہ ہدہد کو ہراول دستہ میں شریک رہنے کا اعزاز عطا ہوا ہے تو مارے حسد کے انگاروں میں لوٹنے لگا۔اس نے حضرت سلیمانؑ سے کہا کہ''اے بادشاہ ہدہد نے جھوٹا دعویٰ کیا ہے؟ اس سے پوچھئے کہ تیری نظر ایسی ہی تیز ہے کہ تجھے پاتال میں چھپے ہوئے پانی کی

خبر دیتی ہے تو پھر تجھے زمین پر بچھا ہوا جال کیوں نہیں نظر آتا۔ جو شکاری تجھے پھانسنے کے لیے لگا تا ہے۔ ایسا ہنر ہے تو جال میں گرفتار کیوں ہو جاتا ہے؟ آسمان کی بلندیوں سے وہ جال کیوں نہیں دیکھ لیتا؟'' کوئے کی بات سن کر حضرت سلیمانؑ نے ہدہد سے دریافت کیا کہ ''اپنے دعوے کی صداقت کا ثبوت پیش کرو'' ہدہد نے بے خوف ہو کر عرض کیا ''اے بادشاہ، میرا دعویٰ ٹھیک نہ ہو تو یہ گردن حاضر ہے۔ یہ صفت مجھے قدرت نے عطا کی ہے، جب قدرت ہی یہ صفت سلب کر لے، جب فرمان قضا وقدر جاری ہو جائے اور میرا آخری وقت آجائے تو نگاہ کی خوبی کیا کرے گی؟ ایسے موقع پر عقل کام نہیں کرتی، چاند سیاہ ہو جاتا ہے اور سورج کو گرہن لگ جاتا ہے'' یعنی قضا کے آگے کسی کی نہیں چلتی، اللہ تعالیٰ اپنی مصلحت کے مطابق تدبیروں کو توڑ دیتا ہے۔

6- نیک صحبت:-

1۔ حضرت معروف کرخیؒ کا معقولہ ہے ''گناہ کرنے والے سے میل جول رکھنا، گناہ پر راضی ہونا ہے اور گناہ پر راضی ہونا گناہ کرنے کے برابر ہے"۔

2۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ''بروں کی ہم نشینی سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے نیک لوگوں کی صحبت بدرجہا بہتر ہے''

3۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا ''نیکوں سے ملنا ایک خوبی ہے، کیونکہ اس کے بعد ان کی پیروی کرنا ضروری ہو جاتا ہے"۔

4۔ مفتی محمد حسن کا ایک مقولہ ہے ''نرا علم کافی نہیں ہوتا نری صحبت کافی ہو جاتی ہے''

5۔ امام ابوحنیفہؒ کا بتایا ہوا ایک واقعہ اس معقولے کی بڑی خوبصورتی سے وضاحت کرتا ہے۔

حضرت عطا ابن ابی رباحؒ اپنے فضل وکمال اور پرہیزگاری کے حساب سے جلیل القدر تابعین میں شمار ہوتے تھے، دوسرے کمالات کے علاوہ مناسک حج کے علم میں وہ بہت مشہور تھے۔ آپؒ نے بنوامیہ کا زمانہ پایا، بنوامیہ کے فرمان روا بھی ان سے مناسک حج کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ ''عہدِ اموی'' میں حج کے موقع پر منادی کر دی جاتی تھی کہ عطا ابن ابی رباحؒ کے علاوہ حج کے بارے میں کوئی فتویٰ نہ دے۔ حضرت ابوحنیفہؒ بیان فرماتے ہیں کہ حج کے موقع پر ایک حجام نے مجھے 5 موقعوں پر مناسک حج کی تعلیم دی:- **1**۔ بال ترشوانے سے پہلے میں نے اس حجام سے حجامت بنوانے کی اجرت طے کرنی چاہی۔ اس نے کہا" عبادت میں اجرت طے نہیں کی جاتی آپ بیٹھ جایئے حجامت بن جائے گی۔ **2**۔ میں قبلہ رخ سے ذرا ہٹ کر بیٹھا، اس نے مجھے قبلہ رخ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

3۔ میں نے سر بائیں جانب سے اس کی طرف کیا اس نے کہا دائیں جانب پھریں، میں نے سر دائیں جانب کیا۔

4۔ میں خاموش بیٹھا تھا اس نے کہا تکبیر پڑھتے جایئے۔ **5**۔ حجامت بنانے کے بعد میں جانے لگا اس نے کہا دو رکعت نماز نفل شکرانہ یہیں ادا کر لیں"۔

امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ مجھے خیال آیا کہ ایک حجام خود ایسے مسائل نہیں جان سکتا۔ چنانچہ میں نے اس سے پوچھا، "تم نے جن باتوں کی مجھے تعلیم دی ہے وہ کہاں سے سیکھی ہیں"؟ اس نے جواب دیا ''عطا ابن ابی رباحؒ'' کی صحبت میں کچھ عرصہ گزرا تھا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ''نرا علم کام نہیں آتا، نری صحبت کام آجاتی ہے''۔

6۔ حضرت عبیداللہ بن عبداللہؒ تابعین میں سے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے مردِ صالح پر ان کے اخلاقی کمالات کا اتنا اثر تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ عبیداللہؒ کی ایک صحبت اور تھوڑی دیر کی ان کی ہم نشینی مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہے۔ خدا کی قسم ان کی ایک رات کی صحبت میں بیت المال کے ایک ہزار درہم سے خریدنے کو تیار ہوں۔ چونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بیت المال کی حفاظت کا بہت زیادہ اہتمام کیا کرتے تھے اور بیت المال کے ایک پیسے کو بھی فضول ضائع نہیں ہونے دیتے تھے اس لیے لوگوں نے عرض کیا، "امیر المومنین بیت المال کے تحفظ میں شدت اور اہتمام کے باوجود آپ ایسا فرما رہے ہیں"؟۔ آپؒ نے جواب دیا ''خدا کی قسم عبیدؒ اللہ کی صحبت ان کی رائے، ان کی نصیحت کے وسیلے سے میں اس ایک ہزار کے بجائے بیت المال میں ہزاروں ہزاروں داخل کروں گا''۔ پھر فرمایا ''باہمی گفتگو سے عقل میں تازگی پیدا ہوتی ہے اور قلب کو راحت ملتی ہے، غم دور ہوتا ہے اور کار نیک سے یار نیک بہتر ہوتا ہے''۔

7۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کا فرمان ہے ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اس سے دوستی رکھنا ضروری ہے کیونکہ جو صالح آدمی کو دوست رکھتا ہے وہ گویا اللہ کو دوست رکھتا ہے"۔

8۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا (حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے) "نیک ساتھی کی مثال کستوری بیچنے والے کی ہے اور بدساتھی کی مثال بھٹی دھونکنے والے کی سی۔ پس کستوری بیچنے والا یا تو تجھے کستوری دیدے گا یا تو اس سے خریدے گا، اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوئیں تو کم از کم کستوری کی خوشبو تو تجھے لگ ہی جائے گی اور بھٹی جھونکنے والے کے پاس جانے سے یا تو تیرے کپڑے جل جائیں گے اور یہ نہ ہوا تو کم از کم تو اس کی بدبو تو ضرور محسوس کرے گا"۔ (بخاری ومسلم)

مقام عبرت

1۔ معاف کرنے والا: مسند احمد میں ہے ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ وہاں تشریف فرما تھے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ مسکرانے لگے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ خاموش تھے۔لیکن جب اس نے بہت گالیاں دی تو آپؓ نے بھی جواب دینا شروع کیا۔اس پر حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے (ناراض ہو کر) حضرت ابوبکر صدیقؓ سے رہا نہ گیا۔وہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا" یا رسول خاتم النبیین ﷺ وہ مجھے بُرا بھلا کہتا رہا آپ خاتم النبیین ﷺ وہاں بیٹھے رہے اور سنتے رہے اور جب میں نے اس کی ایک یا دو باتوں کا جواب دیا تو آپ خاتم النبیین ﷺ ناراضگی سے اُٹھ کر چلے آئے"۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" سنو! جب تم خاموشی سے سن رہے تھے تب فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا۔جب تم بولے تو فرشتہ ہٹ گیا اور شیطان بیچ میں آ گیا۔پھر بھلا میں شیطان کی موجودگی میں کیسے بیٹھا رہتا"؟ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" سنو ابوبکرؓ تین چیزیں بالکل برحق ہیں:

1۔جس پر ظلم کیا جائے اور وہ اس کو درگزر کرے (چشم پوشی) تو اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا۔اس کو عزت دے گا۔

2۔جو شخص سلوک اور احسان کا دروازہ کھولے گا اور صلہ رحمی کے ارادے سے لوگوں کو دیتا رہے گا۔اللہ تعالیٰ اسے برکت دے گا اور زیادتی عطا کرے گا۔

3۔جو شخص مال کو بڑھانے کے ارادے سے سوال کا دروازہ کھولے گا اللہ تعالیٰ اس کے مال میں بے برکتی پیدا کر دے گا۔اور وہ کمی میں مبتلا رہے گا۔

یہ روایت ابوداؤد میں بھی ہے اور مضمون کے اعتبار سے بڑی پیاری حدیث ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد 5، صفحہ 23)

2۔ نافرمان: روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کی نافرمانی سے بہت عاجز تھے۔انہوں نے پورے ساڑھے نو سو سال تک لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا۔سورہ العنکبوت، آیت نمبر 14 میں ارشاد خداوندی ہے:"ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔وہ ان میں ساڑھے نو سو سال تک رہے"۔

لیکن بہت ہی کم لوگ آپؑ کے ماننے اور آپؑ کی باتوں پر عمل کرنے والے تھے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: (سورہ نوح، آیت نمبر 26)

ترجمہ:"اور نوح (علیہ السلام) نے عرض کی، اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ"۔

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی یہ دعا قبول کی (سورہ الصافات، آیت نمبر 75)

ترجمہ:"اور ہمیں نوح (علیہ السلام) نے پکارا تو دیکھ لو ہم کیسے اچھے دعا قبول کرنے والے ہیں"۔

اور آپ کو بتایا کہ: (سورہ المؤمنون، آیت نمبر 27)

ترجمہ:" تو ہم نے اسے وحی بھیجی کہ ہماری نگاہ کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا پھر جب ہمارا حکم آئے اور تنور ابلے تو اس میں ہر جوڑے میں سے دو بٹھا لے اور اپنے اہل (گھر والے) مگر ان میں سے وہ جن پر بات پہلے پڑ چکی اور ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا یہ ضرور ڈبوئے جائیں گے"۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایک کشتی تیار کر لی حضرت نوح علیہ السلام کی اِس کشتی میں تین منزلیں تھیں آپ نے جانور نچلے حصّہ میں سوار کروائے، درمیانی حصّہ میں انسان اور اوپر والے حصّہ میں پرندے سوار کروائے۔حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان کشتی میں سوار نہ ہوا۔لوگ ہنستے رہے لو یہ کشتی اب خشکی پر چلے گی۔مقررہ وقت پر بارش ہوئی، آسمان نے پانی برسایا اور زمین نے پانی اُگلا اور دیکھتے ہی دیکھتے طوفانی سیلاب آ گیا۔حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے (کنعان) کو کہا کہ: (سورہ ہود، آیت نمبر 42)

ترجمہ:"اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اس سے کنارے تھا، اے میرے بچے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو"۔

کنعان (حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا) تیراکی میں ماہر تھا۔وہ اپنی اس خوبی پر بہت مغرور تھا اُس نے بڑی بدتمیزی سے اپنے والد کو جواب دیا:"نوح (علیہ السلام) تو ہمارا دشمن ہے اندھیرے میں روشنی کرنے کے لیئے میرے پاس شمع موجود ہے۔پھر میں کیوں تیری شمع کی پرواہ کروں"۔حضرت نوح علیہ السلام نے کہا" بیٹا کلمہ بد اپنی زبان

سے مت نکال یہ عام طوفان نہیں ہے۔ یہ عذاب الٰہی ہے۔ مہیب بلا ہے۔ تیری تیراکی دھری کی دھری رہ جائے گی۔ تم اتنا تیر نہ پاؤ گے۔ آخیر کہاں تک تیرو گے؟ ہاتھ پاؤں کام کرنا چھوڑ دیں گے۔ یہ عذاب الٰہی ساری شمعیں بجھادے گا اور صرف حق کی شمع ہی جلتی رہے گی۔ بیٹا میری بات مان لے اور کشتی میں آجاؤ"۔ کنعان نے ہنس کر کہا: (سورہ ہود، آیت نمبر 43)   ترجمہ: " بولا اب میں کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچالے گا"۔

بیٹے کی یہ بات سن کر حضرت نوح علیہ السلام چیخ اٹھے اور کہا: (سورہ ہود، آیت نمبر 43)

ترجمہ: " آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے"۔

غرضیکہ نوح علیہ السلام نے ہر طرح سے اپنے بیٹے کو عذاب الٰہی سے ڈرانے اور سمجھانے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ اُس بدبخت نے بحث و تکرار جاری رکھی یہاں تک کہ:

ترجمہ: "اور ان کے بیچ میں موج آڑے آئی تو وہ ڈوبتوں میں رہ گیا"۔ (سورہ ہود، آیت نمبر 43)

بیٹے کا یہ عبرت ناک انجام دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا: (سورہ ہود، آیت نمبر 45)

ترجمہ: "اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے رب کو پکارا عرض کی اے میرے رب! میرا بیٹا بھی تو میرے اہل میں سے ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حکم والا" ------ حق تعالیٰ نے فرمایا: ترجمہ: "فرمایا اے نوح (علیہ السلام)! وہ تیرے اہل والوں میں سے نہیں بیشک اس کے کام بڑے برے ہیں، تو مجھ سے وہ بات نہ کہہ جس کا تجھے علم نہیں میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ نادان نہ بن"۔ (سورہ ہود، آیت نمبر 46)

یہ سنناتھا کہ حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوگئے اور کہنے لگے: (سورہ ہود، آیت نمبر 47)

ترجمہ: "عرض کی اے رب میرے میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں، اور اگر تو مجھے نہ بخشے اور رحم نہ کرے تو میں زیاں کار ہوجاؤں"۔

3۔ ماں کی فرمانبرداری: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا "یا اللہ! میرا جنت کا ساتھی کون ہے"؟ فرمایا "فلاں قصائی"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حیران ہوئے اور پھر قصائی کو دیکھنے چلے گئے۔ قصائی گوشت کی دوکان پر کام کر رہا تھا وہ کام کرتا رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے دیکھتے رہے شام ہوئی تو قصائی نے ایک گوشت کا ٹکڑا تھیلے میں ڈالا اور گھر کی طرف روانہ ہوا۔ اب موسیٰ علیہ السلام نے کہا "میں آج تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں"۔ اس شخص نے کہا "بہت اچھا" اور آپ علیہ السلام کو ساتھ لے لیا۔ گھر گئے اس نے گوشت کی بوٹیاں بنائیں سالن پکایا۔ پھر ایک کمرے میں گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ساتھ چلے گئے۔ اُس کمرے میں ایک بوڑھی عورت آرام کر رہی تھی اس نے اُس بڑھیا کو سہارا دے کر بٹھایا اور اس کو نوالے بنا کر کھانا کھلایا۔ اس کا منہ صاف کیا اس کو لٹایا وہ کچھ بڑبڑائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کچھ سمجھ نہ آیا "اس نے کیا کہا ہے"؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا "کون ہے"؟ قصائی نے جواب دیا "یہ میری ماں ہے میں صبح کو اس کی خدمت کر کے جاتا ہوں اور شام کو پہلے اس کی خدمت کرتا ہوں۔ اب بچوں کو دیکھوں گا"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا "یہ کچھ کہہ رہی تھیں"؟ قصائی بولا "ہاں یہ کہتی ہی رہتی ہے"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا "بتاؤ تو سہی یہ کہتی کیا ہے"؟ قصائی بولا "یہ روز ایک عجیب بات کہتی ہے میں اس کی خدمت کرتا ہوں تو کہتی ہیں "اللہ تجھے موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی بنادے- میں قصائی اور موسیٰ علیہ السلام نبی، بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ میں کہاں اور موسیٰ علیہ السلام کہاں؟"

4۔ آدمیت: حضرت عمر فاروقؓ کا دربار لگا ہوا ہے۔ دو آدمیوں نے ایک آدمی کی طرف اشارہ کرتے کہا "امیر المومنین یہ وہ شخص ہے جس نے ہمارے باپ کو قتل کیا ہے"؟ یہ سن کر اس آدمی نے کہا "ہاں امیر المومنین یہ خطا مجھ سے ہی سرزد ہوئی"۔ امیر المومنین نے غور سے اس آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "جانتے ہو اس کی سزا قصاص ہے"؟ وہ شخص بولا "مجھے معلوم ہے لیکن میری بیوی اور میرے بچے صحرا میں رہتے ہیں۔ مجھے تین دن کی مہلت دیں تاکہ میں ان سے ملکر اور انہیں بتا کر آجاؤں۔ لیکن تمہاری ضمانت کون دے گا"؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا "تم واپس آؤ گے"؟ خاموشی چھاگئی وہ شخص پریشان سا ہوگیا کہ اچانک حضرت ابوذر غفاریؓ اٹھے اور فرمایا "میں اس شخص کی ضمانت دیتا ہوں"- حضرت عمرؓ نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے کہا! "جانتے ہو اگر یہ شخص نہ آیا تو اس کی جگہ تمہیں جان دینی ہوگی" حضرت ابوذر غفاریؓ نے

جواب دیا" مجھے معلوم ہے "وہ شخص چلا گیا۔ تیسرا دن ختم ہونے کو آیا اس شخص کا کوئی نام ونشان نہ تھا لوگ پریشان تھے کہ معلوم نہیں وہ شخص آئے گا یا نہیں۔ اچانک دور سے غبار اُڑتا ہوا دکھائی دیا لوگوں کی نظریں اس طرف لگیں ہوئیں تھیں۔ اور یہ وہی شخص تھا جو تین دن کا وعدہ کر کے گیا تھا۔ جب وہ حاضر ہوا تو حضرت عمرؓ نے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا" اے شخص اگر تم نہ آتے تو ہم تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکتے تھے۔ ہمارے پاس تمہارا پتہ وغیرہ بھی نہ تھا اور نہ ہی ہم میں سے کوئی تمہیں جانتا تھا۔ کس چیز نے تمہیں یہاں آنے پر مجبور کیا"؟ اس شخص نے جواب دیا ''امیر المومنین میرے دل میں یہ بات تھی کہ کہیں لوگ یہ نہ سمجھیں کہ اَب مسلمانوں میں سے ایفائے عہد اٹھالیا گیا ہے''۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوغفاریؓ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا" اے ابوذرؓ تم نے کس وجہ سے اس اجنبی کی ضمانت دی"؟ حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا ''امیر المومنین میرے دل میں یہ بات آئی کہ کہیں لوگ یہ سمجھنے لگیں کہ اَب مسلمانوں میں سے خیر ہی اٹھالی گئی ہے"۔ یہ سن کہ مقتول کے ورثوں نے کہا" امیر المومنین ہم نے اس شخص کو معاف کردیا''۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا" کیوں"؟ انہوں نے کہا:" امیر المومنین کہیں لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ اب مسلمانوں میں سے عفوودرگزر اٹھالیا گیا ہے "۔

5- سحرِ عشق: سلطان محمود غزنوی کے محبوب وزیر نے اپنے پرانے کپڑے اور جوتے ایک کمرے میں رکھے ہوئے تھے۔ وہ روزانہ اس کمرے میں جاتا اور اپنے جوتے اور کپڑوں کو دیکھ کر کہتا" اے ایاز قدر خود بشناس یعنی اے ایاز اپنی قدر پہچان کہ یہ تھی تیری اوقات یہ جوتے اور پیوند لگے کپڑے اپنی اصل کو نہ بھول"۔ کمرہ متقفل تھا۔ باقی ملازمین اور وزراء نے ایک دن بادشاہ سے کہا" ایاز روزانہ محل کا مال ودولت اس کمرے میں جاکر جمع کر رہا ہے۔ سلطان محمود کو اس بات پر یقین نہ تھا۔ اس نے خاموشی سے وہ کمرہ کھلوایا۔ تو وہاں پرانے جوتے اور پیوند لگے کپڑوں کے علاوہ کچھ نہ پایا۔ اور وزراء پیروں میں گر پڑے اور معافیاں مانگنے لگے۔ سلطان نے انہیں باہر جانے کا اشارہ کیا۔ اور ایاز کو بلایا اور کہا" ایاز تم روز اس کمرے میں اکیلے داخل ہو کر کیا کرتے ہو؟ ان پرانے کپڑوں اور بوسیدہ جوتوں سے کیا وابستگی ہے؟ تم کیوں ان کے سحرِ عشق میں گرفتار ہو؟ کیا وہ قمیض حضرت یوسف علیہ السلام کا پیرہن ہے؟ یا وہ جوتے کسی عظیم ہستی کے ہیں"؟ ایاز کی آنکھوں سے موتیوں کی لڑی جاری ہوگئی عرض کرنے لگا" عالی جاہ! میرا موجودہ مرتبہ آپ کے ہی مرہونِ منت ہے حقیقت میں میں ان ہی کپڑوں اور جوتوں کے قابل ہوں۔ یہ میری غریبی کے دنوں کی یاد ہے۔ میں ان کی حفاظت اس لیئے کرتا ہوں کہ اپنے بلند مرتبہ اور شان پر مغرور ہو کر کہیں اپنی حقیقت نہ بھول جاؤں۔ اصل میں میں ان کی حفاظت نہیں کرتا بلکہ اپنی اصلی ذات کی حفاظت کرتا ہوں"۔

یہ سچ ہے کہ بعض لوگ اپنی حقیقت کو فراموش کر کے خدا بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ خسارے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

6۔ بے دین سے مقابلہ لاحاصل: ایک دفعہ ایک بہت عظیم عالم کو ایک بے دین سے علمی مناظرہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن یہ بڑا عالم دلیل دے کر اس سے جیت نہ سکا بلکہ ہار گیا۔ اور واپس لوٹ آیا۔ کسی نے عالم سے کہا" آپ باوجود اس قدر علم بزرگی کے ایک بے دین کے مقابلے میں دلیل نہ دے سکے"۔ یہ سن کر عالم نے کہا" میرا علم تو قرآن وحدیث اور بزرگوں کے اقوال پر محیط ہے اور وہ ان کو مانتا نہیں اور نہ ہی سنتا ہے۔ پھر اس کی کفریہ باتیں میرے کس کام کی جو میں اسے دلیل دے کر شکست دیتا۔ یاد رکھو کہ جس شخص سے کوئی قرآن وحدیث کے فرمان کے ذریعے چھٹکارا حاصل نہ کر سکے اس کا جواب یہی ہے کہ اُس کو جواب نہ دیا جائے۔ یعنی جو اللہ اور رسول خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات سے بے رخی برتے نہ اُن سے بحث کی جائے اور نہ ہی ان سے الجھا جائے۔ کیونکہ اگر ہم اس کی بے دینی کو بُرا کہیں گے تو وہ ہمارے دین کو بُرا کہہ دے گا اور چونکہ ہم اپنے اچھے دین کو بُرا کہلوانے کا باعث بنے ہیں اس لیئے گناہ گار لکھے جائیں گے"۔

7۔ ناخلف: کسی شخص کو ایک بوڑھے نے بتایا" میرے ہاں اولاد نہ تھی کسی نے مجھے بتایا کہ فلاں جگہ پر ایک درخت ہے جو بڑا متبرک مانا جاتا ہے۔ لوگ وہاں جاکر منت مانتے ہیں اور مراد پاتے ہیں۔ میں وہاں گیا اللہ تعالیٰ سے صاحب اولاد ہونے کی آرزو کی۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا سُن لی اور ایک بیٹا پیدا ہوا۔ پلا بڑھا جوان ہوا۔ اُسے یہ بات معلوم تھی کہ میں نے کسی درخت کے نیچے بیٹھ کر اس کے ہونے کی دعا مانگی تھی۔ یعنی اس معتبر درخت کے نیچے لوگ مُرادیں پاتے ہیں۔ ایک دن میں نے اپنے بیٹے کو اپنے کچھ دوستوں سے کہتے ہوئے سنا" کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر مجھے اس درخت کا علم ہوجائے کہ وہ کہاں ہے؟ تو میں وہاں جاکر ضرور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگوں کہ " میرا بوڑھا باپ مرجائے" پھر اس بوڑھے نے کہا" بوڑھے والدین خوشیاں مناتے ہیں کہ ہمارا بیٹا بڑا عقلمند ہے اور بیٹا ماں باپ سے کہتا ہے کہ " آپ لوگوں کی عقل ٹھکانے نہیں

ہے" پھر اس بوڑھے نے نہایت افسوس سے کہا"اس قسم کی ناخلف اولاد جو ماں باپ کی زندگی میں انہیں خوش نہ رکھ سکے وہ ان کی موت کے بعد ان کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے کیا جائے گی؟ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے صاحبِ اولاد ہونے کی دعا کی تھی کاش میں نے یہ کہا ہوتا باری تعالیٰ" مجھے نیک اور صالح اولاد سے نوازنا"۔

8۔ نیک بخت کون؟ نیک بخت وہ ہے جس نے کاشت کیا اور کھایا۔اور بدبخت وہ ہے جس نے جمع کیا اور مر گیا۔دو آدمیوں نے زندگی میں خواہ مخواہ تکلیف اٹھائی اور زندگی بے کار بسر کی ایک وہ جس نے کھایا نہیں جمع کیا۔دوسرا وہ جس نے پڑھا اور اس پر عمل نہیں کیا۔علم پر عمل نہ کرنا بدبختی کی علامت ہے۔

تین چیزوں کو بقا حاصل نہیں: 1۔مال کو تجارت کے بغیر 2۔علم کو عمل کے بغیر 3۔ملک کو تدبیر کے بغیر

دو انسان ملک اور دین کے دشمن تصوّر کیئے جاتے ہیں:

1-ایک وہ بادشاہ جس میں بردباری نہ ہو۔ 2-دوسرا وہ عالم جو عمل سے عاری ہو---- دوسروں کو ستانے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں بدبخت لکھا جاتا ہے۔

جس نے علم پڑھا اور عمل نہ کیا وہ اس کسان کی مانند ہے جو ہل تو چلاتا ہے لیکن بیج نہیں بکھیرتا۔

9۔ اسلام جیت گیا: کاندھلہ ہندوستان میں ایک مرتبہ ایک زمین کے ٹکڑے پر ایک مسلمان نے اپنا حق جتایا اور ایک ہندو نے کہا"یہ میرا ہے"۔چنانچہ یہ مقدمہ ہوا اور معاملہ انگریز کی عدالت میں پہنچا۔جب مقدمہ آگے بڑھا تو مسلمان نے اعلان کیا کہ "یہ زمین کا ٹکڑا اگر مجھے مل گیا تو میں مسجد بناؤں گا"۔ہندو نے سنا تو اس نے کہا کہ "میں مندر بناؤں گا"۔پہلے بات یہ دو انسانوں تک تھی لیکن اب یہ اجتماعی جھگڑا بن گیا تھا۔اس کے فیصلے سے سارے شہر میں فسادات ہو سکتے تھے۔جج انگریز تھا۔وہ بھی پریشان تھا کہ کوئی صورت صلح کی نکل آئے۔لیکن مسئلے کا کوئی حل نہیں نکل رہا تھا۔جج نے کہا"تم لوگ آپس میں اس مسئلے کو صلح صفائی سے حل کر لو"۔اس پر ہندوؤں نے کہا" ہماری ایک تجویز ہے کہ ہم آپ کو ایک مسلمان کا نام تنہائی میں بتائیں گے آپ ان سے فیصلہ کروانا اگر وہ کہیں کہ ہماری زمین ہے تو ہمیں دے دیجیے گا۔اگر کہیں کہ مسلمانوں کی ہے تو مسلمانوں کو دے دیجیے گا"۔جج حیران ہوا کہ ہندو مسلمان سے فیصلہ کروانے کا کہہ رہے ہیں۔

جج نے دونوں فریقین سے پوچھا دونوں اس پر راضی تھے۔مسلمانوں نے سوچا مسلمان ہوگا جو بھی ہوگا وہ مسجد بنانے کی ہی بات کرے گا۔چنانچہ ہندوؤں نے مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ کا نام بتایا۔یہ شاہ عبدالعزیزؒ کے شاگردوں میں سے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں سچی زندگی عطا فرمائی تھی۔مسلمانوں نے دیکھا مفتی الٰہی بخش تشریف لا رہے ہیں تو بہت خوش ہوئے۔عدالت لگی اور جج نے پوچھا" مفتی صاحب یہ زمین کا ٹکڑا کس کی ملکیت ہے"؟انہوں نے جواب دیا" ہندوؤں کا ہے"۔(مفتی صاحب کو حقیقت معلوم تھی)انگریز نے سوال کیا"اب ہندو لوگ اس پر مندر تعمیر کر سکتے ہیں"؟مفتی صاحب نے کہا" جب ملکیت ان کی ہے تو وہ جو چاہے کریں گھر بنائیں یا مندر یہ ان کا اختیار ہے"۔مقدمہ ختم ہو گیا انگریز جج نے فیصلے میں ایک عجیب بات لکھی اس نے لکھا" آج اس مقدمے میں مسلمان ہار گئے مگر اسلام جیت گیا"۔

10۔ ناحق سزا: ایک بادشاہ نے ایک بے گناہ قیدی کو سزائے موت سنائی۔قیدی نے بادشاہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا"اے بادشاہ! آپ کی طرف سے دی گئی سزا تو میرے حال پر ایک سانس لینے کے وقت میں گزر جائے گی۔اور میں ختم ہو جاؤں گا-لیکن یاد رکھیں! مجھ بے گناہ پر یہ سزا اِس سزا کا گناہ جو آپ کریں گے۔وہ آپ کی ساری زندگی پر قائم رہے گا۔اور آخر کار اللہ کے حضور میں سرخرو اور تو مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا ہوگا"۔بادشاہ نے قیدی کی تمام باتیں بڑے غور سے سُنی اور پھر بے گناہ قیدی کی سزا معاف کر دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شیخ ابوالحسن خواص رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوالحسن خواصؒ پانی کے کنارے ایک بستی میں رہتے تھے۔ایک دن بیٹھے تھے کہ ایک بہت ہی بوڑھا آدمی جس کے بھوؤں کے بال بھی بہت زیادہ لٹکے ہوئے، کمر جھکی ہوئی، لاٹھی لے کر چل رہا تھا۔اس نے شیخ ابوالحسن خواصؒ سے آکر ملاقات کی، ملا اور کہنے لگا "میں یہاں پانی کے جنات کا عمر میں سب سے بڑا جن ہوں۔آپ نیک شخص ہیں۔میں ساری زندگی جب سے آپ نے ولایت کا تاج پہنا ہے آپ کی حفاظت کرتا چلا آرہا ہوں کیونکہ آپ کو گمراہی، بدکاری اور بری راہوں پر لگانے کے لیے سارے کوشش کر رہے ہیں۔ہر شریر جن کی کوشش ہے کہ آپ کو بری راہوں اور بدکاری پر لے جائیں لیکن ہمیشہ میں آپ کی حفاظت کرتا رہا ہوں۔اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور محسوس ہوتا ہے کہ میں مرجاؤں گا اور میرے مرنے کے بعد آپ کا محافظ کوئی نہیں۔لہذا بہتر ہے آپ یہاں سے ہجرت کر جائیں اور ایسی جگہ ہجرت کر جائیں جو یہاں سے دور ہو اور یاد رکھیں کہ آپ کی نسلیں بھی یہاں نہ رہیں۔کیونکہ وہ نسلوں سے بھی انتقام لیتے ہیں اور نسلوں کو بھی متاثر کرتے ہیں۔میرے پاس تین دن ہیں"۔

لہذا شیخ خواص نے فوراً ان کی بات پر توجہ کی اور توجہ کر کے اپنا رختِ سفر باندھا۔اس نیک جن نے ایک بات کہی تھی کہ "میرے پاس صرف تین دن ہیں، اگر آپ کوشش کریں ان تین دنوں کے اندر یہاں سے رخت سفر باندھ کر رخصت ہو جائیں یعنی ہجرت کر جائیں تو آپ کے لیے بہتر رہے گا"، تھا تو بہت بڑا مجاہدہ، تین دن میں اتنا لمبا سفر دور دراز کا کیسے طے ہوسکتا ہے؟ لیکن انہوں نے ایسا ہی کیا جب تیسرا دن تھا وہ اپنا سامان لے کر جا رہے تھے۔اس وقت ڈھلتی عصر تھی اور مغرب قریب تھی انہوں نے مڑ کر اپنی بستی اور گاؤں کو دیکھا۔ان کے آنسو نکلے۔لیکن اسی دوران دائیں بائیں سے رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ حیران ہوئے کہ کوئی انسان تو نظر نہیں آرہا۔رونے کی آوازیں کہاں سے آرہی ہیں؟ انہوں نے آواز دی کہ "اللہ کے بندو! آپ کون ہو؟ جس کی وجہ سے رونے کی آواز آرہی ہے"۔ایک آواز آئی کہنے لگے "دراصل ہم اس نیک بزرگ جن کے بیٹے ہیں جنہوں نے آپ کو نصیحت کی۔آج ان کا انتقال ہو گیا ہے اور ہم سب ان کی میت کو لے کر جا رہے ہیں"۔

حضرت ابوالحسن خواصؒ نے کہا ان کی خاص عادات کیا تھیں؟ انہوں نے جلدی جلدی بتانا شروع کیا:

1- باوضو رہنے کی عادت:- سب سے پہلے یہ ہر وقت باوضو رہتے تھے اور فرماتے تھے "وضو میرا لباس ہے، میری اوڑھنی ہے، میری عباء ہے، میری دستار ہے، میرا کمال ہے- میرے رب کے ساتھ کیونکہ ہر وقت میری ملاقات ہے (ہر وقت ذکر جاری رہتا ہے) مجھے پاکیزہ ہونا ضروری ہے اس لیے کہ وضو پاکی ہے"۔

2- ہمیشہ سر ڈھانپ کر رکھتے:- کبھی بھی ننگے سر نہیں رہے۔فرماتے تھے "آسمان سے ہمیشہ رحمتیں، برکات، سکینہ کمال اور راحت نازل ہوتی ہے۔ہر اس شخص پر آتی ہے جس کا سر ڈھکا ہوا ہوتا ہے"۔

3- پاؤں کے ناخن کبھی بڑھنے مت دینا:- میرے والد فرماتے تھے کہ "پاؤں کے ناخن کبھی نہ بڑھنے دینا کیونکہ ہاتھ کے ناخن ہر بندہ کاٹتا ہے، پاؤں کے ناخن اکثر جوتوں میں ہوتے ہیں یا عام انسان کو نظر نہیں آتے"۔فرماتے تھے "پاؤں کے ناخن کا تعلق انسان کی بزرگی، ولایت اور روحانیت کے ساتھ بہت زیادہ ہے اور پاؤں کے ناخن جو بندہ نہیں کاٹتا مختلف مصائب، تکالیف، مشکلات، ناکامیوں اور پریشانیوں میں اکثر گھرا رہتا ہے اور اس کی ایک پریشانی اگر ختم نہیں ہوتی تو دوسری شروع ہو جاتی ہے"۔

4- آسمان کی طرف دیکھ کر درود شریف پڑھنا:- فرماتے تھے "کبھی کبھی رات کو آسمان کی طرف دیکھ کر درود شریف ضرور پڑھا کرو کیونکہ ہمیشہ رات کو مغرب کے بعد سے لے کر فجر تک جب اندھیرا رہتا ہے اللہ کی رحمتیں اور برکتیں، خیریں، خوشیاں، خوشحالیاں اور نور زمین پر نازل ہوتا ہے اور ہر وہ شخص جو رات میں چند لمحات بھی آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے درود پاک پڑھے- یہ نعمتیں اس کی طرف ہمیشہ متوجہ ہوں گی اور جو انوارات اور برکات کی بارش ہوگی اس میں اس شخص کو ضرور حصہ ملے گا"۔

5- نماز میں سجدے کی جگہ پر نظر جمانا:- فرماتے تھے کہ "جب نماز پڑھو تو عین سجدے کی طرف نظر رکھو، جہاں سجدہ ہوتا ہے اور جہاں پیشانی ٹکتی ہے۔جو شخص حالت قیام میں سجدے میں نظر رکھتا ہے اس کو شرطیہ کلمہ نصیب ہوتا ہے اور وہ شرطیہ موت کو آسان پاتا ہے"۔

6- شہادت کی انگلی ہمیشہ پاک صاف رکھتے:- شہادت کی انگلی کی بہت احتیاط کرتے تھے یہ کہتے ہوئے اس نیک جن کے بیٹے رو پڑے کہ "وہ شہادت کی انگلی کو کوشش کرتے تھے کہ ناپاک نہ ہو۔یعنی دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی ہمیشہ پاک رکھتے تھے اور ہمیشہ اس کو صاف رکھتے تھے"۔فرماتے تھے "یہی شہادت کی انگلی دراصل اللہ کی گواہی دینے کے لیے، اللہ کے ایک ہونے کی گواہی دینے کے لیے بنائی گئی ہے۔اس کو ناپاکی میں نہ ڈالو"۔

7- بیت الخلاء کی دعا نہ چھوڑنا:- اکثر کہتے تھے کہ " کبھی بھی بیت الخلاء کی دعا نہ چھوڑا کریں کیونکہ جنات تاک میں ہوتے ہیں اور نشانہ بنا کر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو بھی یہ دعا نہیں پڑتا نشانہ لیتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے اس کی زندگی میں ظلمت، نحوست اور پریشانیاں شروع ہو جاتی ہیں-

8- سوتے وقت 11 مرتبہ کلمہ پڑھنا نہ بھولیں:- انہوں نے اپنے والد جن کی ایک نصیحت بتائی اور نصیحت یہ بتائی کہ "ان کے والد جب سوتے تھے تو 11 مرتبہ کلمہ ضرور پڑھتے تھے اور پڑھ کر اپنی شہادت کی انگلی پر پھونکتے تھے اور پھونک کر دل پر ایک مرتبہ کلمہ لکھ دیتے تھے اور ماتھے پر بھی ایک مرتبہ کلمہ لکھ دیتے تھے"۔

9- گھر کو جناتی چوری، دھوکے سے بچاؤ:- ان کی زندگی کا ایک تجربہ تھا جسے اکثر وہ دہرایا کرتے تھے فرماتے تھے "اپنے گھر کو چوری سے بچاؤ، دھوکے سے بچاؤ، ڈاکے سے بچاؤ اور کسی کے آنے جانے سے بچاؤ۔ کیا تم چاہتے ہو تمہارے گھر میں غیر آتے جاتے رہیں؟؟ تمہاری بیٹیوں کی عزت سے کھیلتے رہیں"؟؟؟ اور پھر خود فرماتے تھے کہ "یہ اس وقت ہوتا ہے جب گھر میں نماز نہ پڑھی جائے، قرآن نہ پڑھا جائے۔ تو برے جنات کا اس گھر میں آنا جانا اور گزر گاہیں بن جاتی ہیں"۔

10- جنات اور انسانوں کی دعوتیں:- ان کی زندگی کا ایک معمول تھا کہ وہ ہمیشہ انسانوں کا روپ دھارتے اور وہ ایسے درویش کا روپ دھارتے تھے جس نے گدڑی پہنی ہوئی ہوتی تھی اور کھانا ساتھ لے لیتے۔ مسافر خانوں، چوراہوں، اڈوں، شاہراؤں اور پردیسی لوگوں کی جگہ پر جا کر بیٹھتے تھے۔ ان کو بلاتے، کھلاتے پلاتے۔۔۔ اور فرماتے تھے "اللہ کو اپنی مخلوق بہت پسند ہے اور اللہ پاک اپنی مخلوق کو پسند کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے لہذا میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ کے خزانوں سے اگر مجھے ملا ہے تو یہ محروم کیوں رہیں"۔

11- شہد کی مکھی سے محبت کی وجہ:- شہد کی مکھی کو بھی ہاتھ پر لیتے تھے اور اسے سورہ نحل سناتے تھے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ جب وہ سورہ نحل سناتے تھے تو شہد کی مکھی سے ان کا ہاتھ بھر جاتا، اب کا ہاتھ چھتہ بن جاتا۔ کوئی مکھی انہیں کاٹتی نہیں تھی۔ آپ ان سے فرماتے "میں تم سے محبت کرتا ہوں اس محبت کے صدقے اللہ قیامت کے دن شہد کی نہروں میں سے مجھے حصہ عطا فرمائے گا"۔ ان کا یہ عمل بہت با کمال، بے مثال تھا۔

12- قبروں سے محبت اور آیت الکرسی کا احصار:- قبروں سے بہت محبت کرتے تھے، قبروں پر اکثر جاتے تھے- فرماتے تھے "ایک مرتبہ آیت الکرسی اور کلمہ پڑھ لیا کرو اور اپنے اوپر حصار کیا کرو۔ کیونکہ قبروں کے اندر، قبروں کے باہر، قبروں کے درختوں پر جنات کا بسیرا ہے۔ جب کبھی کوئی آدمی ایسا کرتا ہے جو ناپاک ہو یا اس نے حصار نہ کیا ہو تو وہ اس کے اوپر غالب آجاتے ہیں۔ اسے بیماری، تکلیف، مشکل اور پریشانی میں ڈال دیتے ہیں اور وساوس کی وجہ سے وہ زندگی میں پریشان رہتا ہے"۔

13- رشتوں کا احترام اور اس کا فائدہ:- میرے والد رشتوں کا بہت خیال رکھتے تھے اور بہت زیادہ احترام کرتے تھے اور ان کو برداشت بہت کرتے تھے۔ رشتوں میں اگر کوئی کمی بیشی ہوتی تو ان کے مزاج میں برداشت ہوتی تھی اور احتیاط ہوتی تھی۔ درگزر کرتے، معاف کرتے۔ فرماتے تھے " مجھے جو ملا ہے تو انگری، دولت، عزت، صحت، سکون، چین اور لمبی عمر۔۔۔ یہ سب رشتوں کی وجہ سے ہوا ہے کہ میں نے ہمیشہ رشتوں رشتہ داروں کو معاف کیا، درگزر کیا، ان کی غلطیوں پر پردے ڈالے۔ اس وجہ سے رب نے مجھے رونق دی، عزت دی اور وقار دیا"۔

14- لوگوں کو سکون دے کر پر سکون ہونا:- میرے والد کی زندگی کا بہت وقت ایسا گزرا کہ انہوں نے ہر بندے کی مدد کی ہے اور شیخ ابوالحسن خواصؒ فرمانے لگے" انہوں نے مجھے متوجہ کر کے کہا کہ "جس طرح آپ کی مدد کی، آپ کی چوکیداری کی اور آپ کا تحفظ کیا۔ اس طرح ہمارے ذمے بھی یہ خدمت لگائی کہ تم نے لوگوں کو اسی طرح انسان ہوں یا جنات تحفظ دینا ہے، حفاظت کرنی ہے، ان کا ساتھ دینا ہے اور ان کو ہمیشہ سچی محبت اور پیار کے ساتھ لے کر چلنا ہے"۔

15- حروف مقطعات کی اہمیت:- ان کی زندگی میں جہاں بہت سے ذکر اذکار، معمولات اور اورادو وظائف تھے بالکل اسی طرح ان کی زندگی میں حروف مقطعات کا بہت زیادہ دخل اور حرف مقطعات کا بہت زیادہ عمل تھا۔ وہ فرماتے تھے "یہ عرش کی خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔۔۔ قدرت کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔۔۔ رب کی عنایات میں سے بہت بڑی عنایت ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ جس بندے سے راضی ہوتا ہے اس کی زبان پر حروف مقطعات آتے ہیں۔ جس بندے سے ناراض ہوتا ہے اس کی زبان سے حروف مقطعات لے لیے جاتے ہیں"۔ وہ ہمیشہ حروف مقطعات کو سینے سے لگاتے، آنکھوں سے چومتے، اور اس کا ورد کرتے تھے"۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اذان کی ابتداء

سید دو عالم خاتم النبیین ﷺ نماز کی فرضیت (فرض ہونے کے بعد) جب تک مکہ مکرمہ میں رہے بغیر اذان کے نماز ہوتی رہی۔ ہجرت کر کے جب مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو کچھ زمانے تک وہاں پر بھی بغیر اذان کے نماز ہوتی رہی۔ ہجرت کو ایک سال نہ ہوا تھا کہ اذان کا حکم آ گیا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ محبوب خُدا خاتم النبیین ﷺ نے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں قیام فرمایا تو اوقاتِ نماز معلوم کرنے کے لیے ایسی چیز مقرر نہ تھی جس سے عام طور پر نماز کے اوقات معلوم ہوتے۔ عادتِ کریمہ یہ تھی کہ کبھی تعجیل (جلدی) فرما کر نماز پڑھی اور کبھی تاخیر سے بعض صحابہؓ شرف اقتداء حاصل کرنے کے لیے وقت سے پہلے آجاتے جس سے ان کے کاموں میں فتور واقع ہوتا اور بعض صحابہ کرامؓ یہ خیال کرتے کہ نماز آپ خاتم النبیین ﷺ تاخیر سے پڑھائیں گے اپنے کاموں میں مصروف رہنے کے باعث دیر سے پہنچتے جس کی وجہ سے شرفِ اقتداء فوت ہوجاتا۔ اس چیز کو دیکھتے ہوئے مجلس مشاورت منعقد ہوئی اس چیز کو زیرِ بحث لایا گیا کہ ایسی نشانی تجویز کریں جس سے سیدِ عالم خاتم النبیین ﷺ کی نماز کا وقت معلوم ہو جائے تا کہ کسی کی بھی نماز فوت نہ ہو۔ بعض صحابہؓ نے مشورہ دیا کہ ناقوس بجا دیا جائے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس کو ناپسند فرمایا "یہ نصاریٰ کے استعمال میں ہے۔ اس لیے یہ مناسب نہیں"۔ بعض نے یہ رائے دی کہ بوق بجا دیا جائے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس کو بھی ناپسند فرمایا "یہودی اس کو استعمال کرتے ہیں"۔ بعض نے یہ رائے دی کہ دف بجا دیا جائے، آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس کو بھی ناپسند فرمایا" یہ رومیوں کا طریقہ ہے"۔ بعض نے رائے دی کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا نصب کر دیا جائے، جن لوگوں کو نظر آئے وہ دوسروں کو بھی مطلع کر دیں۔ لیکن یہ رائے بھی پسند نہ کی گئی یہاں تک کہ مجلس برخاست ہوگئی اور کسی چیز پر اتفاق رائے نہ ہو سکا۔ سیدِ دو عالم خاتم النبیین ﷺ متفکرانہ حالت میں دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ صحابی فرماتے ہیں کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے متفکرانہ حالت میں ہونے کے باعث مجھ کو بھی فکر دامن گیر ہوئی۔ رات کو سویا تو غنودگی میں دیکھا کہ ایک آنے والا آیا جو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ ایک دیوار پر کھڑا ہو گیا، اس کے ہاتھ میں ناقوس تھا۔ مَیں نے کہا "اس کو فروخت کرتے ہو"؟ اس نے کہا" کیا کرو گے"؟ مَیں نے جواب دیا" نماز کی اطلاع کے لیے بجایا کریں گے"۔ اس نے کہا" کیا مَیں تمہیں ایسی چیز بتادوں جو اس سے اچھی ہے"؟ مَیں نے کہا" ہاں بتائیے"۔ اس نے قبلہ رخ کھڑے ہو کر اَذان کہی پھر کچھ دیر کے بعد اقامت یعنی تکبیر پڑھی۔ مَیں نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خواب سُنایا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "خواب حق" ہے۔ بلالؓ کو بتا دو اس لیے کہ اس کی آواز تم سے اونچی ہے"۔ حضرت عمرؓ آواز سُن کر دوڑے ہوئے خدمتِ اقدس میں آئے اور کہا" قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے۔ مَیں نے بھی رات کو ایسا ہی خواب دیکھا ہے مگر یہ مجھ پر سبقت لے گئے"۔ مروی ہے کہ اس شب میں سات صحابہ کرامؓ نے یہ خواب دیکھا تھا اور خواب میں آنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ (سنن ابوداؤد)

اذان کن کن موقعوں پر دی جاسکتی ہے؟

(1) **آگ بجھانے کے واسطے اذان:-** آگ بجھانے کے واسطے اذان دینا مستحب ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ جب کہیں آگ لگ جائے اور بجھانے سے نہ بجھتی ہو تو اذان کہو کہ اس کی برکت سے آگ خود بخود بجھ جائے گی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سیدِ عالم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا" جب آگ دیکھو تو اللہ اکبر اللہ اکبر کی مسلسل تکرار کرو کہ یہ آگ بجھا دیتا ہے"۔ (جامع الصغیر للسیوطی)

(2) **پریشانی دُور کرنے کے لیے:-** پریشان آدمی کے کان میں اذان دینا مستحب ہے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے آپ خاتم النبیین ﷺ نے غمگین دیکھا تو اِرشاد فرمایا کہ "اے علیؓ مَیں تجھ کو غمگین پاتا ہوں اپنے کسی گھر والے سے کہو کہ تیرے کان میں اذان کہے اس لیے کہ اذان غم و پریشانی کو ختم کر دیتی ہے"۔ (مسند الفردوس)

(3) **میت کی وحشت دُور کرنے کیلئے:-** بعد دفن میت اذان دینا مستحب ہے کہ میت اس وقت سخت حزن وغم میں ہوتی ہے اور دفع غم کے لیے اذان مجرب ہے نیز مسلمان بھائی کا رنج وغم دُور کر کے اِس کو خوش کرنا اللہ تعالیٰ کو بے حد محبوب ہے۔

(4) **بارش طلب کرنے اور وبا دفع کرنے کیلئے اذان:-** اِس کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کی طرح اِمام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوں۔ اِمام سورۃ یٰسین بآواز

پڑھے اور مبین پر اذان کہے اور سب مقتدی بھی اُس کے ساتھ اذانیں کہیں اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے اپنے مکانات کی چھتوں پر تنہا یا چند اشخاص مل کر اذانیں کہیں۔ اللہ تعالیٰ اذان کی برکت سے بارش عطا فرماتے ہیں اور وبا یا بلا دُور فرما دیتے ہیں۔ بارش کو روکنے کے لیے بھی یہی طریقہ کریں۔ سیلاب کو روکنے کا بھی یہی طریقہ ہے۔

(5) **پیدائش پر اذان:-** جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُسے ہر طرح کے مرض سے بچانے کے لیے اُس کے دونوں کانوں میں آذان کہتے ہیں۔ (در المختار)

(6) **جنگل میں راستہ معلوم کرنے کے لیے اذان:-** جب جنگل میں راستہ بھول جائیں اور کوئی راہ بتانے والا نہ ہو تو اس وقت اذان کہیں، اللہ تعالیٰ اذان کی برکت سے ایک راہ بتانے والا ظاہر کردے گا۔ اس کے علاوہ دیگر امور کے واسطے بھی اذان مفید ہے۔

اگر کسی مقام پر جن سرکشی کرتا ہو تو وہاں پر اذان کہی جائے تو اذان کی برکت سے جن اپنی سرکشی سے باز آجائے گا یا اس مکان ہی کو چھوڑ دے گا۔

بدمزاج جانور کی بدمزاجی دفع کرنے کے لیے بھی اذان اس کے کان میں کہی جائے، اذان کی برکت سے بدمزاجی دُور ہوجائے گی۔

اذان کے جواب کا اسلامی طریقہ:- موذن جب اذان کہے تو سُننے والا بھی ان کلمات کو پڑھتا جائے مثلاً موذن کہے کہ اللہ اکبر اللہ اکبر تو سُننے والا بھی یہی کہے، اِسی طرح آخیر تک اذان کہے لیکن جب موذن حیّ علی الصلوٰۃ اور حیّ علی الفلاح کہے تو سُننے والا ان دونوں کلمات کے بعد **لا حول و لا قوۃ الا باللہ** کہے۔

جوابِ اذان کا ثواب:- حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے عورتوں کی جماعت کو خطاب کر کے فرمایا "اے عورتو! جب تُم بلال رضی اللہ عنہ کو اذان و اقامت کہتے سُنو جس طرح وہ کہتا ہے تُم بھی کہو، اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے لیے ہر کلمے کے بدلے ایک لاکھ نیکیاں لکھ دے گا اور ہزار درجے بلند کر دے گا اور ہزار گناہ معاف فرمائے گا"۔ (کنز العمال، کتاب الصلاۃ، آداب المؤذن، الجزء: ۷، ج ۴، ص ۲۸۷، حدیث: ۲۱۰۰۵) مقامِ غور ہے کہ اذانِ فجر میں 17 کلمے ہیں اور باقی اذانوں میں 15 کلمے، تو جس کسی نے اذانِ فجر کا جواب دیا اس کے نامہ اعمال میں 17 لاکھ نیکیاں لکھی گئیں، 17 ہزار درجے بلند کیے گئے اور 17 ہزار گناہ معاف کیے گئے۔ اور باقی 4 اذانوں کا جواب بھی دیا تو 77 لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی، 77 ہزار درجے بلند ہوں گے اور 77 ہزار گناہ معاف ہوں گے۔ اگر انسان اس کو اپنا معمول بنا لے تو ثواب کا کیا ٹھکانہ۔

آنکھیں دُکھنے کا علاج اور بینائی کی گارنٹی

1- مسجدِ مدینہ طیبہ کے امام و خطیب علامہ شمس الدین محمد بن صالح اپنی تاریخ میں حضرت مجد دمصری سے نقل کرتے ہیں کہ اُنھوں نے فرمایا جو شخص نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا ذکر پاک اذان میں سُن کر کلمے کی انگلی اور انگوٹھا ملائے اور اُنھیں بوسہ دے کر آنکھ سے لگائے تو اُس کی آنکھ کبھی نہیں دُکھے گی۔ علامہ شمس الدین صالح اور حضرت مجد دمصری نے فرمایا کہ ''جب سے مَیں نے یہ عمل شروع کیا ہے کبھی آنکھیں نہیں دُکھیں''۔

2- حضرت اِمام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص مؤذن سے اشھد ان محمد الرسول اللہ سُن کر انگوٹھے چُوم کر آنکھوں پر رکھے تو نہ کبھی وہ اندھا ہوگا اور نہ آنکھیں دُکھیں گی''۔ (مقاصدِ حسنہ، ص 391، حدیث: 1021)

آئمہ فقہاء بھی اذان میں حضور نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

محبوبِ خُدا خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے "جب موذن کی آواز سُنو جیسے وہ کہتا ہے تُم بھی کہتے رہو۔ پھر جواب سے فارغ ہو کر مجھ پر دُرود پڑھو، (جو شخص مجھ پر ایک بار دُرود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے)۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے واسطے وسیلہ طلب کرو، وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے جو بزرگانِ خُدا میں سے ایک بندے کو ملے گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ بندہ مَیں ہوں گا۔ جو شخص تُم میں سے میرے واسطے وسیلہ طلب کرے گا۔ اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی"۔ (صحیح مسلم، جلد 2 حدیث نمبر 849)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تقویٰ

لغوی معنی: -تقویٰ کے معنی ہیں نفس کو اس چیز سے محفوظ رکھنا جس سے اس کو نقصان کا خوف ہو-

شرعی معنی: -شریعت میں تقویٰ کے معنی ہیں نفس کو گناہ کے کاموں سے محفوظ رکھنا-

تقویٰ ممنوعات (جو چیزیں شریعت میں منع ہیں) کے ترک سے حاصل ہوتا ہے-

حدیث میں ہے: ''حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کا اکثر لوگوں کا علم نہیں ہے- سو جس شخص نے مشتبہات کو ترک کر دیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر لیا اور جو شخص مشتبہات (شبہ والی چیزیں) میں پڑ گیا وہ اس چرواہے کی طرح ہیں جو ممنوعہ چراگاہ کے گرد اپنے جانور چراتا ہے وہ اس خطرے میں ہے کہ اس کے جانور ممنوعہ چراگاہ میں منہ مار لیں- سنو! زمین پر اللہ کی ممنوعہ چراگاہ وہ کام ہیں جن کو اللہ نے حرام کر دیا ہے''- (صحیح بخاری، ج1 ص13)

قرآن مجید میں سورہ الاعراف، آیت نمبر 35 میں فرمان خداوندی ہے: فَمَنِ اتَّقٰی وَ اَصلَحَ فَلَا خَوفٌ عَلَیھِم وَ لَا ھُم یَحزَنُونَ

ترجمہ: ''جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا اور نیکی اختیار کی ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے''-

تقویٰ کی قسمیں:- قاضی بیضاوی لکھتے ہیں تقویٰ کی تین قسمیں ہیں:

(1) پہلی قسم یہ ہے کہ خود کو اللہ رب العزت کے عذاب سے محفوظ رکھنا- تقویٰ کی یہ قسم شرک اور کفر کو ترک کرنے سے حاصل ہوتی ہے- اس معنی میں تقویٰ کا استعمال اس آیت میں ہے: (سورہ فتح، آیت نمبر 26) ترجمہ: ''اور اللہ نے ان کو کلمہ تقویٰ پر مستحکم کر دیا''-

(2) تقویٰ کی دوسری قسم ہر گناہ سے بچنا ہے- یعنی فرض کے ترک اور حرام کے ارتکاب سے بچنا اور بعض کے نزدیک صغیرہ گناہوں سے بچنا بھی تقویٰ ہے- اس معنی میں تقویٰ کا استعمال اس آیت میں ہے (سورہ الاعراف، آیت نمبر 96) وَ لَو اَنَّ اَھلَ القُرٰی اٰمَنُوا وَ اتَّقَوا لَفَتَحنَا عَلَیھِم بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الاَرضِ

ترجمہ: ''اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے''-

(3) تقویٰ کی تیسری قسم یہ ہے کہ انسان اپنے دل و دماغ کو ہر اس چیز سے منزہ کرے جو اس کی توجہ کو اللہ کی طرف سے ہٹا سکے اور بالکلیہ اللہ کی ذات کی طرف متوجہ ہو جائے- اور یہی وہ حقیقی تقویٰ ہے جو بندے کو مطلوب ہے- اس معنی میں تقویٰ کا استعمال اس آیت میں ہے (سورہ آل عمران، آیت نمبر 102)

یٰـاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَ لَا تَمُوتُنَّ اِلَّا وَ اَنتُم مُّسلِمُونَ ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان''-

قرآن پاک میں کئی معانی پر تقویٰ کا اطلاق کیا گیا ہے-

1- خشیت اور خوف الٰہی پر:- اس آیت پر اطلاق ہے- (سورہ النساء، آیت نمبر 1)

یٰـاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُم ترجمہ: ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو''-

2- ایمان پر:- قرآن پاک کی سورہ الحجرات، آیت نمبر 3 میں تقویٰ کا اطلاق کیا گیا ہے-

اُولٰٓئِکَ الَّذِینَ امتَحَنَ اللہُ قُلُوبَھُم لِلتَّقوٰی ترجمہ: ''یہی وہ لوگ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے''-

3- توبہ پر:- قرآن پاک کی سورہ الاعراف، آیت نمبر 96 میں تقویٰ کا اطلاق کیا گیا ہے-

وَ لَو اَنَّ اَھلَ القُرٰی اٰمَنُوا وَ اتَّقَوا لَفَتَحنَا عَلَیھِم بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الاَرضِ

ترجمہ: ''اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے''-

4- اطاعت پر:- قرآن پاک کی سورہ نحل، آیت نمبر 2 میں تقویٰ کا اطلاق کیا گیا ہے-

لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاتَّقُونِ ترجمہ: ''میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھ سے ڈرو''-

5- اخلاص پر:- قرآن پاک کی سورہ حج، آیت نمبر 32 میں تقویٰ کا اطلاق کیا گیا ہے-

وَ مَن یُّعَظِّم شَعَآئِرَ اللہِ فَاِنَّھَا مِن تَقوَی القُلُوبِ ترجمہ: ''اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے''-

اللہ کے نزدیک تقویٰ کا مقام بہت بلند ہے۔

قرآن مجید سورہ نحل، آیت نمبر 128 میں فرمان خداوندی ہے: اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِینَ اتَّقَوۡا وَّ الَّذِینَ ھُم مُّحۡسِنُوۡنَ

ترجمہ: ''بیشک اللہ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں''۔

ایک اور مقام پر سورہ الحجرات، آیت نمبر 13 میں فرمان خداوندی ہے: اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ

ترجمہ: ''بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے''۔

سورہ البقرہ، آیت نمبر 2 میں فرمان خداوندی ہے: ترجمہ: ''یہ قرآن متقین کے لئے ہدایت ہے''۔

اس کا مطلب یہ کہ انسان وہی ہیں جن میں تقویٰ ہے اور جن میں تقویٰ نہیں ہے ان میں انسانیت نہیں ہے۔ یہ تقویٰ کی کیا کم فضیلت ہے؟ (تفسیر ابن کثیر ج 1 ص 161)

احادیث:

1- حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کو دیکھتا ہے نہ تمہاری صورتوں کو لیکن وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے''۔ اور آپ نے اپنی انگلیوں سے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا''۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 6542)

علامہ ابی مالکیؒ کہتے ہیں علامہ نوویؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ ''اعمال ظاہرہ سے تقویٰ حاصل نہیں ہوتا بلکہ دل میں اللہ عزوجل کی عظمت اور اس کے سمیع اور بصیر ہونے پر ایمان کی جو کیفیت ہے اس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے''۔

2- حدیث: سیدہ دُرّہ رضی اللہ عنہا بنت ابی لہب سے مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے پاس پہنچا، جب کہ آپ خاتم النبیین ﷺ منبر پر تھے اور اس نے کہا: ''اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ! کون سے لوگ بہتر ہیں''؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں میں بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والے، سب سے زیادہ تقوی والے، سب سے زیادہ نیکی کا حکم دینے والے، سب سے زیادہ برائی سے منع کرنے والے اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں''۔ (مسند احمد، حدیث نمبر 9057)

3- حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ کون سی چیز زیادہ تر لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی؟ (پھر فرمایا) اللہ کا تقوی اور حسن خلق، کیا تم جانتے ہو کہ کون سی چیز زیادہ تر لوگوں کو جہنم میں داخل کرے گی؟ (پھر فرمایا) دو چیزیں، منہ (زبان) اور شرم گاہ''۔ (مشکوۃ المصابیح، حدیث نمبر 4832)

4- حدیث: سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''اسلام (اعضاء سے متعلقہ) علانیہ چیز ہے اور ایمان دل سے متعلقہ مخفی چیز ہے''۔ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنے سینے کی طرف تین دفعہ اشارہ کیا اور پھر فرمایا: ''تقویٰ یہاں ہوتا ہے''۔ (مسند احمد، حدیث نمبر 59)

تقویٰ کی اصل خوف ہے۔ وہ خوف جو اللہ کی جلالی ذات، اس کی عظیم قدرت اور اس کے عذاب کی معرفت سے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اور معرفت کا محل دل ہے۔ اس لئے آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''تقویٰ یہاں ہے''۔

5- حدیث: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''بندہ اس وقت تک حقیقی متقی نہیں ہوسکتا جب تک کہ ان چیزوں کو ترک نہ کردے جن میں حرج نہیں، اس خوف سے کہ کہیں حرج میں نہ پڑ جائے''۔ (ترمذی، از: گلدستۂ تفاسیر/ص: ۴۸)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ''اللہ کے عذاب سے بچنے والے وہی لوگ ہیں جو اپنی خواہشات کی پیروی ترک کردیتے ہیں اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے لائے ہوئے دین کی تصدیق کرکے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید کرتے ہیں''۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: ''معصیت پر اصرار کو ترک کرنا اور اپنی عبادات پر اعتماد نہ کرنا تقویٰ ہے''۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: ''تقویٰ یہ ہے کہ لوگ تمہاری زبان پر، فرشتے تمہارے افعال میں اور مالک عرش تمہارے باطن میں عیب نہ دیکھے''۔

واقدیؒ نے فرمایا: ''تقویٰ یہ ہے کہ جس طرح تم مخلوق کے لئے اپنے ظاہر کو مزین کرتے ہو اسی طرح خالق کے لئے اپنے باطن کو مزین کرو''۔

مختصر یہ کہ: تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تم کو وہ کام کرتے ہوئے نہ دیکھے جس کام سے اس نے تمہیں منع فرمایا ہے۔

نماز با جماعت

نماز با جماعت ادا کرنے کے فضائل:

1- حدیث: حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں گھر کے اندر یا بازار (دوکان وغیرہ) میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا ثواب زیادہ ملتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص تم میں سے وضو کرے اور اس کے آداب کا لحاظ رکھے پھر مسجد میں صرف نماز کی غرض سے آئے تو اس کے ہر قدم پر اللہ تعالیٰ ایک درجہ اس کا بلند کرتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے۔ اس طرح وہ مسجد کے اندر آئے گا۔ مسجد میں آنے کے بعد جب تک نماز کے انتظار میں رہے گا۔ اسے نماز ہی کی حالت میں شمار کیا جائے گا اور جب تک اس جگہ بیٹھا رہے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے تو فرشتے اس کے لیے رحمت خداوندی کی دعائیں کرتے ہیں "اے اللہ! اس کو بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم کر"۔ جب تک کہ ریح خارج کر کے (وہ فرشتوں کو) تکلیف نہ دے"۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 477)

2- حدیث: حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا " جو شخص گھر سے وضو کر کے جماعت کے لئے نکلا۔ جب تک وضو رہے گا فرشتے سلامتی بھیجتے رہیں گے"۔ (بخاری)

3- حدیث: حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ’’جس نے نماز کے لیے وضو کیا اور وضو کی تکمیل کی، پھر فرض نماز کے لیے چل کر گیا اور لوگوں کے ساتھ یا جماعت کے ساتھ نماز ادا کی یا مسجد میں نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا۔‘‘ (صحیح مسلم حدیث نمبر 549)

4- حدیث: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا " قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان ہوگا۔ سات آدمی ایسے ہونگے جو اللہ کی رحمت کے سائے میں ہوں گے۔ ان میں ایک شخص وہ ہوگا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے کہ جب باہر آئے پھر واپس مسجد میں جانے کی خواہش ہو"۔ (بخاری شریف)

5- حدیث: بہت سی احادیث میں یہ ارشاد نبوی خاتم النبیین ﷺ آیا ہے " جب امام سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہتا ہے تو ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں۔ جس شخص کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ہو جاتی ہے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں"۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 780)

نماز با جماعت کے چھوڑنے پر گناہ اور عتاب:

1۔حدیث: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا " جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر کے نماز کو نہ جائے (گھر پر یا دکان وغیرہ پر ہی پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہ ہوگی"۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا "عذر سے کیا مراد ہے"؟ فرمایا "مرض ہو یا کوئی خوف ہو"۔ (ابوداؤد، ابوحاتم، ابن حبان)

2۔حدیث: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا " سراسر ظلم ہے، کفر ہے اور نفاق ہے (اس شخص کا فعل) جو اللہ کے منادی (یعنی مؤذن) کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے"۔ (فضائل اعمال)

3۔حدیث: حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ " میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں"۔ (بخاری و مسلم)

4۔حدیث: حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے کہ " جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں با جماعت نماز نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ اس لئے جماعت کو ضروری سمجھ، بھیڑیا اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے اور آدمیوں کا بھیڑیا شیطان ہے"۔ (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 548)

5۔حدیث: حضرت عثمانؓ نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا قول نقل کیا ہے " جس نے عشاء کی نماز با جماعت ادا کی گویا اس نے آدھی رات تک نماز ادا کی اور جس نے فجر کی نماز با جماعت ادا کی اس نے ساری رات نماز ادا کی"۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 454- ترمذی، حدیث نمبر 221- سنن ابی داؤد حدیث نمبر 555)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نماز کے چند مسائل

☆ وضو:-

ترجمہ: "اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیئے اُٹھوتو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو۔ اپنے سَروں کا مسح کرو۔ اور اپنے پاؤں کوٹخنوں سمیت دھولو"۔ (سورہ المائدہ، آیت نمبر 6)

وضو کے فرائض:- بغیر وضو کے نماز نہیں اس لئے وضو کے بعد خاص طور سے دیکھیں کہنیاں اور ٹخنے خشک نہ ہوں۔ وضو میں چار چیزیں فرض ہیں جن کے بغیر وضو نہیں۔

1۔ چہرے کا دھونا　2۔ ہاتھوں کا کلائیوں تک دھونا　3۔ سر کا مسح کرنا　4۔ پاؤں دھونا

مندرجہ بالا چاروں اعضاء کو دھونے یا مسح کرنے میں کوئی غلطی ہو جائے اور جسم کے اعضاء میں ایک سوئی کے برابر جگہ خشک رہ جائے تو وضو نہ ہوگا۔ خاص طور سے کہنیوں اور ٹخنوں کا خیال ضرور رکھا جائے۔ عام طور پر لوگ اس طرف دھیان نہیں دیتے۔ یاد رکھیں کہ کہنیوں اور ٹخنوں پر جب تک خاص طور پر گیلا ہاتھ نہ پھیرا جائے یہ دونوں جگہیں خشک ہی رہ جاتی ہیں اور اس طرح وضو مکمل نہیں ہوتا۔

وضو کی سنتیں:- 1۔ مسواک کرنا　2۔- بسم اللہ پڑھنا　3۔- ہاتھوں کا پنچوں تک دھونا (تین بار)

4۔- کلی کرنا (تین بار)　5۔- ناک میں پانی ڈالنا (تین بار)　6۔- کان کا مسح کرنا

7۔- گردن کا مسح کرنا　8۔- داڑھی کا خلال کرنا　9۔- انگلیوں کا خلال کرنا　10۔- ہر عضو کو تین تین بار دھونا

وضو کی قسمیں:- وضو کی تین قسمیں ہیں۔ فرض، واجب، مستحب

فرض: ہر قسم کی نماز، فرض نماز، سنت نماز، نفل نماز، نماز جنازہ ہر قسم کی نماز کے لئے وضو فرض ہے۔

واجب: خانہ کعبہ کا طواف کرتے وقت، قرآن کا بیان یا حدیث کا بیان کرتے وقت۔

مستحب: رات کو سوتے وقت وضو کرنا، میت کو غسل دینے کے لئے، میت کو اٹھانے کے لئے۔

تحیۃ الوضو:- مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور پھر ظاہر و باطن کے ساتھ متوجہ ہو کر دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔" (درمختار ج ص 458)

خشک ایڑیوں کا عذاب:-

1- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "ہم رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کے ساتھ مکے سے مدینے کی طرف لوٹے۔ راستے میں ہمیں پانی ملا۔ ہم میں سے ایک جماعت نے نماز عصر کے لیے جلد بازی میں وضو کیا۔ پیچھے سے ہم بھی پہنچ گئے (دیکھا کہ) ان کی ایڑیاں خشک تھیں، انھیں پانی نہیں پہنچا تھا۔ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا: "(خشک) ایڑیوں کے لیے آگ سے خرابی (آگ کا عذاب) ہے، پس وضو پورا کیا کرو"۔ [صحیح مسلم، الطھارۃ، باب وجوب غسل الرجلین بکمالھما، حدیث: 241]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو بڑی احتیاط سے، سنوار کر اور پورا کرنا چاہیے۔ اعضاء کو خوب اچھی طرح اور تین تین بار دھونا چاہیے تاکہ ذرہ برابر جگہ بھی خشک نہ رہے۔

2- ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے قدم پر ناخن کے برابر جگہ خشک چھوڑ دی۔ نبی اکرم (خاتم النبیین ﷺ) نے اسے دیکھ کر فرمایا: "واپس جا اور اچھی طرح وضو کر"۔ [صحیح مسلم، الطھارۃ، باب وجوب استیعاب جمیع اجزاء محل الطھارۃ، حدیث: 243۔]

☆ جرابوں (موزوں) پر مسح کے احکامات:-

موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ:- دائیں پاؤں کا مسح دائیں ہاتھ کی تین انگلیوں سے اور بائیں پاؤں کا مسح بائیں ہاتھ کی تین انگلیوں سے کیا جائے گا انگلیوں کو

پاؤں کی پشت سے شروع کر کے پنڈلی تک کھینچا جائے گا۔مسح کرتے وقت انگلیوں کا تر ہونا ضروری ہے۔

1- سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: " رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک سریہ (چھوٹا لشکر) بھیجا تو اسے ٹھنڈ لگ گئی، جب وہ لوگ رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے تو رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں (وضو کرتے وقت) عماموں (پگڑیوں) اور موزوں پر مسح کرنے کا حکم دیا"۔(سنن ابی داؤد، باب: مسح۔جلد اول۔حدیث نمبر 146) امام حاکم نے اور حافظ ذہبی نے اُسے صحیح کہا ہے۔ ہر اس جُراب پر مسح کرنا درست ہے جس میں پاؤں نظر نہ آئیں۔اور جراب پھٹی ہوئی نہ ہو۔

2- سیدنا صفوان بن عصال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "جب ہم مسافر ہوتے تو رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں حکم دیتے کہ ہم اپنے موزے تین دن اور تین رات تک، پیشاب، پاخانہ یا نیند کی وجہ سے نہ اتاریں، الا یہ کہ جنابت لاحق ہوجائے"۔(جامع ترمذی۔الطہارت باب المسح۔حدیث نمبر 96)

اکثر صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد کے فقہاء میں سے اکثر اہل علم مثلاً: سفیان ثوری رحمہ اللہ، ابن مبارک رحمہ اللہ، شافعی رحمہ اللہ، احمد رحمہ اللہ اور اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے کہ مقیم ایک دن اور ایک رات موزوں پر مسح کرے، اور مسافر تین دن اور تین رات۔

3- عبدالرزاق رحمہ اللہ نے کہا: ہمیں سفیان ثوری رحمہ اللہ نے عمرو بن قیس ملائی رحمہ اللہ سے حدیث سنائی، انہوں نے حکم بن عتیبہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے قاسم بن مخیمرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: "میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس موزوں پر مسح کے بارے میں پوچھنے کی غرض سے حاضر ہوا تو انہوں نے کہا: "ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کیونکہ وہ رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے"۔ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: "رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات (کا وقت) مقرر فرمایا" ۔(صحیح مسلم، باب: موزوں پر مسح، جلد اول، حدیث نمبر 639)

4- " مسح کی مدت موزے پہننے کے بعد، وضو کے ٹوٹ جانے سے نہیں بلکہ پہلا مسح کرنے سے شروع ہوتی ہے۔یعنی ایک شخص اگر نماز فجر کے لئے وضو کرتا ہے اور موزے یا جرابیں پہن لیتا ہے۔پھر نماز ظہر پڑھتے وقت اس نے موزوں یا جرابوں پر مسح کیا تو اگلے دن کی نماز ظہر تک وہ مسح کر سکتا ہے"۔(امام نووی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ اور اوزاعی رحمہ اللہ)

☆ تَیَمُّم (پانی نہ ہونے کی صورت میں)

تیمم کے فرائض تیمم کے تین فرائض ہیں:

1- تیمم کی نیت کرنا۔

دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر　2۔ چہرے کا مسح کرنا۔　3۔ دونوں ہاتھوں کا مسح کرنا۔

تیمم کی سنتیں:-

1۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا۔　2۔ ترتیب اور تسلسل کو برقرار رکھنا۔

☆ غسل

غسل کے فرائض: غسل کے تین فرائض ہیں:

1۔کلی کرنا　2۔ناک میں پانی ڈالنا۔　3۔سارے جسم پر پانی بہانا، جس میں بالوں کا دھونا اور پورے جسم کا دھونا شامل ہے۔

غسل کی سنتیں:-

1۔ استنجا کرنا۔　2۔ وضو کرنا۔

3۔ تین بار پورے جسم کو دھونا، پانی ڈالنا۔　4۔ جسم کو ملنا اور صاف کرنا۔

☆ سجدہ سہو

سہو کے لغوی معنی ہیں بھول جانا۔ اگر نماز میں بھولے سے کوئی واجب چھوٹ جائے یا کسی رکن کو دوبار کرلیا جائے یا کسی واجب کو بدل دیا جائے یا کسی واجب میں تاخیر ہوجائے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز ہوجاتی ہے۔ یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ صرف واجبات میں سہو ہونے سے سجدہ سہو کرلینے سے نماز ہو جاتی ہے۔لیکن اگر کوئی فرض ترک ہوجائے تو سجدہ سہو کرنے سے بھی نماز نہ ہوگی اور دوبارہ نماز پڑھنی پڑے گی۔

سجدہ سہو کرنے کا طریقہ: مندرجہ بالا غلطی میں سے کوئی غلطی ہوگئی، اب سجدہ سہو کا ارادہ کرلیا (دل میں)۔ سجدہ سہو ان رکعت والی نماز کی آخری رکعت میں جب التحیات پڑھ لیں تو سیدھی طرف (ایک سلام) پھیریں اور کہیں اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اس کے بعد سجدے میں جائیں۔ سجدے میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہیں اور اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھ جائیں۔ اسی طرح دوسرا سجدہ بھی کریں یعنی سیدھی طرف سلام کے بعد دو سجدے کریں) اور پھر دوبارہ التحیات پڑھیں، درود شریف پڑھیں اور نماز کو مکمل کریں۔ اگر ہم نے سوچا تھا کہ سجدہ سہو کریں گے لیکن بھول گئے اور التحیات کے بعد درود شریف یا پھر اور آگے چلے گئے تو جہاں کہیں بھی یاد آئے فوراً سیدھی طرف سلام پھیر کر دو سجدے ادا کریں۔

اگر فرض کیا کہ سجدہ سہو کرنا تھا لیکن یاد نہ رہا اور سیدھی طرف سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا تو فوراً سجدے میں چلے جائیں دو سجدے ادا کریں اور پھر التحیات پڑھیں اور نماز کو مکمل کریں۔ اگر فرض کیا سجدہ سہو کرنا تھا بھول گئے اور دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا کہ سجدہ سہو کرنا تھا تو آخیر میں دو سجدے کرلیں۔ لیکن اب نماز میں دوبارہ داخل نہیں ہونا۔ یہ آخری دو سجدے ہی سجدہ سہو کے طور پر ادا ہوجائیں گے۔

☆ امام کے پیچھے مقتدی کی نماز:-

امام کے پیچھے مقتدی نماز میں فاتحہ یا قرآن مجید کی کوئی سورت یا آیت نہ پڑھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی سنت ہے، صحابہ وائمہ کبار کا معمول ہے۔ یہ قاعدہ یاد رکھ لیں کہ اللہ سب سے بڑا ہے، اس کا فرمان سب سے بڑا ہے، جو بات قرآن سے ثابت ہو اس پر اعتراض مسلمان کا کام نہیں۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں نہ کوئی روایت پیش ہوسکتی ہے نہ کسی بزرگ کا قول۔ ہم پہلے قرآن کریم سے ہدایت لیں گے، پھر حدیث پاک سے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ.**

ترجمہ: "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"۔ (سورہ الاعراف، آیت نمبر 204)

یہ قرآن حکیم کا حکم ہے جس میں کوئی شک نہیں، واضح ہے کوئی ابہام نہیں کہ جب قرآن پڑھا جائے **تو غور سے سنو اور چپ رہو۔**

ہماری پانچ نمازیں ہیں- تین جہری اور دو خفی یا سری

فجر، مغرب، عشاء جہری نمازیں ہیں ان میں امام قرات پکار کر فرماتے ہیں-

ظہر اور عصر خفی یا سری نمازیں ہیں ان میں امام خاموشی سے تلاوت فرماتے ہیں-

1۔ جہری، یعنی بلند آواز کے ساتھ، جیسے فجر، مغرب اور عشاء 2۔ خفی یا سری، یعنی آہستہ، جیسے ظہر و عصر۔

ظہر اور عصر میں نماز میں قرات آہستہ ہوتی ہے جو سنی نہیں جاتی، فجر، مغرب اور عشا کی نمازوں میں قرات با آواز بلند ہوتی ہے جو سنی جاتی ہے۔

لہٰذا ایک ہی آیت میں دو حکم فرمائے گئے، ایک یہ کہ کان لگا کر سنو، یعنی جب آواز آئے، جیسے جہری نمازوں میں۔ دوسرا چپ رہو، یعنی جب آواز نہ آئے، جیسے سری نمازوں میں۔

حدیث پاک کی توضیح: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا: "جب تم نماز کے لیے آؤ اس وقت ہم سجدے میں ہوں۔ تو تم بھی سجدہ کرو اور اس کا شمار نہ کرنا، اور جس نے رکوع پالیا اس نے (رکعت) پالی"۔ (سنن ابی داؤد، 136:1)

اگر فاتحہ پڑھنا فرض ہو تو رکعت کیسے مل سکتی ہے؟ حالانکہ بالاتفاق رکوع میں ملنے والا رکعت پالیتا ہے۔ پتہ چلا کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا فرض نہیں۔

☆ امام کی اقتدا:-

1- اعرج رحمۃ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "امام اقتدا ہی کے لیے بنایا گیا ہے، اس لیے اس کی مخالفت نہ کرو، چنانچہ جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ **سمع اللہ لمن حمدہ** کہے تو تم **ربنا لك الحمد** کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔" (صحیح مسلم، حدیث نمبر 930)

2- سیدنا براء بن آذب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "ہم رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے نماز پڑھتے تھے پس جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو ہم آپ کے پیچھے قومے میں کھڑے ہو جاتے تھے اور پھر ہم میں سے کوئی اپنی پیٹھ سجدے میں جانے کے لیے نہ جھکاتا تھا یہاں تک کہ رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتے، پھر ہم آپ کے بعد سجدے میں جاتے تھے"۔ (صحیح بخاری، باب الاذان، حدیث نمبر 690۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 1062)

3- سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کیا "امام سے پہلے سر اٹھانے والا ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کے سر کی طرح کر دے یا اس کی شکل گدھے جیسی بنا دے"۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 691-صحیح مسلم، حدیث نمبر 963)

☆ صفوں کی ترتیب:-

1- سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "پہلے اول صف پوری کرو، پھر اسے جو پہلی کے نزدیک ہے"۔ (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر 671)

2- سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "مردوں کی صفوں میں (ثواب کے لحاظ سے) سب سے بہتر پہلی صف ہے اور سب سے بری آخری صف ہے اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بری پہلی صف ہے، اور سب سے بہتر آخری صف ہے"۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 985)

3- ابو اشہب نے ابونضرہ عبدی سے اور انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ساتھیوں کو (صف بندی میں) پیچھے رہتے دیکھا تو ان سے کہا " آگے بڑھو اور (براہ راست) میری اقتدا کرو اور جو لوگ تمہارے بعد ہوں وہ تمہاری اقتدا کریں، کچھ لوگ مسلسل (پہلی صف سے) پیچھے رہتے جائیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو (اپنی رحمت سے) پیچھے کر دے گا"۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 982) یعنی لوگ دیر سے پہنچیں گے اور آخر میں جگہ ملتے ہی نماز شروع کر دیں گے، انہیں یہ پرواہ نہیں ہوگی کہ پہلی صف میں پہنچیں تاکہ زیادہ ثواب لیں اور پھر اللہ کی رحمت سے دور ہوتے رہیں گے۔

☆ صفوں میں مل کر کھڑا ہونے کا حکم:-

حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ترجمہ "اپنی صفوں کو برابر کرو- بلاشبہ صفوں کو برابر کرنا نماز کے قائم کرنے میں سے ہے"۔ (صحیح بخاری، الآذان، باب اقامت الصلوۃ، حدیث نمبر 723-صحیح مسلم، حدیث نمبر 975)

2- سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ترجمہ "صفیں قائم کرو، کندھے برابر کرو، (صفوں کے اندر) ان جگہوں کو پر کرو جو خالی رہ جائیں، اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ، صفوں کے اندر شیطان کیلئے جگہ نہ چھوڑو۔ اور جو شخص صف ملائے گا، اللہ بھی اسے (اپنی رحمت سے) ملائے گا اور جو اسے کاٹے گا، اللہ بھی اسے (اپنی رحمت سے) کاٹ دے گا"۔ (سنن ابی داؤد حدیث نمبر 666)

☆ سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم:-

رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا" مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں، نمبر ایک پیشانی، نمبر دو دونوں ہاتھ، نمبر تین دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کے پنجوں پر اور یہ کہ ہم نماز میں اپنے کپڑوں اور بالوں کو اکٹھا نہ کریں یعنی ان کو نہ چھوئیں"۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 812،809۔صحیح مسلم حدیث نمبر 1097،1096)

ہر مسلمان بہن بھائی کے لیے ضروری ہے کہ وہ سجدے میں ان سات اعضاء کو خوب اچھے طرح مکمل طور پر زمین پر ٹکا کر رکھیں اور اطمینان سے سجدہ کریں۔ پیشانی کی ایک ہڈی، دونوں ہاتھوں کی دو ہڈیاں، دونوں گھٹنوں کی دو ہڈیاں، دونوں قدموں کے پنجوں کی دو ہڈیاں۔

پیشانی = 1 ہڈی

دونوں ہاتھ = 2 ہڈیاں

دونوں گھٹنے = 2 ہڈیاں

دونوں قدموں کے پنجے = 2 ہڈیاں

ٹوٹل = 7ہڈیاں

☆ **آیت الکرسی:-** سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، اس کو جنت مین داخل ہونے سے موت کے سوا اور کوئی چیز روکنے والی نہیں" -(السنن الکبری للنسائی، حدیث:9928) مطلب یہ ہے کہ نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے والا موت کے بعد سیدھا جنت میں جائے گا-

☆ عورت کی امامت:-

طریقہ: عورت امامت کرسکتی ہے-پہلی صف کے وسط میں دوسری مقتدی عورتوں کے ساتھ، برابر کھڑی ہو کر عورت عورتوں کی امامت کرواسکتی ہے۔(اگر عورت حافظ قران ہے تو---یعنی تراویح وغیرہ پڑھانے کے لیے)

حدیث:"رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) ام ورقہ (حافظ قرآن) سے ملنے ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے، آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے ان کے لیے ایک مؤذن مقرر کر دیا تھا، جو اذان دیتا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ اپنے گھر والوں کی امامت کریں"۔(سنن ابی داؤد، جلد اول، حدیث نمبر 592)

☆ مسافر کی نماز (قصر نماز)

1۔ شریعت میں مسافر اس شخص کو کہتے ہیں جو تین منزل تک جانے کا ارادہ کر کے اپنے وطن سے یا شہر سے نکلے۔تین منزل یعنی 48 میل سفر کا ارادہ ہو۔مسافت کے متعلق فقہا میں کچھ اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہ اڑتالیس میل کا سفر ہے اور بعض کے نزدیک ستاون میل کا۔

2۔ وطن دو قسم کے ہوتے ہیں۔ایک تو وہ جہاں اس کی مستقل سکونت ہو اسے وطن اصلی کہتے ہیں، دوسرا وہ جہاں وہ چند دن یا زیادہ دن رہنے کی نیت کرے اس کو وطن اقامت کہتے ہیں۔

3۔ وطن اصلی پر سفر سے کچھ فرق نہیں آتا یعنی جب بھی گھر واپس آئے گا پوری نماز پڑھے گا۔

4۔ اس مسافر پر نماز قصر جب واجب ہوگی جبکہ وہ 48 میل کا سفر کر کے کہیں جائے اور وہاں پر 15 دن یا 15 دن سے کم رہنے کی نیت ہو اگر بعد میں 15 دن سے 2 یا 4 دن اوپر ہو جائیں اس صورت میں بھی ان زائد دنوں میں بھی نماز قصر ہی پڑھی جائے گی۔

5۔ اگر مسافر مقیم امام کے پیچھے چار رکعت والی نماز پڑھے گا اسے امام کے پیچھے نماز قصر نہیں کرنی ہوگی۔

6۔ اگر مقیم مسافر امام کے ساتھ نماز پڑھے تو اسے چار رکعت ہی پڑھنی ہوں گی وہ مسافر امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھ کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے اور پھر اپنی دو رکعتیں اس طرح مکمل کرے کہ ان دونوں رکعتوں میں فاتحہ نہ پڑھے بلکہ بقدر فاتحہ خاموش کھڑا رہے اور باقی نماز معمول کے مطابق پڑھے (سورہ فاتحہ اس لئے نہیں پڑھے گا کیونکہ وہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی نیت کر چکا ہے اور امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے)

7۔ اگر مسافر غلطی سے چار رکعتیں پڑھ لے اور دوسری رکعت میں بقدر تشہد قعدہ کرے تو آخیر میں سجدہ سہو کرے دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل شمار ہو جائیں گے لیکن اگر دوسری رکعت میں بقدر تشہد قعدہ نہ کیا تو نماز باطل ہو جائے گی اور دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

8۔ سنتوں میں قصر نہیں ہے۔

9۔ جو نماز سفر میں قضاء ہو جائے وہ مقیم ہو جانے کے بعد قصر ہی پڑھی جائے گا۔

10- خوف یا جلدی کی وجہ سے اگر سنتیں نہ پڑھیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ بیٹھ کر نماز:-

الشیخ محمد مختار شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "ایسا معذور شخص جو کھڑے ہو کر قیام کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے گا"۔

جو شخص بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اور رکوع وسجدہ بھی کرسکتا ہے وہ بیٹھ کر ہی رکوع وسجدہ کرلے، لہٰذا جو شخص زمین پر بیٹھ کر رکوع وسجدے کے ساتھ نماز ادا کرسکتا ہے، اسکو رکوع وسجدہ کرنا فرض ہے، کیونکہ وہ اس پر قادر ہے اور یہ دونوں بھی نماز میں فرض ہیں۔

امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "جب مریض پر قیام دشوار ہوجائے تو بیٹھ کر رکوع وسجدہ کرتے ہوئے نماز پڑھے"۔ (الجوہر: ۱/۳۱۱)

اس سے معلوم ہوا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والا اگر رکوع وسجدے پر یا ان میں سے ایک پر قادر ہے تو اس کو بیٹھ کر رکوع وسجدہ کرنا لازم ہے، ورنہ اس کی نماز نہیں ہوگی۔

فرض نماز کے لئے قیام رکن کی حیثیت رکھتا ہے اس کے بغیر نماز صحیح نہ ہوگی، اس لیے کسی کے لئے بھی بیٹھ کر نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے، صرف قیام کی استطاعت نہ رکھنے والے کو اجازت ہے۔

علمائے کرام نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ فرض نماز کی تکبیر تحریمہ کے لئے کھڑے ہونا فرض ہے۔

جیسے کہ نووی رحمہ اللہ "المجموع" (3/296) میں کہتے ہیں کہ: " تکبیر تحریمہ [یعنی اللہ اکبر] کے تمام حروف کھڑے ہونے کی حالت میں کہنا واجب ہے، چنانچہ اگر کوئی ایک حرف بھی حالت قیام کے علاوہ کسی اور حالت میں کہا تو اس کی نماز بطور فرض نہیں ہوگی"۔

اگر نماز میں کچھ دیر قیام کی استطاعت بھی ہو تو اتنا ہی قیام کرلے، چاہے وہ قیام صرف تکبیر تحریمہ کہنے کی مقدار کے برابر ہو یا اس سے زیادہ--- کیونکہ شریعت میں مطلوب یہ ہے کہ قراءت کرتے ہوئے قیام کرے، چنانچہ اگر نمازی قیام یا قراءت کے کچھ حصے سے قاصر ہے تو جس قدر اس میں استطاعت ہے وہ پڑھے گا اور بقیہ حصہ اس سے ساقط ہوجائے گا۔

☆ کرسی پر نماز:

1- بلا عذر کرسی پر نماز کا حکم 2- عذر معقول کی وجہ سے کرسی پر نماز کا حکم

1- بلا عذر کرسی پر نماز کا حکم:- (بلا عذر کرسی پر نماز ناجائز ہے) اس کی کئی وجوہات ہیں:

i- ایک یہ کہ نماز میں قیام ورکوع وسجدہ فرائض میں داخل ہیں، اور بلا عذر ان میں سے کسی کو چھوڑ دینے سے نماز نہیں ہوتی، اور کرسی پر نماز پڑھنے والا ان تمام فرائض کو چھوڑ دیتا ہے، قیام کی جگہ کرسی پر بیٹھتا ہے اور رکوع وسجدہ دونوں کو چھوڑ کر محض اشارے سے ان کو ادا کرتا ہے، تو اس کی نماز کیسے ہوسکتی ہے؟

ii- دوسرے یہ کہ کرسیوں پر بیٹھ کر عبادت کرنے میں غیروں سے مشابہت پائی جاتی ہے؛ چنانچہ عیسائیوں میں رواج ہے کہ وہ اپنے چرچوں میں کرسیوں پر عبادت کرتے ہیں، اور یہ بات اسلام کی اہم تعلیمات میں سے ہے کہ غیروں کی مشابہت اختیار نہ کی جائے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا کہ: "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ"

ترجمہ: "جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ انہیں میں سے ہے"۔ (سنن ابوداؤد: حدیث نمبر 4031)

لہٰذا بلا عذر کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا ناجائز ہے، اور اس طرح نماز پڑھنے والوں کی نماز بالکل بھی نہیں ہوتی، اور اس طرح پڑھی ہوئی نمازیں ان کے ذمہ باقی رہتی ہیں۔

2- عذر معقول کی وجہ سے کرسی پر نماز کا حکم:- (عذر معقول کی وجہ سے کرسی پر نماز جائز ہے)

ہماری شریعت نہایت معتدل ہے جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط؛ اس لیے یہ بات یقینی ہے کہ عذر وتکلیف کی صورت میں اس میں تخفیف وسہولت دی جاتی ہے۔

چنانچہ شریعت کے اصول میں سے ایک اصول یہ ہے کہ اس نے بیماری وتکلیف کو تخفیف احکام کا سبب مانا ہے۔

اسی کو فقہا یوں بیان کرتے ہیں کہ: "اَلْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيْرَ" (مشقت آسانی کا باعث بنتی ہے) (الاشباہ والنظائر لابن نجیم: ۱/۷۵، الاشباہ والنظائر للسیوطی: ۱/۱۶۰)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ عذر معقول کی وجہ سے نماز کی اجازت ہے- کیونکہ فقہاء کے کلام میں یہ ضابطہ ہے کہ: **طاعت بقدر طاقت ہوا کرتی ہے۔** جب نیچے بیٹھ کر نماز کی طاقت

نہیں یا نیچے بیٹھنا بڑا مشکل ہے تو کرسی پر پڑھنے کی اجازت ایک معقول بات بھی ہے اور اصول فقہیہ کی روشنی میں شرعی بات بھی ہے۔لیکن دو باتیں ذہن نشین ہونی چاہئیں:

1- عذر موجود ہو، بلا عذر کرسی پر نماز پڑھنا گناہ بھی ہے اور اس کی وجہ سے نماز ہوتی بھی نہیں۔

2- معمولی اور چھوٹا موٹا عذر نہیں؛ بلکہ معقول و شرعاً معتبر عذر ہو۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی یا تو سکت و طاقت ہی نہ ہو، یا طاقت تو ہو؛ مگر اس سے ناقابلِ برداشت تکلیف و درد ہوتا ہو، یا زمین پر بیٹھنے سے بیماری و تکلیف کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔اس صورت میں کرسی پر نماز کی اجازت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا. ترجمہ:"اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا"-(سورہ البقرۃ، آیت نمبر 286)

ایک اور مقام پر فرمایا: مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ. ترجمہ":اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی"-(سورہ الحج، آیت نمبر 78)

حدیث: رسول اللہ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: بشروا ولا تنفروا، ویسروا ولا تعسروا، سکنوا. (متفق علیه)

ترجمہ:"لوگوں کو خوشخبری سنایا کرو (ڈرا ڈرا کر اسلام سے) متنفر نہ کرو۔اور آسانیاں پیدا کیا کرو، سختی پیدا نہ کرو۔سکون دیا کرو"۔(متفق علیہ)

کرسی پر نماز پڑھنے کا طریقہ:- شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ کہتے ہیں" زمین یا کرسی پر بیٹھ کر نماز ادا کرنے والے کے لیے ضروری اور واجب ہے کہ وہ سجدہ کرتے وقت رکوع سے زیادہ جھکے اور اس کے لیے سنت یہ ہے کہ رکوع کی حالت میں اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے لیکن سجدہ کی حالت میں اس کے لئے واجب یہ ہے کہ اگر استطاعت ہو تو ہاتھ زمین پر رکھے لیکن اگر استطاعت نہ ہو تو اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھے"۔(ماخوذ المغنی ابن قدامہ 1/ 444)

نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

ترجمہ:" مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پیشانی (پھر)، نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے ناک کی طرف اشارہ کیا، اور دونوں ہاتھ، اور دونوں گھٹنے، اور پاؤں کی انگلیاں"۔

جو شخص ایسا کرنے سے عاجز ہو اور کرسی پر بیٹھ کر نماز ادا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

ترجمہ:"تم میں جتنی استطاعت ہو اس قدر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو"۔(سورۃ التغابن، آیت نمبر 16)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نفلی عبادات

دن کی عبادات اور وظائف:

نمازِ اشراق: (دن کا پہلا وظیفہ)

اشراق کی نماز کی 8 رکعات ہیں، زیادہ تر دو اور چار رکعتیں ادا کرتے ہیں-

احادیث مبارکہ میں اشراق کی نماز پڑھنے کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے-

1- حدیث: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "جو شخص فجر کی نماز با جماعت پڑھ کر اللہ کے ذکر میں مشغول رہا یہاں تک کہ آفتاب نکل کر بلند ہو گیا پھر اس نے دو رکعت نفل پڑھے تو اسے پورے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا"- (ترمذی شریف)

2- حدیث: حضرت معاذ بن انس جہنیؓ سے مروی ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "جو شخص فجر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد مصلے پر بیٹھا رہے اس کے بعد 2 رکعت پڑھ کر مصلے سے اٹھے اور ان دونوں نمازوں کے درمیان سوائے اچھی باتوں کے اور کچھ نہ کہے تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں"- (ابوداؤد)

حضرت نافعؓ فرماتے تھے کہ حضرت عمرؓ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد طلوع آفتاب تک وہیں بیٹھے رہتے تھے- جب ان سے اس قیام کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے فرمایا" میں سنت کی پیروی کرنا چاہتا ہوں"- (غنیۃ الطالبین)

نمازِ چاشت: (دن کا دوسرا وظیفہ)

چاشت کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ 12 رکعتیں ہیں- اس نماز کی ادائیگی آفتاب کے بلند ہونے سے زوال سے پہلے تک ہے-

احادیث مبارکہ میں اس نماز پڑھنے کی بھی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے-

1- حدیث: حضرت ابوذرؓ نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے روایت کی کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: " صبح کو تم میں سے ہر ایک شخص کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ ہوتا ہے۔ پس ہر ایک تسبیح (سبحان اللہ کہنا) صدقہ ہے۔ ہر ایک تحمید (الحمد للہ کہنا) صدقہ ہے، ہر ایک تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) صدقہ ہے ہر ایک تکبیر (اللہ اکبر کہنا) بھی صدقہ ہے۔ (کسی کو) نیکی کی تلقین کرنا صدقہ ہے اور (کسی کو) برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ اور ان تمام امور کی جگہ دو رکعتیں جو انسان چاشت کے وقت پڑھتا ہے کفایت کرتی ہیں"۔ (مسلم شریف، حدیث نمبر 1671)

2- حدیث: رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں، اللہ اس کے لیے جنت میں سونے کا ایک محل تعمیر فرمائے گا-" (جامع ترمذی، حدیث نمبر 473)

3- حدیث: سیّدنا ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "جس نے چاشت کی دو رکعتوں کی حفاظت کی اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں "۔ (مسند احمد، حدیث نمبر 2248)

4- حدیث: سیدنا بریدہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "انسانی جسم میں (٣٦٠) جوڑ ہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ روزانہ ہر جوڑ کی طرف سے صدقہ کرے"۔ صحابہؓ نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ! روزانہ ہر جوڑ کی طرف سے اتنا صدقہ کون کر سکتا ہے"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" مسجد میں پڑی ہوئی تھوک کو وہیں دبا دینا بھی صدقہ ہے، راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا بھی صدقہ ہے اور اگر تجھے یہ اعمال کرنے کی طاقت بھی نہ ہو تو چاشت کی دو رکعتیں تجھ سے کفایت کریں گی (اور سارے جوڑوں کا صدقہ ادا ہو جائے گا) "۔ (مسند احمد، حدیث نمبر 3611)

5- حدیث: حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا "میں فتح مکہ کے دن حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوئی- تو میں نے اس وقت آپ (خاتم النبیین ﷺ) کو غسل کرتے ہوئے پایا- جبکہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پردہ کر رکھا تھا- فرماتی ہیں "میں نے آپ (خاتم النبیین ﷺ) کو سلام کیا "- آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے دریافت کیا "یہ کون عورت ہے"؟ میں نے خود عرض کیا "میں ابو

طالب کی بیٹی ام ہانی ہوں" ۔آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "ام ہانی کو خوش آمدید ہو" ۔ پھر جب آپ (خاتم النبیین ﷺ) غسل سے فارغ ہو گئے تو آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے ایک ہی کپڑا اپنے گرد لپیٹ کر آٹھ رکعت نماز ادا کیں ۔ جب آپ (خاتم النبیین ﷺ) نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا "اللہ کے رسول (خاتم النبیین ﷺ) میرے مادرزاد (یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) ایک آدمی کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ یہ میرے خاوند خبیرہ کا فلاں بیٹا ہے۔حالانکہ میں نے اسے پناہ دے رکھی ہے " ۔ یہ سن کر رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا "اے ام ہانی! جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی "۔حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں "یہ چاشت کی نماز تھی"۔(صحیح بخاری صفحہ نمبر 291، جلد 1، حدیث نمبر 357)

دن کا تیسرا وظیفہ:-

عصر سے پہلے کی چار سنتیں غیر موکدہ ہیں-

دن کا چوتھا وظیفہ:-

چوتھا وظیفہ عصر کے بعد سے سورج کے غروب ہونے تک ہے-یعنی تسبیح (سبحان اللہ کہنا) تحمید (الحمدللہ کہنا) اور تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا)، توبہ استغفار اور تلاوت قرآن پاک کرنا-اس وقت نفل پڑھنا منع ہیں-ہاں علماء کرام نے قضاء عمری پڑھنے کی اس وقت اجازت دی ہے-

نماز اوابین: (دن کا پانچواں وظیفہ)

مغرب کی نماز کے فرض اور سنت کے بعد یہ نماز پڑھی جاتی ہے-اس نماز کی کم سے کم چھ اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں نفل ہیں-

1-حدیث: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:"جس نے مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھیں اللہ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا"-(جامع ترمذی)

2-حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:"جس نے مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں اور ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کی، تو ان کا ثواب بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوگا"۔(جامع ترمذی)

3-حدیث: محمد بن عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو دیکھا کہ وہ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے-انہوں نے فرمایا میں نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:"جس نے مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں "۔(طبرانی)

صلواۃ الیل: (دن کا چھٹا وظیفہ)

یہ چار رکعت نماز ہیں- 2،2 کر کے پڑھی جاتی ہیں-یہ عشاء کے بعد، سونے سے پہلے پڑھی جانے والی نماز ہے-(بے حد ثواب والی نماز ہے)

شب بیداری:

قرآن پاک میں شب بیداری:

ترجمہ:''وہ رات میں کم سویا کرتے اور پچھلی رات میں استغفار کرتے''۔(سورہ الذاریات، آیت نمبر 18-17)

''ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے اور وہ خوف اور امید سے اپنے رب کو پکارتے''۔(سورہ السجدہ، آیت نمبر 16)

''وہ لوگ اپنے رب کے لئے سجدے اور قیام میں رات گزارتے ہیں''۔(سورہ فرقان، آیت نمبر 64)

''اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھا کرو، یہ خاص نماز تمہارے لئے ہے قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کر دے جہاں سب تمہاری حمد کریں''۔(سورہ بنی اسرائیل، آیت نمبر 79)

احادیث میں شب بیداری:

شیطان کی خباثت: حدیث شریف میں ہے:" جب انسان سوجاتا ہے تو شیطان اس کے سر پر تین گرہیں لگاتا ہے پھر جب وہ سو کر اٹھتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ

کھل جاتی ہے، جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، اور جب نماز پڑھتا ہے تو آخری گرہ بھی کھل جاتی ہے اس صورت میں صبح کو آدمی ہشاش بشاش ہوتا ہے ورنہ دوسری صورت میں سست اور چڑچڑا رہتا ہے"۔ (بخاری شریف، حدیث نمبر 1141)

نماز تہجد: (سب سے بہتر نماز)

حدیث: شیخ ابونصرؒ نے اپنے والد سے بالا اسناد حضرت جابر بن عبداللہؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''اگر آدمی دو رکعتیں رات کے درمیانی حصے میں پڑھ لے تو وہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے اگر میں اپنی اُمت پر اس کو بار نہ سمجھتا تو ان دو رکعتوں کو فرض قرار دیتا''۔ (مشکوۃ المصابیح، حدیث نمبر 611)

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''نمازوں کے بعد افضل نمازوں میں سے نصف رات میں پڑھی جانے والی نماز ہے''۔ (مسند احمد)

حدیث: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ (نفلی) روزے داود علیہ السلام کے روزے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ (نفلی) نماز داود علیہ السلام کی نماز ہے۔ وہ آدھی رات تک سوتے تھے اور اس کا ایک تہائی قیام کرتے تھے اور اس کے (آخری) چھٹے حصے میں سو جاتے تھے۔ اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے (روزہ نہ رکھتے) تھے''۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 2739- بخاری شریف، حدیث نمبر 3420)

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''جب رات کا تہائی حصہ باقی رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اعلان کرتا ہے" کون ہے جو مجھے پکارے؟ کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے بخشش مانگے میں اسے بخش دوں؟ کون ہے جو مجھ سے رزق مانگے میں اس کو رزق عطا کروں؟ کون ہے جو تکلیف کا ازالہ چاہے میں اس کی تکلیف دور کروں "؟ صبح تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے''۔ (بخاری شریف، حدیث نمبر 6321)

رات کی خاص ساعت: شیخ ابونصرؒ نے اپنے والد سے چند سندوں سے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ ٹھیک اس ساعت میں اگر بندہ اللہ سے کچھ مانگتا ہے تو اللہ بزرگ و برتر اسے ضرور عطا فرما دیتا ہے اور یہ ساعت ہر رات میں موجود ہے''۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 1771)

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی شب بیداری: حضرت کریبؒ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ "میں ایک رات حضرت میمونہؓ کے گھر تھا، میں بچھونے کی چوڑائی کی طرف لیٹ گیا نبی کریم ﷺ اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی زوجہ مطہرہ لمبائی کی طرف آرام فرما ہو گئے، جب آدھی رات یا اس سے پہلے یا کچھ بعد کا وقت ہوا تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ بیدار ہوئے، آپ خاتم النبیین ﷺ اٹھ بیٹھے اور ہاتھوں سے آنکھوں کو مل کر نیند کے اثرات ختم کئے، پھر سورہ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں اس کے بعد ایک لٹکے ہوئے مشکیزے کی طرف کھڑے ہوئے اور اس سے نہایت عمدہ وضو فرمایا، اور پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے نماز ادا فرمائی، حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی کھڑا ہوا اور اسی طرح کیا جو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے کیا تھا۔ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ کے بائیں پہلو میں کھڑا ہو گیا، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا اور پھر میرا دایاں کان مروڑا، (اور مجھے دائیں طرف کر دیا) چنانچہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے دو دو رکعتیں کر کے دس رکعت نماز ادا فرمائی پھر وتر پڑھ کر لیٹ گئے۔ یہاں تک کے مؤذن آ گیا اس کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ نے دو مختصر رکعتیں ادا کیں (فجر کی سنتیں) پھر مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور صبح کی نماز ادا فرمائی"۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 183)

حضرت مسروقؒ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں: "حضور نبی خاتم النبیین ﷺ کو ہر عمل پر مداومت (ہمیشگی) بہت پسند تھی "، میں نے دریافت کیا " حضور پاک خاتم النبیین ﷺ رات کے کس حصے میں اٹھتے تھے"؟ فرمایا "جب صبح کو مرغے کی بانگ سن لیتے تھے"۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 1132)

حضرت عمرؒ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں: ''رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے رات کی نماز میں ایک شخص کی قرأت سماعت فرمائی، تو ارشاد فرمایا" اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے، اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلا دی جو میں نے فلاں سورت سے حذف کر دی تھی''۔ (سنن ابی داوٗد، حدیث نمبر 1331، 3970)

نمازِ کسوف اور نمازِ خسوف: کسوف کا معنی سورج گرہن اور خسوف کا معنی چاند گرہن ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ کے زمانہ میں جس دن (آپ کے صاحبزادے) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو سورج گرہن لگا۔لوگوں نے کہا" ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن لگا ہے"۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس پر حضور نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ. لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَّ لَا لِحَيَاتِهِ. فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهَا فَافْزَعُوْا لِلصَّلَاةِ.

''بے شک سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کے مرنے جینے سے ان کو گرہن نہیں لگتا پس جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو نماز پڑھو۔'' (مسلم، الصحیح، کتاب الکسوف، باب صلاۃ الکسوف، 619:2، رقم: 901)

نمازِ کسوف کا طریقہ: جب سورج گرہن ہو تو چاہئے کہ امام کے پیچھے دو رکعتیں پڑھے جن میں بہت لمبی قرات ہو اور رکوع سجدے بھی خوب دیر تک ہوں، دو رکعتیں پڑھ کر قبلہ رُو بیٹھے رہیں اور سورج صاف ہونے تک اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں۔

سورج گرہن کی نماز کی نیت: نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز نفل کسوفِ شمس کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، پیچھے اس امام کے، رُخ میرا قبلہ کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَر۔

نمازِ خسوف کا طریقہ: چاند گرہن کے وقت بھی چاند صاف ہونے تک نماز پڑھتے رہیں، مگر علیحدہ علیحدہ اپنے گھروں میں پڑھیں، اس میں جماعت نہیں۔

چاند گرہن کی نماز کی نیت: نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز نفل خسوفِ قمر کی، واسطے اللہ تعالیٰ کے، رُخ میرا قبلہ کی طرف، اَللّٰہُ اَکْبَر۔

نمازِ جنازہ:- نماز جنازہ ہجرت کے پہلے سال مدینہ منورہ میں فرض ہوئی۔

جنازہ کی نماز فرضِ کفایہ ہے۔فرضِ کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر چند آدمی بھی پڑھ لیں تو سب بری الذمہ ہو گئے ورنہ وہ سب گنہگار رہوں گے جن کو خبر پہنچی تھی لیکن وہ نہیں آئے۔اس کے لیے جماعت شرط نہیں ایک آدمی بھی پڑھ لے تو فرض ادا ہو گیا۔اس کے دو رکن ہیں: چار بار تکبیر کہنا اور کھڑے ہو کر پڑھنا۔اس کی تین سنتیں ہیں: اللہ کی حمد و ثناء کرنا، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنا اور میت کے لیے دعا کرنا۔میت سے مراد وہ ہے جو زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا۔جو مرا ہوا پیدا ہوا اس کی نماز جنازہ نہیں۔نیز میت کا سامنے ہونا ضروری ہے غائب کی نماز نہیں۔کئی میتیں جمع ہو جائیں تو سب کے لیے ایک ہی نماز کافی ہے۔سب کی نیت کرے اور علیحدہ علیحدہ پڑھے تو افضل ہے۔

نمازِ جنازہ کا طریقہ: اس کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مرد کا جنازہ ہو تو امام سر کے بالمقابل کھڑا ہو اور اگر عورت کا جنازہ ہو تو جنازے کے وسط میں کھڑا ہو۔

اس کے بعد نمازِ جنازہ کا فریضہ ادا کرنے کی نیت اِس طرح کرے: چار تکبیریں نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ، پھر اللہ اکبر کہہ کر زیر ناف ہاتھ باندھ لے اور یہ ثنا پڑھے:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ، وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ، وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُکَ.

دوسری تکبیر ہاتھ اٹھائے بغیر کہے اور یہ درود پاک پڑھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّيْتَ وَسَلَّمْتَ وَبَارَکْتَ وَرَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِيْمَ، اِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

پھر ہاتھ اٹھائے بغیر تیسری تکبیر کہے، میت اور تمام مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت کرے۔بالغ مرد و عورت دونوں کی نمازِ جنازہ میں یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا، وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ.

''یا اللہ! تو ہمارے زندوں کو بخش اور ہمارے مُردوں کو، اور ہمارے حاضر لوگوں کو اور ہمارے غائب لوگوں کو اور ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے بڑوں کو اور ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو۔یا اللہ! تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھے تو اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو ہم میں سے موت دے تو اس کو حالتِ ایمان پر موت دے۔''

پھر یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَيْنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ.

''اے اللہ! تو ہمیں، ہمارے والدین اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔''

پھر چوتھی تکبیر بغیر ہاتھ اٹھائے کہے اور بعد ازاں اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ کہتے ہوئے دائیں بائیں سلام پھیر دے، اس کے بعد صفیں توڑ کر دعا مانگے۔

نوٹ: جنازہ کو کاندھا دینا عبادت اور بہت اجر و ثواب کا باعث ہے۔یہ جو مشہور ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے جنازے کو کندھا نہیں دے سکتا ہے، نہ منہ دیکھ سکتا ہے، نہ قبر میں اتار سکتا ہے۔۔۔یہ سب غلط ہے۔

سورہ والضحیٰ

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ

وَالضُّحٰی﴿۱﴾ وَالَّيلِ اِذَا سَجٰی﴿۲﴾ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی﴿۳﴾
قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جب وہ چھا جائے نہیں اور آپ کو چھوڑا آپ کا رب اور نہ وہ بیزار ہوا
وَلَلاٰخِرَةُ خَيرٌ لَّکَ مِنَ الاُولٰی﴿۴﴾ وَلَسَوفَ يُعطِيکَ رَبُّکَ فَتَرضٰی﴿۵﴾
اور پچھلی حالت بہتر ہے آپ کے لئے سے آپ کی پہلی حالت اور عنقریب آپ کو عطا کرے گا آپ کا رب پس آپ راضی ہو جائیں گے
اَلَم يَجِدکَ يَتِيمًا فَاٰوٰی﴿۶﴾ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی﴿۷﴾ وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغنٰی﴿۸﴾
کیا نہیں پایا آپ کو یتیم پھر اس نے ٹھکانا دیا اور پایا آپ کو بے خبر تو اس نے ہدایت دی اور پایا آپ کو مفلس تو غنی کر دیا
فَاَمَّا الیَتِيمَ فَلَا تَقهَر﴿۹﴾ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنهَر﴿۱۰﴾ وَاَمَّا بِنِعمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّث﴿۱۱﴾
تو رہا یتیم پس نہ آپ سختی کیجیے اور رہا سوالی پس نہ آپ جھڑکیے (اسے) اور جو بھی تیرے رب کی نعمت پس خوب چرچا کر

فضائل سورہ والضحیٰ :- اس سورۃ کو anxiety اور depression کی دوا بھی کہا جاتا ہے۔ اس سورۃ کو پڑھنے سے ہمارے دل کی تنگی تحلیل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سورۃ کے آغاز میں دو قسمیں کھاتے ہیں۔

1- وَالضُّحٰی (دن کی روشنی کی قسم ہے۔) 2- وَاللَّيلِ اِذَا سَجٰی (اور رات کی جب وہ چھا جائے۔)

اس سے پتہ چلتا ہے دن کی روشنی اور رات کی تاریکی دونوں کتنی Value رکھتی ہیں۔ زندگی بھی تو ایسے حالات سے گزرتی ہے۔ کبھی روشن کبھی تاریک۔ تو پتہ چلا دونوں ہی برے نہیں ہوتے ہیں۔ دونوں کا آنا لازم ہوتا ہے۔ بات یہ ہے ہمیں یقین ہونا چاہیے--- کیا یقین ہونا چاہیے؟ کہ کچھ بھی ہو۔

3- مَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَاقَلٰی (آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ بیزار ہوا ہے۔)

ہمارا رب نہ ہمیں چھوڑے گا نہ بیزار ہوگا۔ ساری دنیا چھوڑ سکتی ہے رب نہیں چھوڑے گا- جب لوگ ہمیں چھوڑ جائیں تو پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ ہمارا رب ہمیں نہیں چھوڑے گا۔

جب ہم دنیا میں خسارے میں جا رہے ہوتے ہیں۔ ہر تعلق آہستہ آہستہ ختم ہو رہا ہوتا ہے۔ تو یاد رکھیں:

4- وَلَلاٰخِرَةُ خَيرٌ لَّكَ مِنَ الاُولٰی (اور البتہ آخرت آپ کے لیے دنیا سے بہتر ہے۔)

اصل چیز تو آخرت ہے۔ دنیا میں کامیابی نہ بھی ہو، لیکن آخرت پر سمجھوتا (کمپرومائز) نہیں ہو سکتا ہے-

ہم کیوں امید کرتے ہیں کہ لوگ ہم سے راضی رہیں؟ ہم کیوں ایسے اعمال نہیں کرتے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو- ہم اللہ کے لیے کوشش کریں اللہ تسلی دیتے ہیں۔

5- وَلَسَوفَ يُعطِيكَ رَبُّكَ فَتَرضٰی (اور آپ کا رب آپ کو (اتنا) دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔)

کیا ہوا جو ساری محنت ضائع ہوگئی؟ کیا ہوا سب نے چھوڑ دیا؟ کیا ہوا مسلسل ناکامی ہے؟ کیا ہوا مسلسل تنگی ہے؟ کیا ہوا کوئی راہ نظر نہیں آتی؟

یاد رکھیں! اللہ ہمارے ساتھ ہے- وہ ہمیں بھولے گا نہیں۔ تو پھر کیا غم؟ پھر کیا پریشانی؟ تو مسکرائیے اور ہر دکھ درد اور تکلیف کو اللہ کے سپرد کر دیں--- پھر ایک سکون نازل ہوگا جو ہر چیز سے بے نیاز کر دے گا۔ (ان شاء اللہ)

حاجت طلب کے لئے سورہ والضحیٰ : کوئی بھی حاجت ہو سورہ والضحیٰ کو پڑھیں-

1- سورہ والضحیٰ میں 9 "ک" ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک "ک" پر "یَا کَرِیم" پڑھنا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس حاجت کو پورا فرمائے گا۔

2- سورہ والضحیٰ کی آیت نمبر 5 کو بار بار پڑھا جائے اول و آخر درود شریف کے ساتھ تو ہر حاجت ضرور پوری ہوگی۔ (ان شاء اللہ)

زبان کی حفاظت

1۔حدیث: حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نجات کیا ہے؟ فرمایا ''اپنی زبان کو بری باتوں سے روک لو''۔(ترمذی شریف)

2۔حدیث: حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جب انسان صبح اٹھتا ہے تو اس کے جسم کے تمام اعضاء زبان سے کہتے ہیں ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کیونکہ ہم تجھ سے وابستہ ہیں، اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے''۔(ترمذی شریف، مسند احمد)

3۔حدیث: حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جنت میں بالا خانے ہیں جن کے اندرونی حصے باہر سے اور باہر کے حصے اندر سے نظر آتے ہیں'' ایک اعرابی نے عرض کیا "یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ وہ کس کے لیے ہوں گے"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جو اچھی گفتگو کرے''(ترمذی شریف)

4۔حدیث: حضرت سفیان بن عبداللہؓ سے مروی ہے میں نے ایک مرتبہ بارگاہ رسالت میں عرض کیا ''یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ آپ خاتم النبیین ﷺ میرے لیے سب سے زیادہ خطرناک چیز اور سب سے زیادہ نقصان دہ چیز کسے تصور کرتے ہیں تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا ''اِسے''(ترمذی شریف)۔

5۔حدیث: ''ایک حدیث میں ہے کہ انسان اپنے پیر سے اتنا نہیں پھسلتا جتنا اپنی زبان سے پھسلتا ہے۔''(مشکوۃ المصابیح)

6۔حدیث: ''بخاری شریف کی ایک حدیث ہے بلاشبہ بندہ کبھی ایسا کلمہ اللہ کی ناراضگی کا کہہ دیتا ہے کہ اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا حتیٰ کہ اس کی وجہ سے دوزخ میں اتنا گہرا چلا جاتا ہے، جتنا مشرق اور مغرب میں فاصلہ ہے''(بخاری)

7۔حدیث: حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''کہ بعض اوقات بندہ بات کرتا ہے اور محض اس لیے کرتا ہے کہ اس کی وجہ سے لوگوں کو ہنسائے جبکہ اس کی وجہ سے دوزخ کی اتنی گہرائی میں جا گرتا ہے جو زمین اور آسمان کے فاصلے سے زیادہ ہے''۔(مشکوۃ المصابیح)

8۔حدیث: حضرت عثمانؓ نے فرمایا ''زبان کی لغزش قدموں کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہے''(ترمذی)

9۔حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے ''حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا، ''اچھی بات صدقہ ہے''(بخاری ومسلم)

10۔حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ یا تو بھلی بات کرے ورنہ خاموشی اختیار کرے(بخاری ومسلم)

11۔حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ مسلمانوں میں کونسے لوگ افضل ہیں؟۔فرمایا ''جن کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ ہیں''۔(بخاری ومسلم)

12۔حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے کسی نے کہا ''یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ فلاں عورت دن کو روزہ رکھتی ہے، رات تہجد پڑھتی ہے مگر بداخلاق ہے، ہمسایوں کو اپنی زبان سے ایذا دیتی ہے''۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اس میں کچھ خیر نہیں ہے۔وہ دوزخیوں میں سے ہے۔''(السلسۃ الصحیحۃ، مسند احمد)

13۔حضرت سفیانؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا "یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ مجھے ایسا امر بتائیں جسے میں مضبوطی سے پکڑ لوں"۔فرمایا" کہہ میرا پروردگار اللہ ہے، اور اس پر ثابت قدم رہ"، میں نے عرض کیا "یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ میرے بارے میں آپ خاتم النبیین ﷺ کو کس چیز کا زیادہ خطرہ ہے وہ کیا چیز ہے"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا ''وہ یہ ہے''(ترمذی)

14۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ گفتگو زیادہ نہ کیا کرو، کیونکہ ذکر کے علاوہ زیادہ کلام کرنے سے دل سخت ہو جاتا ہے اور لوگوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ دور وہ شخص ہوتا ہے جس کا دل سخت ہو''(ترمذی)

15۔حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جس کو اللہ تعالیٰ نے زبان اور شرم گاہ کی برائی سے محفوظ رکھا وہ جنت میں داخل ہوگا'' (ترمذی)

16۔حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں میں نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سے پوچھا" یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نجات کیا ہے"؟ فرمایا ''اپنی زبان کو کنٹرول کرو اور تمہارا گھر تمہیں اپنے اندر سمالے (یعنی فتنہ اور شر سے بچتے ہوئے گھر پر رہو) اور گناہوں پر روتے رہو'' (ترمذی)

17۔حضرت معاذؓ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے جانثار صحابہ میں سے تھے وہ فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے عرض کیا ''یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے دوزخ سے دور کردے اور جنت میں داخل کردے''۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اے معاذؓ تم نے ایک عظیم سوال کیا ہے۔البتہ یہ اس کے لیے آسان ہے جسے اللہ توفیق عطا فرمائیں''۔پھر فرمایا: ''تو اللہ کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، نماز قائم کر، زکوٰۃ ادا کر، رمضان کے روزے رکھ، بیت اللہ کا حج کر (اگر استطاعت ہو تو)، پھر فرمایا ''کیا میں تجھے خیر اور نیکی کے دروازے نہ بتادوں؟ یاد رکھ، روزہ آتش جہنم سے ڈھال ہے۔صدقہ کرنا گناہ کے اثر کو زائل کردیتا ہے جیسے پانی آگ کو اور رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنا'' پھر فرمایا ''کیا میں تمہیں دین کا سر، اس کا ستون، اس کی بلندی نہ بتادوں؟ دین کی جڑ اسلام ہے۔اس کا ستون نماز ہے۔اور اس کی کوہان جہاد ہے''۔پھر فرمایا ''کیا میں اس چیز کی تجھے خبر نہ دوں جس کے ذریعے تو ان سب پر قابو پاسکے''؟۔میں نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ضرور۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا ''اس کو اپنے لیے وبال بننے سے روکے رکھنا'' میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کیا زبانوں پر بھی (کلام پر بھی) ہماری گرفت ہوگی''؟۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اے معاذ میں تو تجھے بہت عقلمند آدمی سمجھتا تھا'' پھر فرمایا ''لوگوں کو جہنم میں منہ کے بل گرانے والی جو چیز ہوگی وہ ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیاں ہی تو ہوں گی'' (ترمذی)

18۔حضرت علیؓ کا فرمان ہے ''زبان وہ درندہ ہے کہ چھوڑ دو تو کاٹ کھائے اور آپؓ کا فرمان ہے بہت سے الفاظ نعمتیں چھین لیتے ہیں''۔

19۔حضرت عیسیٰؑ کی خدمت میں جا کر کچھ لوگوں نے عرض کیا کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے جنت مل جائے، آپؑ نے فرمایا ''کبھی مت بولو'' لوگوں نے کہا ایسا تو نہیں ہوسکتا آپؑ نے کہا پھر ''اچھی بات کے علاوہ منہ سے کچھ نہ نکالو''۔

20۔امیر المومنین سیدنا عمر بن خطابؓ نے دیکھا کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر کھینچ رہے ہیں، پوچھا ''اے نائب رسول خاتم النبیین ﷺ یہ آپ کیا کر رہے ہیں''؟ فرمایا ''اس نے مجھے ناکوں چنے چبوائے ہیں'' اور میں نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے سنا فرما رہے تھے کہ ''جسم میں کوئی عضو ایسا نہیں جو زبان کی تیزی کی شکایت اللہ تعالیٰ سے نہ کرتا ہو''۔(السلسلة الصحيحة)

21۔امیر المومنین عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں ''اگر انسان میں 9 حصے اخلاق حسنہ ہوں اور ایک حصہ اخلاق بد تو یہ دسواں حصہ نو حصوں پر غالب آجائے گا''

22۔حضرت راہب بن وردؒ فرماتے ہیں ''عافیت کے 10 حصہ ہے ہیں اس میں سے 9 حصے صرف خاموشی میں ہیں اور ایک حصہ لوگوں سے دور بھاگنے میں ہے''

23۔حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا ''اللہ کے ذکر کے علاوہ کوئی ذکر کثرت سے نہ کرو، ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور سخت دل اللہ تعالیٰ سے دور ہوتے ہیں لیکن تمہیں اس کا علم نہیں ہے''۔

24۔کہتے ہیں حکیم لقمان علیہ السلام غلام تھے پہلی حکمت جوان پر ظاہر ہوئی وہ یہ تھی کہ ایک دن ان کے آقا نے کہا لقمانؑ ایک بکری ذبح کرو اور اس کے گوشت کا بہترین حصہ (ٹکڑا) ہمارے پاس لاؤ۔آپؑ نے بکری ذبح کی اور اس کا دل اور اس کی زبان لا کر آقا کے سامنے رکھ دیئے۔ایک بار پھر آقا نے کہا اے لقمانؑ ایک بکری ذبح کرو اور اس گوشت کا بدترین ٹکڑا ہمارے پاس لاؤ۔آپ نے بکری ذبح کی اور پھر اس کا دل اور زبان لا کر آقا کے سامنے رکھ دیئے۔آقا نے وجہ پوچھی تو فرمایا ''مالک یہ دونوں بہتر ہوں تو پورے بدن میں ان سے بہتر کوئی حصہ نہیں اور اگر یہی خراب ہو جائیں تو پورے بدن میں ان سے بڑھ کر برا حصہ کوئی نہیں''۔

25۔حضرت ربیع بن خثیمؒ جب صبح کو اٹھتے تو کاغذ قلم اپنے پاس رکھتے اور جتنی باتیں دن میں کرتے، اسے لکھ لیتے رات کو دیکھتے کہ ان باتوں میں کونسی ایسی بات ہے جو نہ کرتا تب بھی کام چل جاتا، پھر اپنا محاسبہ کرتے انہوں نے چالیس برس تک یہ محاسبہ کیا۔مرتے وقت اپنی زبان مبارک نکال کر فرمایا ''یہ مجھے مصائب میں گرفتار کروائے گی''۔

****

مسواک (ایک اہم سنت)

مسواک کرنا نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔

احادیث مبارکہ:

1-حدیث: رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "چار باتیں انبیاء ورسل کی سنت میں سے ہیں:

i-حیاء کرنا ii-عطر لگانا iii-مسواک کرنا iv-نکاح کرنا"۔(جامع ترمذی، حدیث نمبر 1080-مسند احمد، حدیث نمبر 685-مشکوۃ المصابیح، حدیث نمبر 382)

2-حدیث: رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "اگر مجھے اپنی امت یا لوگوں کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے لیے ان کو مسواک کا حکم دے دیتا"۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر 887)

3-حدیث: سیدنا ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "اگر مجھے اپنی امت پر مشقت ڈالنے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے لیے وضو کرنے، ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے اور نماز عشا کو ایک تہائی رات تک مؤخر کرنے کا حکم دے دیتا"۔(مسند احمد، حدیث نمبر 720)

4-حدیث: حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: "نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ مسواک کر کے مجھے دھونے کے لیے دیتے تو میں خود اس سے مسواک شروع کر دیتی پھر اسے دھو کر آپ خاتم النبیین ﷺ کو دے دیتی"۔(سنن ابی داؤد:52)

5-حدیث: "نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ جب بھی رات کو یا دن کو سو کر اٹھتے تو وضو کرنے سے پہلے مسواک کرتے تھے"۔(سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 57)

6-حدیث: سیدنا ابوبکر صدیق ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "مسواک کرنا منہ کو پاک کرنے والا اور ربّ تعالی کو راضی کرنے والا عمل ہے"۔(مسند احمد، حدیث نمبر 550)

7-حدیث: رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "مسواک کرو اس لیے کہ مسواک منہ کو پاک کرنے کا ذریعہ اور اللہ تعالی کی رضامندی کا سبب ہے، جبرائیل علیہ السلام جب بھی میرے پاس آئے تو انہوں نے مجھے مسواک کی وصیت کی، یہاں تک کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں میرے اور میری امت کے اوپر اسے فرض نہ کر دیا جائے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ مجھے ڈر ہے کہ میں اپنی امت کو مشقت میں ڈال دوں گا تو امت پر مسواک کو فرض کر دیتا، اور میں خود اس قدر مسواک کرتا ہوں کہ مجھے ڈر ہونے لگتا ہے کہ کہیں میں اپنے مسوڑھوں کو نہ چھیل ڈالوں "۔(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 289)

8-حدیث: رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

" کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مسواک کرنا، مونچھ کاٹنا، ناخن کاٹنا، بغل کے بال اکھیڑنا، ناف کے نیچے کا بال صاف کرنا، انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، اور وضو کے بعد شرمگاہ پر پانی کا چھینٹا مارنا، اور ختنہ کرانا فطرت میں سے ہیں "۔(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 294)

9-حدیث: حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"دو رکعتیں جو مسواک کر کے پڑھی جائیں افضل ہیں مسواک کے بغیر ستر رکعتوں سے"۔(ابونعیم)

10-حدیث: سیدنا ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا، مسواک کی، خشبو لگائی، عمدہ کپڑے پہنے، نماز پڑھی اور امام کے بعد خاموش رہا تو اللہ عزوجل اس کے تمام گناہوں کو جو اس سے پورے ہفتے میں ہوئے تھے معاف فرما دیتے ہیں"۔(شرح معانی الآثار)

صحابہ کرام ؓ اور مسواک:

رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی پیاری پیاری سنتوں پر صحابہ کرام ؓ خوب عمل کیا کرتے تھے۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ مسواک کو اپنے پاس رکھا کرتے تھے تاکہ جب بھی مسواک کی ضرورت ہو مسواک کی جا سکے۔آپ خاتم النبیین ﷺ کے اس عمل مبارک کو دیکھتے ہوئے صحابہ کرام ؓ بھی مسواک کو اپنے پاس رکھتے تھے۔

1-ترمذی نے حضرت ابوسلمہ ؓ سے حضرت زید ؓ کا یہ معمول نقل کیا ہے" وہ کانوں پر مسواک رکھا کرتے تھے جبکہ صحابہ کرام ؓ عمامہ مبارک کے بیچ میں بھی مسواک رکھا

کرتے تھے" -(شامی)

2-حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ:" مسواک کو لازم کرلو- اس میں غفلت نہ کرو چونکہ مسواک میں 24 خوبیاں ہیں اور سب سے بڑی اور اہم خوبی یہ ہے کہ اس سے اللہ راضی ہوتا ہے، مالداری اور کشادگی پیدا ہوتی ہے، مسوڑے مضبوط ہوتے ہیں، منہ میں خوشبو پیدا ہوتی ہے، درد میں سکون ہوتا ہے، داڑھ کا درد ٹھیک ہوجاتا ہے اور چہرے کے نور اور دانتوں کی چمک کی وجہ سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں"-(قشیری)

3-حضرت حسان بن عطیہؒ فرماتے ہیں کہ:"مسواک کرنا نصف ایمان ہے اور وضو بھی نصف ایمان ہے"-(شرح احیاء)

4-حضرت عائشہ ؓ کا فرمان ہے:" مسواک موت کے علاوہ ہر چیز (ہر مرض) سے شفا ہے"-(دیلمی)

5-حضرت علیؓ کا قول ہے:"تمھارے منہ قرآن پاک کے راستے ہیں اس لئے ان کو مسواک کے ذریعے خوب صاف کیا کرو"-(ابونعیم، ابن ماجہ)

6-حضرت علیؓ کا قول ہے:"مسواک حافظہ کو تیز کرتی ہے اور بلغم کو ختم کرتی ہے"-(مراقی الفلاح)

تحقیق کے مطابق دانتوں کے ایک ڈاکٹر نے بتایا کہ مسواک اور دانت لازم وملزوم ہیں- مسواک میں کیلشیم اور فاسفورس وافر مقدار میں ہوتی ہے- اس لئے پیلو کا درخت جس کی مسواک سب سے اچھی ہوتی ہے- وہ قبرستان میں اگتا ہے- کیلشیم اور فاسفورس کی موجودگی میں دانتوں میں جراثیم نہیں رہتے-

دو چیزوں میں جراثیم کبھی نہیں رہتے: 1- مٹی کا برتن 2- مسواک

مسواک کرنے کا طریقہ:

☆ مسواک کو اس طرح پکڑیں کہ چھوٹی انگلی مسواک کے نیچے آئے اور درمیان کی تین انگلیاں اوپر اور انگوٹھا سرے پر ہو-

☆ ناقابل استعمال مسواک کو کوڑے میں نہ پھینکیں بلکہ پانی میں بہادیں یا کسی کیاری، گملے یا مٹی میں دفن کردیں-

مسواک کرنے کے فائدے:

مسواک کے وہ فضائل جن کو آئمہ کرام ؒ نے حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عطاؒ سے نقل کیے ہیں مندرجہ زیل ہیں:

1-مسواک کو لازم کرلو اس میں پروردگار کی خوشنودی ہے-

2-مسواک کیا کرو اس سے نماز میں ننانوے سے لے کر چار سو گناہ تک اضافہ کیا جاتا ہے-

3-مسواک دانتوں کو مضبوط کرتی ہے، بینائی کو تیز کرتی ہے، بلغم کو ختم کرتی ہے اور معدہ کو ٹھیک رکھتی ہے- اس طرح تمام جسم کو قوت عطا کرتی ہے-

4-مسواک دانتوں کو سفید کرتی ہے، حلق اور زبان کو صاف کرتی ہے، منہ کو خشبودار بناتی ہے، رطوبت کو دور کرتی ہے، سمجھ کو تیز کرتی ہے اور بینائی کے لئے فائدہ مند ہے-

5-مسواک ذہن کو صاف کرتی ہے- فرشتوں اور انبیاء کرام علیہ السلام کو خوش کرتی ہے-

6-مسواک کرنے والے سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں اور انبیاء کرام علیہ السلام اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں-

7-مسواک کرنے سے سر کا درد، بلڈ پریشر اور پیٹ کا درد ختم ہوجاتا ہے اور مسواک بڑھاپے کو دیر سے لاتی ہے-

8-مسواک نزاع کے وقت کلمہ شہادت یاد دلاتی ہے اور حالت نزاع کو جلد ختم کرنے والی ہے-

9-ہر روز فرشتے اس کو انبیاء کرام علیہ السلام کے طریقے پر چلنے والا کہتے ہیں-

10-مسواک پر ہمیشگی اختیار کرنے سے کشادگی اور مالداری پیدا ہوتی ہے اور روزی آسان ہوجاتی ہے-

عرب لوگ ہر عمل اور ہر نماز سے پہلے مسواک کرتے ہیں اس لئے کہ ان کی ہڈیوں اور خون میں مسواک رچ بس گئی ہے-

اللہ عزوجل ہم سب کو بھی اس اہم سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے-(آمین)

****

موسیقی کی حُرمت

تمام مسلمانوں کے لیے آخری اتھارٹی قرآن وحدیث ہے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ہے: ’’ خبردار رہو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اسکے ساتھ ویسی ہی ایک اور چیز ہے۔ خبردار ایسا نہ ہو کہ کوئی پیٹ بھرا شخص اپنی مسند پر بیٹھا ہوا یہ کہنے لگے کہ بس تم قرآن کی پیروی کرو جو کچھ اس میں حلال ہے اسے حلال سمجھو اور جو کچھ اس میں حرام ہے اسے حرام سمجھو حالانکہ دراصل جو کچھ اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ حرام قرار دیں وہ ویسا ہی حرام ہے جیسا اللہ کا حرام کیا ہوا‘‘۔ (ابوداؤد۔ کتاب سنہ)(مشکوۃ ،جلد اول، حدیث نمبر 163)

اس حدیث کو عصر حاضر کے محدث شیخ ناصر الدین ربانی نے اپنی کتاب صحیح سنن ابوداؤد میں صحیح قرار دیا ہے)

ترجمہ: " کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو پھر اسے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی نافرنی کرے گا تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا‘‘۔ (سورۃ الاحزاب آیت نمبر 36)

موسیقی اور گانا بجانے کے متعلق قرآن پاک کا فیصلہ۔

1- قرآن پاک سے پہلی دلیل: سورۃ لقمان آیت نمبر 6 میں فرمان خداوندی ہے ترجمہ: ’’بعض لوگ ایسے ہیں جو کلام دلفریب (لھوالحدیث) خریدتے ہیں۔ تا کہ بغیر کسی دلیل کے اللہ کی راہ سے بھٹکائیں۔ اور اسے مذاق بنائیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے‘‘۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ لھوالحدیث کی تشریح کرتے ہیں کہ اس سے مراد گانا بجانا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ کلمہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے تین بار دہرایا۔

علامہ ابن جریر طبریؒ اپنی تفسیر’’جامع البیان‘‘ میں لکھتے ہیں کہ مفسرین کے مطابق’’ لھوالحدیث‘‘ کی اصلاح تین معنوں میں استعمال کی جاسکتی ہے۔ **1**۔ گانا سننے اور گانا گانے کے معنی میں۔ 2۔ گانا گانے والے مرد اور عورت کی خدمات حاصل کرنے کا کاروبار کرنا۔ 3۔ آلات موسیقی کی خریداری۔ (تفسیر طبری)

2- قرآن پاک سے دوسری دلیل: سورۃ نجم آیت نمبر 59_62 میں فرمان خداوندی ہے:

ترجمہ:’’اب کیا یہ وہی باتیں ہیں جن پر تم اظہار تعجب کرتے ہو؟ اور ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور گانا بجا کر اسے ٹالتے ہو۔ جھک جاؤ اللہ کے آگے اور اس کی بندگی بجالاؤ‘‘

3- قرآن پاک سے تیسری دلیل۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 64 میں فرمان خداوندی ہے:

ترجمہ:’’تُو (شیطان) جس جس کو اپنی آواز سے پُھسلا سکتا ہے۔ پُھسلا لے ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لا۔ مال اور دولت میں ان کے ساتھ سانجھا لگا اور ان کو وعدوں کے جال میں پھانس۔ اور شیطان کے وعدے ایک دھوکے کے سوا کچھ نہیں‘‘۔

حضرت ابن عباسؓ ،حضرت حسن بصریؒ ،حضرت ضحاکؒ اور حضرت مجاہدؒ کے مطابق اس سے ہوا والے آلات مراد ہیں۔ یعنی دف ،ڈھول اور بانسری وغیرہ۔ ابن عباسؓ کے مطابق اس سے مراد ہر وہ آواز ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی طرف دعوت دے۔

موسیقی اور گانا بجانے سے متعلق حدیث کا فیصلہ۔

حدیث نمبر 1: حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ’’عنقریب میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں کو حلال سمجھیں گے‘‘۔ (مشکوۃ)

حدیث نمبر 2 : حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:’’عنقریب میری امت کے لوگ شراب پیئیں گے اور اس کا نام بدل دیں گے۔ ان کے سروں پر ناچ گانے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو زمین میں دھنسادے گا۔ اور ان میں سے بعض کو خنزیر اور بندر بنادے گا‘‘۔ (سنن ابن ماجہ:4020- جامع ترمذی:2212)

حدیث نمبر 3: نبی خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا’’ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے شراب۔ جوئے اور طبلہ کو حرام فرمایا ہے نیز ہر نشہ آور چیز حرام ہے‘‘۔ (مسند احمد۔ جلد 7، حدیث نمبر 7514)

حدیث نمبر 4 : حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:’’ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری امت پر شراب جوئے اور بانسری کو حرام کیا۔ اور مجھے ان چیزوں کے بدلے میں وتر کی نماز سے نوازا گیا‘‘۔ (جامع صغیر شیخ ناصر الدین بانی)

حدیث نمبر 5 : حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''دو قسم کی آوازیں ایسی ہیں جن پر دنیا اور آخرت دونوں پر لعنت کی گئی ہے۔ (1) ایک تو خوشی کے موقع پر گانے بجانے کی آواز (2) مصیبت کے وقت نوحہ کی آواز''۔ (اس حدیث کو حضرت انسؓ سے علامہ سیوطیؒ نے جامع صغیر میں صحیح قرار دیا۔)

حدیث نمبر 6: حضرت علیؓ سے روایت ہے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ ''میں آلات موسیقی توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہوں''۔ (مشکوٰۃ المصابیح:3654)

حدیث نمبر 7: حضرت نافعؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک مرتبہ ایک چرواہے کی بانسری کی آواز سنی تو اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنی سواری کو راستے سے موڑ لیا پھر کہنے لگے ''نافع آواز آرہی ہے''؟ میں نے عرض کی "جی" آپؓ چلتے رہے حتی کہ میں نے عرض کیا کہ ''اب آواز نہیں آرہی ہے''۔ تو آپؓ نے اپنے کانوں سے انگلیاں ہٹا لیں اور پھر اس راستے پر آ گئے۔ پھر فرمایا ''میں نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو دیکھا تھا آپ خاتم النبیین ﷺ نے چرواہے کی بانسری کی آواز سن کر ایسا کیا تھا''۔ (اس حدیث کو ابن حجر عسقلانیؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔(سنن ابی داود، جلد 4 ، حدیث نمبر 4924، ابن ماجہ جلد سوئم۔ حدیث نمبر 1901)

حدیث نمبر 8: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اس امت میں زمین میں دھنسنے، صورتیں مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش ہونے کے واقعات ہوں گے''۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے پوچھا " یارسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) ایسا کب ہوگا" ؟ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جب باجوں کا رواج اور گانے والی عورتوں کا رواج عام ہوجائے گا اور کثرت سے شرابیں پی جائیں گی۔" (السلسلۃ الصحیحۃ :2695)

قرآن پاک میں اسلام کا ایک طریقہ بتایا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ '' برائی کو سر اٹھانے سے پہلے ہی دبا دیا جائے۔''

علامہ ابن قیمؒ ۔ اسلام کی اس پیش بندی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ اسلام کے بعض علماء کے نزدیک ''دف کا استعمال مکروہ ہے۔''

اس لئے کہ احتیاطاً بعض مباحات (جائز چیزیں) بھی منع ہیں کہ یہ معاشرے میں ناجائز اعمال کا دروازہ کھل جانے کا باعث بن سکتے ہیں۔ قرآن پاک سورۃ شعرا آیت نمبر 227۔224 ترجمہ: ''اور شاعروں کی اتباع گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ شاعر تمام وادیوں میں گھومتے ہیں (ہر کسی کا قصیدہ کہتے ہیں) اور وہ لوگ وہ کہتے ہیں جو وہ خود نہیں کرتے سوائے ان کے جو ایک اللہ (واحد) پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اعمال صالح کرتے ہیں۔ اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں''۔

مندرجہ بالا آیات میں شاعروں میں سے وہ شاعر شامل نہیں جو کثرت سے ذکر اللہ میں مصروف رہتے ہیں اسلام میں ایسے شاعر کم ہیں بہرحال ان پر اسلامی قانون کے تحت کوئی بندش نہیں ایک عظیم صوفی شاعر (برصغیر کے) سلطان باہو نے اپنے ایک شعر میں فرمایا۔

جودم غافل سو دم کافر

مرشد ایہہ پڑھایا ہو

ترجمہ: ''جو لمحات اللہ کے ذکر سے غافل کریں وہ دراصل نافرمانی میں گزرے یہ سبق میرے مرشد نے پڑھایا ہے''۔

قرآن کلام رحمان اور موسیقی کلام شیطان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دو طرح کی قوتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ 1۔ روح ملائکہ اور 2۔ روح بہیمہ (جانوروں والی روح)

اگر موسیقی ملکوتی روح پر اثر انداز ہوتی تو جانور موسیقی کا اثر قبول نہ کرتے مگر یہ مشاہدے کی بات ہے کہ موسیقی جانوروں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ موسیقی کے زیر اثر اونٹ تیز بھاگتے ہیں۔ گائے دودھ زیادہ دیتی ہے۔ سور چارہ زیادہ کھاتے ہیں۔ سانپ بانسری کی دھن پر مسحور ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن قیمؒ کہتے ہیں موسیقی سننے سے جو چیز سرور پاتی ہے وہ انسان کی حیوانی روح ہے۔ روح ملکیہ نہیں ہے۔ موسیقی سننے سے حیوانی روح سکون پاتی ہے۔ اور روح ملکیہ عارضی طور پر مصروف ہوجاتی ہے۔ روح ملکیہ یہ سکون قرآن سن کر پاتی ہے۔ قرآن ایک آسمانی الہام ہے۔ اسی طرح ہماری روح بھی آسمانی ہے۔ لہٰذا ذکر اللہ ہماری ملکیہ روح کو غذا فراہم کرتا ہے اس لیے سماع اگر عشق حقیقی پر مبنی ہے تو وہ جائز ہے۔ (صوفی شاعر عارفانہ کلام پڑھنے والے)

موسیقی سے متعلق صحابہ کرامؓ، اور اسلامی سکالرز کا نقطہ نظر: تمام صحابہ کرامؓ اس بات پر متفق ہیں کہ موسیقی، موسیقی کے آلات، گانا بجانا اور ناچ اسلام میں ممنوع ہیں۔

1۔ **حضرت عبداللہ بن مسعودؓ:** آپ خاتم النبیین ﷺ کے نامور صحابیؓ موسیقی اور موسیقی کے آلات کے متعلق کہتے ہیں۔ ''گانا بجانا دل کے اندر نفاق پیدا کرتا ہے''۔

(دارلبیان جلد 1)

2۔ **حضرت عبداللہ بن عباسؓ**: ''دف بجانا منع ہے اور آلات موسیقی کا استعمال بھی منع ہے''۔ (علامہ ابن القیمؒ دارالبیان)

3۔ **قاسمؒ ابن محمد**: حضرت عائشہؓ کے بھتیجے قاسمؒ ابن محمد تھے۔ان کا شمار مدینہ کے سات بڑے فقہاء میں ہوتا تھا۔ایک مرتبہ ایک صاحب نے ان سے موسیقی اور گانے کے بارے میں سوال کیا۔تو قاسمؒ نے جواب دیا کہ ''میں اس کو ناپسند کرتا ہوں اور لوگوں کو گانے بجانے سے منع کرتا ہوں''۔اس آدمی نے مزید پوچھا: حضور کیا یہ مطلق حرام ہے؟

امام قاسمؒ نے جواب دیا: ''بھتیجے میری بات غور سے سن۔ کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حق کو باطل سے الگ کر کے دکھائیں گے تو تم خود سوچو کہ اس وقت اللہ تعالیٰ موسیقی اور اس کے آلات اور گانا بجانے والے کو کس پلڑے میں رکھیں گے؟''

4- **حضرت حسن بصریؒ**:۔ ''دف بجانے کا مسلمانوں کے معمولات سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔اور عبداللہ ابن مسعودؓ کے شاگرد اسے توڑ دیا کرتے تھے''۔

آئمہ اربعہ کی رائے (چاروں اماموں کی رائے)

1۔ **حضرت امام ابو حنیفہؒ** :۔امام ابو حنیفہؒ کی رائے کے مطابق ہر قسم کے موسیقی کے آلات ہاتھ سے بجانے والے ڈھول، طبلے، حتیٰ کہ چھڑیوں کے ٹکرانے سے آواز یا ساز پیدا کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

2۔ **امام شافعیؒ**:۔امام شافعیؒ کے مطابق موسیقی حرام ہے اور گانا ایک مکروہ عمل ہے۔

3۔ **امام مالکؒ**:۔آلات موسیقی اور موسیقی حرام ہیں۔امام مالکؒ کے نزدیک موسیقی حرام ہے۔

4۔ **امام احمد بن حنبلؒ**: امام ابن جوزی اپنی کتاب ''تلبیس ابلیس'' میں لکھتے ہیں کہ امام صاحب کے نزدیک موسیقی اور گانا بجانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے اور ان کے بیٹے عبداللہؒ کا کہنا ہے کہ وہ موسیقی کو ناپسند کرتے تھے۔(امام احمد بن حنبلؒ)

5۔ **حضرت ضحاکؒ**:۔ ''موسیقی اور گانا بجانا دولت کی تباہی اللہ کی ناراضگی اور دل کی بربادی کا ذریعہ بنتے ہیں''۔ (علامہ عبدالرحمان، تلبیس ابلیس)۔

6۔ **حارث ابن اسد المحاسبیؒ**: ''ہمارے لیے آلات موسیقی اور موسیقی اور گانا بجانا ایسا حرام ہے۔جیسے کہ مردہ جانور کا گوشت کھانا''۔

تاہم اسلامی سکالرز کی ایک بہت ہی قلیل تعداد اس بات پر متفق ہے کہ عید کے مواقع پر اور ایسے شادی بیاہ کے مواقع پر جن میں مرد اور عورتیں اکٹھی نہ ہوں۔عورتوں کی آواز مرد نہ سنیں اس صورت میں دف کی اجازت ہے۔لیکن صرف دف کی ، ڈھول یا کسی اور میوزک کی نہیں۔اور یہ جواز ان اسلامی سکالرز نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی مدینہ میں آمد پر لڑکیوں کی خوشی اور گانا گانے سے لیا ہے۔

لیکن اسلام جانتا ہے کہ اگر انسان کو معاشرے میں شیطانیت کے حوالے کر دیا جائے تو وہ بے حس ہو کر رہ جائے گا۔اس لیے اگر بچوں کو شہوانی مناظر، شہوت ابھارنے والے میوزک اور نامناسب ناچ گانے والے ماحول میں رہنے دیا جائے تو جنسی اقدار کے سلسلے میں ان کا تمام نظریہ گہنا کر رہ جائے گا اور ان کی اخلاقی قدروں کی صحیح پہچان بچپن ہی سے ختم ہو جائے گی۔اور یہ بات ان کی فطرت کے مسخ ہونے کا سبب ہو گی۔

عربی زبان میں آلات موسیقی کو ''ملاھی'' کہا جاتا ہے۔**''ملاھی'': یعنی ایسے آلات جو اللہ کی یاد سے غافل کرتے ہیں۔**

مجدد اور اسلامی سکالر امام ابن تیمیہؒ اپنے مجموعے ''الفتاوٰی'' میں لکھتے ہیں: "چاروں مکتب فکر کے اماموں کے مطابق موسیقی کے تمام آلات جو دل کو خوش کریں اسلام میں حرام ہیں"۔

نبی خاتم النبیین ﷺ کی امت ہونے کے ناطے اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی دعا کی وجہ سے امت مسلمہ کے چہرے بظاہر اگر نہ بگڑیں تو اور بات ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ نافرمانوں کے قلوب مسخ ہو جاتے ہیں اور جن کے قلوب مسخ ہو جاتے ہیں۔ان کو توبہ کی توفیق نہیں رہتی۔کوئی بات ان کو شریعت کے خلاف نہیں لگتی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی سمجھ، عقل اور فہم عطا فرمائے۔(آمین)

****

سود کی حُرمت

سود ایک برائی ہے۔ کیونکہ یہ حرام ہے اور یہ ایک حرام خوری ہے۔ قرآن مجید میں (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 275) میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن ایسے اپنی قبروں سے اٹھیں گے جیسے کسی شیطان نے چھو کر اسے مخبوط الحواس بنا دیا ہو'' (یعنی جیسے کسی پر جن آ گیا ہو۔) قیامت کے دن سود خور اس فالج زدہ شخص کی طرح کھڑے کیے جائیں گے جس طرح کہ اس کے حواس ہی کام نہ کر رہیں ہوں یعنی اس کے اوسان خطا ہو چکے ہوں۔

قرآن پاک میں سوۃ البقرہ، آیت نمبر 275 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ (سورۃ البقرۃ ,آیت نمبر 275)

ترجمہ: ''یہ حالت ان کی اس لیے ہوگی کہ انہوں نے کہا ہے کہ بے شک تجارت بھی سود کی مانند ہے۔''

یعنی ان کی یہ حالت حلال اور حرام کو ایک کرنے کی وجہ سے ہوگی۔ یعنی انہوں نے کہا ہے کہ جیسے سودا ہے ویسے ہی سود ہے۔

روز محشر سود خوروں کا حواس باختہ ہونا اس وجہ سے ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ سود لینا ایک نفع ہی تو ہے چونکہ انہوں نے کہا ہے کہ سودا اور تجارت سود کی مانند ہے یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کے باعث سود خوروں کو قیامت کے دن شیطان زدوں کی طرح کھڑا کیا جائے گا۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ (سورۃ البقرۃ ,آیت نمبر 275)

وَ اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ ترجمہ: ''سود کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور تجارت کو حلال قرار دیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ اگر قرض دے کر سود کے ذریعہ نفع کماؤ تو یہ حرام ہے۔ سورۃ البقرہ میں ہی فرمایا:

فَمَنْ جَآءَہٗ مَوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ فَانْتَھٰی فَلَہٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُہٗٓ اِلَی اللّٰہِ ؕ (سورۃ البقرۃ ,آیت نمبر 275)

ترجمہ: ''تو جسے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا اسکا کام اللہ کے سپرد ہے۔''

وہ لوگ جن تک قرآن کا حکم نہیں پہنچا تھا وہ سود لیتے اور دیتے رہے جب قرآن کا حکم آ گیا تو انہوں نے سود کو ختم کر دیا تو ان کے لیے فرمایا جنہوں نے سود چھوڑ دیا ان کا پہلا لیا دیا اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا اور فرمایا۔

وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ ,آیت نمبر 275)

ترجمہ: ''اور جو کوئی پھر سود لینے لگے تو ایسے ہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے''۔ یعنی جنہوں نے نصیحت الٰہی اور فرمان مصطفی خاتم النبیین ﷺ سن کر بھی سود اور سودی نظام نہ چھوڑا وہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں جلتے رہیں گے۔

سود خوروں کے خلاف اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سود ترک کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

ترجمہ: ''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود۔ اگر تم سچے مومن ہو'' (سورۃ البقرہ ,آیت نمبر 278)

یہاں اہل ایمان کو آواز دی گئی ہے کہ اگر تم سچے مسلمان ہو۔ قرآن اور اسلام پر ایمان لانے والے اللہ کو اپنا معبود اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو اپنا نبی ماننے والے ہو تو سود کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ چونکہ سود ختم کرنے کا اعلان آ چکا ہے۔ اس لیے پہلے جو سود تم لے چکے ہو وہ گذر چکا ہے اب سود کا لین دین بند کرو۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے سود خوروں سے اعلان جنگ کرتے ہوئے فرمایا:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ ۚ (سورۃ البقرۃ ,آیت نمبر 279)

ترجمہ: ''اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔''

اے مسلم قوم تمہیں دو راستوں میں سے ایک راستہ قبول کرنا ہوگا۔ اگر اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کے راستے پر چلنا چاہتے ہو تو سودی نظام کو لات مارنی ہوگی۔ اور اگر سود کی راہ پر چلنا چاہتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کے خلاف جنگ کے لیے خود کو تیار کرنا ہوگا۔

اللہ پاک اس کے بعد فرماتے ہیں۔ (سورۃ البقرۃ,آیت نمبر 279)

وَاِن تُبتُم فَلَکُم رُءُوسُ اَموَالِکُم لَا تَظلِمُونَ وَلَا تُظلَمُونَ

ترجمہ:۔''اگر تم یہ کر لیتے ہو اور سود کو چھوڑ دیتے ہو تو تمہارے لیے وہ تمہارا اصل مال ہے۔ اس طرح کہ تم کسی پر ظلم نہ کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے''

سودی نظام ظلم کا نظام ہے:۔ قرآن پاک نے یہودیوں کے ان بڑے بڑے جرائم اور مظالم کی نشاندہی کی ہے۔جسکی وجہ سے ان پر عذاب آیا اور ان کی سلطنت چھین لی گئی۔اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال رزق ختم کر دیا۔ان کا اقتصادی نظام ختم ہو گیا۔قرآن پاک نے یہودیوں کے ہولناک مظالم سے ان کے سودی نظام کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے-سورہ النساء،آیت نمبر 160 میں ارشادِ خداوندی ہے:

ترجمہ:۔''ان (یہودیوں کے) بڑے مظالم کے سبب ہم نے بعض ستھری چیزیں جو ان کے لیے حلال تھیں ان پر حرام کر دیں اور اس لیے کہ انہوں نے بہت سے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا"، یہودیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ النساء،آیت نمبر 160 میں فرمایا:

ترجمہ:۔"اور اس لیے کہ وہ سود لیتے تھے۔سودی نظام پر کاروبار چلاتے تھے۔حالانکہ انہیں سود کا نظام چھوڑنے کا حکم تھا۔اس وجہ سے بھی یہودیوں کو تباہ کر دیا گیا''۔

حدیث نبوی خاتم النبیین ﷺ میں سود خوری پر وعید:۔

1- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ''سات ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو:

1:۔ اللہ کے ساتھ شریک کرنا۔ 2:۔ کسی کو ناحق قتل کرنا۔ 3:۔ سود کھانا۔ 4:۔ یتیم کا مال کھانا۔ 5:۔ جنگ کے روز پیٹھ پھیر کر بھاگنا۔ 6:۔ جادو کرنا۔ 7:۔ تہمت لگانا''۔(صحیح بخاری حدیث نمبر 6857-صحیح مسلم حدیث نمبر 262)

2۔حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ''نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے سود کھانے،سود کھلانے،سود تحریر کرنے یا سود کا حساب لگانے یا سود پر شہادت دینے والوں پر لعنت فرمائی ہے''اور فرمایا''سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں''۔(صحیح مسلم حدیث نمبر 4093- جامع ترمذی حدیث نمبر 1206)

3۔ حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ نے اپنی زبان سے جن لوگوں کو ملعون (لعنت) فرمایا۔ان میں سود خور بھی شامل ہیں۔(مسلم)

4۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''سود کے 70 درجے ہیں اور ادنیٰ درجہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے''-(مشکوۃ المصابیح حدیث نمبر 2826-سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 2274) یعنی اس درجے کا گناہ سود لینے والے کو ہوگا۔

5۔ حضرت حنظلہؓ سے روایت ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

''سود کا ایک درہم کھانا 36 مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ شدید ہے بشرطیکہ کھانے والے کو معلوم ہو کہ یہ سود کی رقم ہے''۔(مسند احمد،حدیث نمبر 5959)

6۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:''معراج کی شب میرا گزر ایک ایسی قوم پر سے ہوا جن کے پیٹ ایسے تھے جیسے ان کے اندر اژدھے بھرے ہوئے ہوں۔آنے جانے والے ان کو روندتے تھے مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتے تھے''۔میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا:''یہ کون لوگ ہیں''؟۔جواب ملا:''یہ سود خور ہیں''۔(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 2273)

7-واقعہ معراج میں آپ خاتم النبیین ﷺ نے دیکھا کہ ایک خون کی ندی ہے۔ایک شخص اس ندی سے نکلنے کی کوشش کر رہا ہے جب وہ شخص کنارے پر پہنچ جاتا ہے تو ایک دوسرا شخص جو کنارے پر کھڑا ہے اسے زور سے پتھر مارتا ہے کہ یہ شخص پھر خون کی ندی میں پہلی والی جگہ پہنچ جاتا ہے۔نبی خاتم النبیین ﷺ نے جبرائیلؑ سے پوچھا:''یہ کون شخص ہے''؟فرمایا:''لوگوں کا خون چوسنے والا سود خور۔جو دنیا میں لوگوں کا خون چوس چوس کر پیسہ کماتا تھا''(صحیح بخاری حدیث نمبر 2085)

اللہ تعالیٰ ہمیں اِس لعنت سے محفوظ رکھے۔(آمین)

****

شراب کی حُرمت

حُرمت کا مطلب حرام ہونا ہے، خَمر کے لغوی معنی ہیں ڈھانپنا اور پردہ ڈالنا، اوڑھنی کو خمار اس لیے کہتے ہیں کہ وہ جسم کو ڈھانپتی ہے، نشہ آور اشیاء کو اس بنا پر خمر کا نام دیا گیا ہے کہ اس کے استعمال سے عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ عرب عام طور پر انگور اور کھجور کے شیرہ سے تیار کردہ اشیاء کے مشروب کو خمر کا نام دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے کھجور کے درخت اور انگور کی بیلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: " خَمر ان دو درختوں سے بنائی جاتی ہے-"

ان کے علاوہ گندم، جو، کشمش اور شہد سے بھی شراب تیار کی جاتی ہے، ان سب پر خَمر کا اطلاق ہوتا ہے۔

حضرت عمرِ فاروقؓ نے ایک مرتبہ خطبہ میں ارشاد فرمایا: " شراب کی حُرمت نازل ہوچکی ہے اور یہ پانچ چیزوں سے تیار ہوتی ہے۔ انگور، کھجور، گندم، جو اور شہد ، اور خمر وہ ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے"۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث نمبر 5581)

تمام نشہ آور اشیاء خمر ہیں: اصطلاحی طور پر صرف مذکورہ بالا پانچ اشیاء سے کشید کردہ مشروب کو ہی خمر نہیں کہا جاسکتا ہے بلکہ ہر وہ چیز جو نشہ پیدا کرے خواہ کسی بھی چیز سے حاصل کی گئی ہو مشروب کی شکل میں ہو یا ٹھوس حالت میں مثلاً افیون اور ہیروئن وغیرہ خمر میں داخل ہیں۔

جیسا کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ہر نشہ آور چیز خمر ہے، اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے"- (صحیح مسلم، جلد 5، حدیث نمبر 5219)

"ہر وہ مشروب جو نشہ پیدا کرے حرام ہے"- (سنن نسائی، جلد 3، حدیث نمبر 5594)

نشہ کیا ہے؟ نشہ اِنسان کی ایسی حالت ہے جس میں وہ صحیح طریقے سے کلام نہ کرسکے اور اس کی گفتگو کا اکثر حصہ نہ سمجھی جانے والی باتوں پر مشتمل ہو۔

شراب کی حرمت کے تدریجی احکام:- اسلامی احکام میں تدریج (آہستہ آہستہ) ایک کے بعد ایک کو ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ کسی بُرائی کو آہستہ آہستہ معاشرے سے دُور کر کے معاشرے کو پاک کیا جائے خصوصاً وہ بُرائیاں جو اسلام سے قبل صدیوں سے معاشرے میں رائج ہو چکی تھیں۔ شراب نوشی کی بُرائی بھی اُن میں سے ایک تھی۔ چنانچہ شراب نوشی کو ختم کرنے کے لیے یہی اصول اپنایا گیا۔

پہلا حکم، ناپسندیدگی کا اظہار:- شراب نوشی کے حرام ہونے کے سلسلے میں پہلا حکم 2 ہجری میں نازل ہوا، جس میں شراب اور جوئے کی صرف ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 219)

ترجمہ: " (اے محمد خاتم النبیین ﷺ) لوگ آپ خاتم النبیین ﷺ سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، کہہ دیجیے کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور ان کے دنیاوی فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے فائدوں سے کہیں بڑھا ہوا ہے-"

فائدہ یہ ہے کہ اس سے غذا ہضم ہوجاتی ہے (اگر مناسب مقدار میں پی جائے) ورنہ بدہضمی ہوجاتی ہے۔ قبض نہیں ہوتی، وقتی طور پر طاقت میں اضافہ ہوجاتا ہے اور وقتی طور پر ذہن کو تیز کردیتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ یا پھر اس کی خرید وفروخت اور کشید میں تجارتی منافع ممکن ہے۔ لیکن ان کے مقابلے میں نقصانات اس کے بکثرت ہیں کیونکہ اس میں عقل کا مارا جانا، ہوش وحواس کا بے کار ہوجانا اور اس کے ساتھ ہی دین کا برباد ہوجانا بھی شامل ہے۔ گویا اس میں دنیاوی فائدے اور اخروی نقصانات ہیں۔ مندرجہ بالا آیت مبارکہ گویا شراب کی حرمت (حرام ہونے کا) پیش خیمہ تھی مگر اس میں صاف صاف حرام ہونا بیان نہیں کیا گیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب یہ وحی آئی اور عام چرچہ ہوا کہ شراب حرام ہوگئی ہے تو لوگوں نے کہا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس میں نفع بھی ہے تو ہمیں اس سے نفع اُٹھاتے رہنا چاہیے"، اس پر آپ خاتم النبیین ﷺ خاموش ہوگئے۔ حضرت عمرِ فاروقؓ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائی "اے اللہ تُو اس بیان کو واضح فرمادے"۔

لوگ شراب پیتے رہے۔ بعض مسلمانوں نے شراب چھوڑ دی۔ پھر ایک دن ایسا آیا کہ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دعوت کی، سب نے کھانا کھایا اور پھر شراب پی، اور مست ہوگئے، اتنے میں نماز کا وقت آگیا، ایک شخص کو امام بنایا گیا، اس نے نماز میں غلط سلط الفاظ پڑھے، اس کے بعد سورۃ النساء، آیت نمبر 43 اُتری اور نشے کی حالت میں نماز کا پڑھنا منع کیا گیا۔

دوسرا حکم، نمازوں کے اوقات میں ممانعت:- 4 ہجری میں درج ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی (سورۃ النساء، آیت نمبر 43)

ترجمہ "اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ جو کچھ تم منہ سے کہتے ہو اسے سمجھنے لگو"

جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو لوگوں نے کہا "یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہم نماز کے اوقات میں نہیں پئیں گے"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ خاموش ہو گئے۔ حضرت عمرِ فاروقؓ نے دُعا کی "یا اللہ ہمارے لیے اس بیان کو واضح فرمادے۔"

اس حکم کے نازل ہونے کے بعد لوگوں نے شراب پینے کے اوقات بدل دیئے اور ایسے اوقات میں شراب پینا چھوڑ دی جس میں یہ خدشہ ہوتا کہ کہیں نشہ کی حالت میں نماز کا وقت نہ آجائے۔ اس وقت یہ دستور ہو گیا کہ جب نماز کھڑی ہوتی تو ایک شخص با آواز بلند پکارتا "کوئی نشہ والا نماز کے قریب نہ آئے"۔

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ شراب کی حُرمت سے پہلے لوگ نشہ کی حالت میں نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔

پس مندرجہ بالا آیت میں انہیں ایسا کرنے سے روک دیا گیا، پھر کچھ مندرجہ ذیل واقعات یکے بعد دیگرے رونما ہوئے:

1۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میرے بارے میں چار آیات نازل ہوئیں، فرماتے ہیں کہ "ایک انصاری نے بہت سے لوگوں کی دعوت کی اور ہم نے خوب کھایا اور پیا، پھر شراب پی اور سب مست ہو گئے۔ پھر آپس میں فخر جتانے لگے، ایک شخص نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی اُٹھا کر حضرت سعدؓ کو ماری"۔ جس سے ناک پر زخم آیا اور نشان باقی رہ گیا۔ اس وقت تک شراب کو اسلام نے حرام نہ کیا تھا"۔ (درالمنشور (سیوطی)، ناسخ (نحاس))

2۔ حالتِ نشہ میں نماز کے قریب نہ جانے کے حکم کے بعد بعض لوگوں نے شراب چھوڑ دی اور بعض نے اوقات تبدیل کر دیئے۔ بہر حال مکمل طور پر شراب نہ چھوڑی گئی پھر ایک دن ایک آدمی نے شراب پی اور اونٹ کے جبڑے کو پکڑ لیا اور اس سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو زخمی کر دیا۔ پھر بیٹھ کر بدر کے مقتولوں پر نوحہ کرنے لگا۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ خاتم النبیین ﷺ غصہ کی حالت میں چادر گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے اور ہاتھ میں جو کچھ تھا اس کے ساتھ اُس کو مارا، انہوں نے کہا "مَیں اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کے غضب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں"۔ حضرت عمرِ فاروقؓ نے دُعا کی "یا اللہ تُو ہمارے لیے شراب کی حُرمت کو واضح کر دے"۔

ان واقعات کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ، آیت نمبر۔ 91، 90 اُتاری۔

تیسرا حکم، شراب سے اجتناب کا واضح حکم (سورۃ المائدہ، آیت نمبر۔ 91، 90)

ترجمہ "اے ایمان والو، یہ شراب، جُوا، اور بت اور پانسے کے تیر تو بس ناپاک شیطانی کام ہیں، پس تُم ان سے باز آجاؤ تا کہ تُم کامیاب ہو جاؤ، شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان کینہ ڈال دے، اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے، سو کیا اب تُم باز آجاؤ گے"؟۔

اِس حکم کو سُنتے ہی حضرت عمرِ فاروقؓ اور تمام صحابہ کرامؓ کہہ اُٹھے "اے ہمارے رَب، ہم باز آ گئے، اے ہمارے رَب ہم باز آ گئے"۔

اِس حکم کی تعمیل میں شراب کے مٹکے بہا دیئے گئے، اِس روز مدینہ کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہہ رہی تھی۔ اِس طرح شراب بالکل حرام ہو گئی۔

شراب کی تجارت کی ممانعت:- 8 ہجری میں شراب کی خرید و فروخت کو بھی ممنوع قرار دے دیا گیا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مسجدِ نبوی میں جمع کر کے اعلان فرمایا "بے شک اللہ اور اُس کے رسول خاتم النبیین ﷺ نے شراب، سود اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام ٹھہرا دیا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

شراب کی حُرمت کے بارے میں احادیث:- نبی پاک خاتم النبیین ﷺ نے شراب کو ''اُم الخبائث'' (یعنی تمام بُرائیوں کی جڑ) فرمایا ہے۔ (السلسۃ الصحیحۃ، حدیث نمبر 1854)

آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

(1) "حالتِ ایمان میں آدمی شراب نہیں پیتا"۔ (بخاری، حدیث نمبر 1676)

(2) ''تُو شراب نہ پی، بے شک یہ ہر بُرائی کا دروازہ کھولنے والی ہے"۔ (ابن ماجہ، حدیث نمبر 3371)

(3) رسولِ پاک خاتم النبیین ﷺ نے شراب پر اور اس کے بنانے والے پر اس کے اُٹھانے والے پر، اس کے بیچنے والے پر، اس کے خریدنے والے پر، سب پر لعنت فرمائی ہے۔ (مشکوۃ شریف، ترمذی، ابن ماجہ)

(4) "جس نے شراب پی اور توبہ نہ کی تو 40 روز تک اس کی نماز قبول نہ ہوگی"۔ (ابن ماجہ، حدیث نمبر 2722، 3377) (نسائی، حدیث نمبر 5570)

(5) آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا" جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے یہ روا نہیں ہے کہ وہ ایسے دسترخوان پر بیٹھے جس پر شراب پی جاتی ہے-" (صحیح الترغیب، حدیث نمبر 2360)

(6) آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا" شراب کا عادی جنت میں نہ جائے گا"۔ (ابن ماجہ، حدیث نمبر 2721، 3376)

(7) حضرت امام بیہقیؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسولِ پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"خباثتوں کی جڑ سے بچو اس لیے کہ تم سے پہلے ایک آدمی خوب عبادت گزار تھا، ایک عورت نے دھوکے سے اُسے بُلایا اور کہا کہ یا تُو میرے غلام کو قتل کرنے میں میرا ساتھ دے یا پھر شراب کا یہ پیالہ پی لے، ورنہ مَیں شور مچا کر تجھے رُسوا کر دوں گی، اُس نے کہا کہ اچھا لاؤ مَیں شراب کا پیالہ پی لیتا ہوں۔ عورت نے شراب پلادی۔ جب نشہ چڑھ گیا تو اُس نے کہا اور پلاؤ۔ عورت پلاتی رہی اور وہ پیتا رہا، آخر کار اُس نے غلام کو قتل کیا اور پھر بدکاری کی۔ اس لیے شراب سے بچو۔" خُدا کی قسم ایمان اور شراب نوشی ایک سینے میں نہیں رہ سکتے۔ ایک آئے گا تو دوسرا چلا جائے گا "۔ (بیہقی)

(8) صحیح مُسلم کی ایک روایت کے مطابق، ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہم شراب کو بطور دوا کے استعمال کر سکتے ہیں، آپ خاتم النبیین ﷺ نے جواب دیا" یہ دوا نہیں ہے یہ بذاتِ خود ایک بیماری ہے"۔ (مشکوۃ شریف، صحیح مسلم)

(۹) مُسلم کی ایک اور حدیث کے مطابق نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" جو شخص دنیا میں کوئی نشہ آور چیز پیئے گا اللہ تعالیٰ اس کو جہنمیوں کا پسینہ (دوزخیوں کا) یا اس کا نچوڑ پلائے گا"۔ (صحیح مسلم)

(10) حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "روزِ محشر شراب پینے والا، سیاہ منہ، دھنسی آنکھیں اور زبان سینے پر لٹکی ہوئی حالت میں حاضر کیا جائے گا، خون کی مانند اس کے منہ سے لعابِ دہن بہتا ہوگا۔ لہٰذا شراب پینے والے کو نہ سلام کرو اور اگر بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت نہ کرو، نہ اس کی مزاج پرسی کرو اور جب وہ مر جائے تو اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بُت پرست کی مانند ہے"۔ (ابن ماجہ، حدیث نمبر 2720، 3375)

(11) حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" تین لوگ جنت کی خوشبو نہ پاسکیں گے حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی مسافت سے سونگھی جا سکتی ہے :-

(i) عادی شراب خور۔ (ii) والدین کا نافرمان۔ (iii) زناکار، اگر یہ توبہ نہ کریں"۔ (نسائی، حدیث نمبر 5672)

(12) ابوداؤد شریف کی ایک روایت میں ہے کہ "ایک صحابیؓ نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا،" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہم انتہائی سرد علاقے میں رہتے ہیں اور ہمیں محنت بھی بہت کرنی پڑتی ہے۔ جس کی وجہ سے ہم گیہوں کی شراب بناتے ہیں اور اس کو پی کر سردی اور تھکن کا مقابلہ کرتے ہیں"، آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا اِسے چھوڑ دو" اُس نے عرض کیا " یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ" ہمارے علاقے کے لوگ تو اسے ترک نہیں کریں گے"، آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" اگر وہ اس کو پینا ترک نہ کریں تو ان سے قتال کرو-" (ابوداؤد)

(13) اِمام احمد بن حنبلؒ کی روایت کے مطابق حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "ہمیشہ شراب پینے والا اللہ تعالیٰ سے اس طرح ملے گا جیسے بت پرست"۔

شراب کے متعلق چند صحابہ کرامؓ کے ارشادات:- صحابہ کرامؓ شراب کی حُرمت کے بعد اس سے سخت متنفر ہو گئے۔

(1) حضرت ابنِ مسعودؓ نے فرمایا " جب کوئی شرابی مرے تو اسے دفن کر دو، پھر اس کی قبر کھود کر دیکھو اور اگر تم اس کا منہ قبلہ سے پھرا ہوا نہ پاؤ تو مجھے قتل کر دینا" ۔

(2) حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا" مَیں ایک رات مسجد کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک کچھ عورتیں سر راہ روتی ہوئی ملیں، مَیں نے ان سے رونے کی وجہ دریافت کی تو وہ کہنے لگیں ہمارا ایک بیمار ہے، ہم بار بار کلمے کی تکرار اس کے سامنے کرتے ہیں (تلقین کرتے ہیں) وہ کلمہ پڑھتا ہی نہیں، پھر اُنہوں نے مجھ سے التجاء کی کہ آپؒ چل کر اُسے کلمہ شہادت کی تلقین فرمائیں، مَیں نے ان کی بات مان لی، اس شخص کے پاس جا کر مَیں نے تلقین کی اور کلمہ پڑھا وہ نہ بولا، مَیں نے دوبارہ کہا **"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ"** اس نے آنکھیں کھولیں اور بولا "مَیں" **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ** " کے ساتھ کفر کرتا ہوں اور اسلام سے برات کا (بیزاری کا) اظہار کرتا ہوں"۔ اِس کے ساتھ ہی اس کی روح نکل گئی اس کے بعد مَیں اس کے پاس سے نکل آیا اور عورتوں کو اس کا حال سُنایا، پھر مَیں نے اعلان کروایا کہ "اے مسلمانو! نہ اس کی نماز جنازہ پڑھو اور نہ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرو اس لیے کہ یہ کافر مرا ہے "۔

لوگوں نے اس کے گھر والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے عمل کیا کرتا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ہم اس کے کسی گناہ سے واقف نہیں ہیں، سوائے اس کے کہ یہ شراب پیتا تھا۔

لہذا یاد رکھیں کہ شراب موت کے وقت ایمان کو سلب کر لیتی ہے۔

(3) حضرت علیؓ شراب کی مذمت میں ارشاد فرماتے ہیں "اگر کسی کنویں میں شراب کا ایک قطرہ بھی گر جائے اور پھر اس جگہ پر منارہ بنا دیا جائے تو میں اس پر اذان تک نہ دوں، اور اگر شراب کا ایک قطرہ دریا میں گر جائے تو پھر وہ دریا خشک ہو جائے اور وہاں فصل اُگائی جائے تو میں اس فصل سے ایک دانہ تک نہ کھاؤں گا"۔

شراب سے اس درجہ نفرت ہی اس کی مذمت کے لیے کافی ہے۔ اگر کوئی ایسا معاشرہ ہے جہاں حدود شرعیہ کا نفاذ نہ ہوتا ہو تو وہاں مسلمانوں کو چاہیے کہ شراب نوشوں سے اپنے تعلقات کو یکسر ترک کر دیں، ان کی تقاریب میں شریک ہونا یا ان کو تقاریب میں مدعو کرنا، اِن کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا جائز نہیں۔ ان کے ساتھ تمام معاملات کو چھوڑ دیں، تا کہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں یا کم از کم دوسروں کے لیے عبرت کا سامان بن جائیں۔

اضطراری یعنی مجبوری کی حالت میں دوا کے طور پر نشہ آور چیز کے استعمال کی اجازت ہے، لیکن اس کے لیے تین شرائط کا ہونا ضروری ہے (اضطراری حالت میں جب اس کے پاس زندگی بچانے کے لیے نشہ آور اشیاء کے علاوہ کچھ نہیں)

1۔ کہ نہ تو وہ شریعت کے حدود کا باغی ہو۔

2۔ نہ مزہ لینے کے لیے پینے والا ہو۔

3۔ نہ گناہ کی طرف جھکنے اور میلان پیدا کرنے والا ہو۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن نے شراب کے لیے حرام کا لفظ استعمال نہیں کیا، اس لیے شراب حرام نہیں ہے، اس سلسلے میں مندرجہ ذیل نکات اس کے حرام ہونے کی وضاحت کرتے ہیں۔

1۔ صرف وہی چیزیں حرام نہیں جن کے لیے قرآن حرام کا لفظ استعمال کرے بلکہ بہت ساری چیزوں کا پتہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے دیا ہے۔

2۔ قرآن نے شراب کے لیے "رجس" گندگی و غلاظت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور کہا کہ 'یہ عمل شیطانی ہے'۔

سورۃ المائدہ، آیت نمبر ۹۰ میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: "اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ"۔

اس کے بعد فرمایا "اس سے بچو"

کیا کسی حلال کام سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے؟ اس کے بعد فرمایا اس سے بچو تا کہ تم فلاح پاؤ یعنی فلاح پانے کے لیے ضروری ہوا کہ شراب سے بچا جائے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے پوری شدت کے ساتھ شراب کی حُرمت کو نافذ فرمایا، اس کی تجارت حرام قرار دی، اسے طبعی مقاصد کے لیے ممنوع قرار دیا، اس کے برتن تڑوا کر گلیوں میں شراب کو بہا دیا گیا۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے شاید ہی کوئی حکم اتنی شدت سے نافذ کیا ہو۔

ان حقائق کی روشنی میں کیا شراب کے حرام ہونے کے لیے صرف قرآن میں "حرام" کے لفظ کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ کا یہ انداز تو حرام سے کہیں زیادہ شدید ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نِسبت کیا ہے؟

علم کا مطلب ہے "جاننا"---**معرفت** کا مطلب ہے "پہچاننا"---**نسبت** کا مطلب ہے "تعلق ہوجانا"-

جانتے سب ہیں، پہچانتے کم ہیں۔ جو پہچانتے ہیں- ان میں سے بھی تعلق والے کم لوگ ہوتے ہیں۔ بات تعلق سے بنتی ہے یعنی کام تعلق سے نکلتا ہے۔ تعلق کام آتا ہے۔

اس کو ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے۔

اگر کسی سے پوچھا جائے کہ "پاکستان کے وزیر اعظم کا کیا نام ہے"؟ تو ایک دم سے بہت سے لوگ بول اٹھیں گے "یہ نام ہے" یعنی جانتے سب ہیں (علم سب کو ہے) لیکن اگر ہم بازار میں جائیں تو سب لوگ نہیں بلکہ جو وزیر اعظم کو دیکھ چکا ہوگا وہ بازار میں ان کو دیکھ کر کہے گا "وہ ہیں وزیر اعظم"-

گویا پہچان والا دوسروں کو پہچان کروائے گا۔ اب وزیر اعظم کو بے شمار لوگ پہچانتے ہیں مثلاً وزیر، سفیر، صحافی، فوٹو گرافر وغیرہ- لیکن سب کا تعلق وزیر اعظم سے نہیں ہوتا۔

ایک بال بنانے والا نائی آتا ہے اور فوراً وزیر اعظم تک رسائی حاصل ہوجاتی ہے- وزیر اعظم کے پاس آنے، ان کے بال بنانے کی وجہ سے اس کا تعلق وزیر اعظم سے ہوجاتا ہے- گویا اس کی نسبت وزیر اعظم سے ہوگئی- اب وہ اپنا کام یا اپنی بات بہت ہی آسانی سے وزیر اعظم کو کہہ کر اپنی بات منوا سکتا ہے اور نہ صرف اپنی بات منوا سکتا ہے بلکہ اپنے سے تعلق رکھنے والوں کے کام بھی کروالیتا ہے تو نسبت سے کام بن جاتے ہیں----تعلق کام آتا ہے۔

اس بات کو ایک مثال سے واضح کیا جاتا ہے۔

ایک آدمی نے دو اینٹیں لیں- ایک اینٹ کو بیت اللہ اور ایک اینٹ بیت الخلاء میں لگادی-

اینٹیں ایک جیسی، بنانے والا ایک، لگانے والا بھی ایک- لیکن ایک کی نسبت بیت اللہ سے ہوئی اور ایک کی نسبت بیت الخلاء سے-

جس اینٹ کی نسبت بیت الخلاء سے ہوئی وہاں ہم ننگا پاؤں بھی رکھنا پسند نہیں کرتے اور

جس اینٹ کی نسبت بیت اللہ سے ہوئی وہاں ہم اپنی پیشانیاں ٹیکتے ہیں، اُس کو ہونٹوں سے چومتے ہیں، بوسہ دیتے ہیں-

دونوں کے رتبے میں فرق کیوں ہے؟ فرق صرف نسبت کا ہے (تعلق کا ہے)- دونوں کی نسبت الگ الگ ہے-

اپنی نسبت اللہ والوں سے رکھیں یقیناً بہت بڑا فرق پڑے گا- اللہ والوں سے تعلق---ہمیں اللہ تک پہنچادے گا-

اگر کسی عام چیز کو اللہ کے پیارے بندوں سے نِسبت ہوجائے تو وہ عام چیز نہیں رہتی بلکہ خاص ہوجاتی ہے اور پورے عالم میں اس کے چرچے ہونے لگتے ہیں۔ اعلیٰ نسبتوں سے بے قیمت چیزیں بھی قیمتی ہوجاتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں کئی اشیاء کا دارومدار بھی نسبتوں پر ہے، مُلکوں اور مذہبوں کی نِسبت سے قومیں پہچانی جاتی ہیں اور قوموں کی نِسبت سے افراد پہچانے جاتے ہیں، انہی نِسبتوں پر رشتہ داریاں قائم ہیں۔

اِسلامی معاشرے کا قیام اور اس کی بقا بھی نسبتوں کی پاسداری پر ہے۔ دِین اسلام تو نسبتوں کی بہاروں سے بھرا ہوا ہے۔

چند مثالوں سے واضح کیا جاتا ہے:-

1) مدینہ منورہ کا پرانا نام یثرب تھا (یثرب کے معنی بیماریوں کا گھر) یہ بیماریوں کا شہر کہلاتا تھا۔ لیکن جیسے ہی حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ وہاں پہنچے اب وہ یثرب نہ رہا بلکہ مدینہ منورہ بن گیا اور اسے ایسی عظمت نصیب ہوئی کہ جسمانی اور روحانی بیماریوں کیلئے شفاء بن گیا۔ یہ سب کچھ مدینہ منورہ کو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی نسبت کی وجہ سے نصیب ہوا۔

2) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبداللہ بن قحافہ تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کے رسول خاتم النبیین ﷺ سے ہوئی تو وہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن گئے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سے نسبت ہوئی تو وہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن گئے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سے نسبت ہوئی تو وہ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن گئے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب کو جب رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سے نسبت ہوئی تو وہ شیر خدا بن گئے۔

3) رمضان المبارک میں قرآن پاک نازل ہوا۔ قرآن پاک میں مہینوں کی تعداد بارہ بتائی گئی ہے۔ جس میں سے ایک ماہ رمضان المبارک ہے۔ قرآن پاک میں

حرمت والے مہینوں کی تعداد چار بتائی ہے۔یعنی محرم، رجب، ذیقعدہ اور ذی الحجہ

اب رمضان المبارک کو جو فضیلت حاصل ہوئی وہ قرآن پاک کی نسبت سے ہوئی۔قرآن پاک اللہ تعالی کا کلام ہے، یہ اللہ کی صفت ہے یعنی نزول قرآن چونکہ رمضان المبارک میں ہوا اس لئے قرآن پاک کی وجہ سے رمضان کو باقی تمام مہینوں پر فضیلت حاصل ہوگئی۔اب قرآن پاک کو رمضان المبارک کی شب قدر میں نازل کیا گیا تو شب قدر کو قرآن پاک سے نسبت ہوگئی۔

یوں رمضان المبارک اور شب قدر۔۔۔۔میں عبادت کرنے کی وجہ سے ایمان والوں کو اس مبارک ماہ اور مبارک رات سے نسبت ہوگئی۔یہی نسبت کام بنائے گی۔یہی تعلق کام بنانے والا ہے۔

4) حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالی کے حکم کے مطابق ملک شام سے مکہ معظّمہ چھوڑ گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب واپس چلے گئے تو حضرت ہاجرہ علیہ السلام صفہ مروہ کی پہاڑیوں پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک جگہ لٹا کر پانی کی تلاش میں نکلیں اور ادھر ادھر بھاگنے لگیں۔آج تک حاجی ان پہاڑیوں پر چکر لگاتے اور مخصوص حصّہ پر دوڑتے ہیں۔

دوسری طرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس سے جب حضرت ہاجرہ علیہ السلام رخصت ہوگئیں تو آپ علیہ السلام نے تھوڑی دیر کے بعد رونا شروع کر دیا۔آپ علیہ السلام کے پاؤں مبارک جب ان پہاڑیوں پر پڑے تو وہاں سے چشمہ آب زمزم اللہ تعالی نے جاری کر دیا۔

تو زم زم چشمہ کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدمین سے ہے اور اس آب زم زم کو اتنا محترم بنا دیا گیا کہ ہر طواف کرنے والا طواف کرنے کے بعد لازمی آب زم زم پیئے گا اور طواف کرنے والے آب زم زم سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔

5) دائیں بائیں ،اوپر نیچے تمام سمتیں اللہ تعالی ہی کی طرف سے بنائی گئیں ہیں لیکن بیت اللہ کی سمت اللہ تعالی کا گھر اور مدینہ منورہ کی سمت میں نبی خاتم النبیین ﷺ کا در ہونے کی وجہ سے خاص نسبت رکھتے ہیں۔(اللہ اور اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ سے)اس لئے احتراماً ان دوسمتوں کی طرف منہ کرکے تھوکنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

6) جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں جھوٹ بولتے ہوئے ان کے سوتیلے بھائیوں نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو بتایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تو ایک بھیڑیا اٹھا کرلے گیا ہے۔تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:(سورہ یوسف، آیت نمبر 83)

ترجمہ:"حضرت یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا"ایسا نہیں بلکہ تمہارے نفسوں نے یہ بات تمہارے لئے مرغوب بنا دی ہے، اب صبر (ہی) اچھا ہے۔قریب ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے۔بے شک وہ بڑا جاننے والا بڑی حکمت والا ہے"۔

حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں رونے کی وجہ سے نابینا ہوگئے۔

اور پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بعد میں اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا تو اپنی قمیض بھائیوں کو دیتے ہوئے فرمایا:(سورۃ یوسف، آیت نمبر 93)

ترجمہ:"میری یہ قمیض لے جاؤ، سواسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دینا وہ بینا ہو جائیں گے اور (پھر) اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ"۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے وہ قمیض جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر ڈالی تو بینائی واپس لوٹ آئی۔

اب دیکھئے ایک عام قمیض کو آنکھوں پر ڈالنے سے کوئی اثر نہیں ہوتا لیکن جب اس قمیض کی نسبت حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوگئی تو اس نسبت نے کام بنا دیا۔

7) سورہ کہف میں اللہ تعالی نے اصحاب کہف کا ذکر فرمایا ہے۔

کہ چند جوان اپنے دین کو بچانے کے لئے ایک غار میں چلے گئے تھے۔ان کے ساتھ ایک کتا بھی غار میں داخل ہو گیا تھا۔غار والوں نے اس کتے کو نکالنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن وہ نہیں نکلا اور غار کے دہانے پر پاؤں پسار کر بیٹھ گیا۔اللہ تعالی نے غار والوں کو میٹھی نیند سلا دیا تو اپنے محبوبوں کے محافظ اور دربان کو بھی اسی طرح میٹھی نیند سلا دیا۔ایک مقررہ وقت تک یہ لوگ سوتے رہے۔باہر سے آنے والوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا غار کے دہانے پر کتا بیٹھا ہوا ہے اور کوئی قریب آنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔اب دیکھیے اصحاب کہف کے اس کتے کی جب اللہ تعالی کے ولیوں سے نسبت ہوگئی تو اس کتے کا ذکر قرآن پاک میں آ گیا۔(سبحان اللہ)

8) اللہ تعالی نے حضرت یحیی علیہ السلام کے یوم ولادت اور یوم وصال کا ذکر قرآن پاک میں خاص طور پر فرمایا ہے۔

اور فرمایا: (سورہ مریم، آیت نمبر 15)

ترجمہ: "یحیی (علیہ السلام) پر سلام ہو ان کی پیدائش کے دن اور ان کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے"۔

اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ نسبتوں سے دن بھی محترم ہو جاتے ہیں اس طرح حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنی یوم ولادت اور یوم وصال کا ذکر فرما کر دنیا کو حیران کر دیا۔ کیونکہ یہ سب کچھ حضرت عیسی علیہ السلام نے اس وقت بتایا جب آپ شیر خوار بچے تھے۔

9) ربیع الاوّل کے ماہ کو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی وجہ سے نسبت ہو گئی اور خاص طور پر بارہ ربیع الاوّل کو یوم پیدائش کی وجہ سے ایسی نسبت ہو گئی کہ کروڑوں مسلمان اس دن آپ خاتم النبیین ﷺ کا یومِ ولادت میلاد کی صورت میں منا کر آپ خاتم النبیین ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔

10)۔ دنیا میں بے شمار پتھر ہیں لیکن مقام ابراہیم کے پتھر کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وجہ سے اور حجر اسود اور رکن یمانی کی نسبت بیت اللہ کی وجہ سے جو فضیلت رکھتی ہے وہ ہم سب پر عیاں ہے۔ جو لوگ اللہ والوں کی صحبت اختیار کرتے ہیں ان کی نسبت اللہ والوں سے ہو جاتی ہے۔

تو جس اینٹ کو اللہ کے گھر میں لگایا گیا اس کی نسبت نے اسے کہاں پہنچا دیا۔

اس طرح ہر وہ چیز جس کی نسبت نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے ہو جائے مثلاً آپ خاتم النبیین ﷺ کو سبزیوں میں کیا پسند تھا؟ آپ خاتم النبیین ﷺ کو گوشت میں جانور کا کونسا حصہ پسند تھا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ سادگی پسند تھے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ بلند اخلاق تھے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی ہر ادا سے نسبت۔ غرض جس چیز کو بھی آپ خاتم النبیین ﷺ سے نسبت ہو جائے وہ اللہ تعالی کو سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔

تیری نسبت سے ہے توقیر میری لوگوں میں

تو الگ ہو تو میری ذات میں رکھا کیا ہے؟

اللہ تعالی ہم سب کو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے نسبت (تعلق) رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مُہلت کا اِختتام

اللہ تعالیٰ اس زمین پر جو نظام، جو سسٹم نافذ کرتا ہے وہ اس کو اپنے ایک دن یا ہمارے ہزار سال کے بعد اٹھا لیتا ہے اور پھر نئی تدبیر فرماتا ہے۔

دیکھیے سورہ سجدہ، آیت نمبر 5 يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ

ترجمہ: "وہ اپنے ہر کام کی تدبیر کرتا ہے آسمان سے زمین تک پھر (وہ کام) اس کی طرف رجوع کرے گا ایک دن میں۔ جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے۔ اُس حساب سے جو تم شمار کرتے ہو"۔

بہت سے مفسرین نے اس آیت میں بتائے ہوئے دن سے مراد قیامت کا دن لیا ہے۔ حالانکہ سورہ معارج، آیت نمبر 4 میں قیامت کے دن کی مقدار پچاس ہزار سال بتائی ہے۔

سورہ معارج، آیت نمبر 4 تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ترجمہ: "وہ ایک دن پچاس ہزار برس کے برابر ہوگا"۔

جبکہ مندرجہ بالا آیت سورہ سجدہ، آیت نمبر 5 میں اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ کرنے والا ایک دن ہزار سال کے برابر بتایا گیا ہے۔

اب ہم اس ایک دن کی تشریح سورہ الحج کی آیت نمبر 48,47,46 میں دیکھتے ہیں:-

سورہ الحج، آیت نمبر 46 اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ

ترجمہ: "تو کیا لوگ زمین پر چلتے پھرتے نہیں کہ ان کے دل ایسے ہو جاتے ہیں جن سے یہ سمجھنے لگتے یا کان ایسے ہو جاتے ہیں جن سے یہ سنتے۔ اصل یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جاتے ہیں"۔

آیت نمبر 47 وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۭ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ

ترجمہ: "اور یہ لوگ عذاب کے لئے جلدی مچا رہے ہیں (یعنی عذاب کی خبر پر یقین نہیں کر رہے) حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا اور آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے پروردگار کے پاس ایک دن مثل ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے شمار کے مطابق"۔

آیت نمبر 48 وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ

ترجمہ: "اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنہیں ہم نے مہلت دی تھی اور وہ نافرمان تھیں۔ پھر ہم نے انھیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف سب کی واپسی ہے"۔

سورہ سبا، آیت نمبر 30-29 وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ - قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ

ترجمہ: "وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ کہہ دیجئے کہ تمہارے واسطے ایک دن کا وعدہ ہے۔ اس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ ایک ساعت آگے بڑھ سکتے ہو"۔

مندرجہ بالا تمام آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام امتوں کو مہلت ایک ہزار سال کی دی گئی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند میں بہز ابن حکیم سے روایت کیا ہے جس کو بہز نے اپنے والد حکیم سے اور ان کے والد نے ان کے دادا سے روایت کیا ہے کہ رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا:

ترجمہ: "تم لوگ 70 امتوں کے خاتمے کے بعد وجود میں آئے ہو۔ تم لوگ اللہ کے نزدیک ان امتوں میں سب سے زیادہ برگزیدہ اور افضل ہو"۔

مندرجہ بالا حدیث کو امام احمد نے (5/5) میں، امام ترمذی نے (3001) میں اور ابن ماجہ نے (4288) میں بیان کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہر قوم کو پنپنے کے لئے مہلت اللہ تعالیٰ کے شمار کے مطابق ایک دن کی اور ہمارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کی دی گئی ہے۔ لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ ہمارے تو ایک ہزار سال کب کے گزر چکے ہیں اور اب ہم پندرہویں صدی میں سے گزر رہے ہیں۔

یعنی پندرہویں صدی گزر رہی ہے اور پندرہویں صدی شروع ہوئے بھی تقریبا 442 سال ہو چکے ہیں اور صرف 58 سال باقی ہیں۔

اب ایک اور حدیث دیکھتے ہیں۔

حضرت ابوداوٗدؒ سے مروی ہے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا: "میں امید رکھتا ہوں کہ میری امت اپنے پروردگار کی نگاہ میں اتنی عاجز اور بے حقیقت نہیں ہوجائے گی کہ اس کا پروردگار اس کو آدھے دن کی مہلت بھی نہ عطا کرے"۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے پوچھا گیا" آدھا دن کتنا ہوتا ہے"؟ تو انہوں نے جواب دیا"500 سال"۔

یہ وہ بات ہے جس کو بنیاد بنا کر علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ " اس امت کی عمر پندرہ سو سال تک رہے گی"۔(مشکوۃ شریف، باب قرب الساعۃ)

حدیث:۔حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا:" میری امت میں ایک جماعت اپنے دشمنوں کے مقابلے میں حق پر مسلسل ڈٹی رہے گی یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) قریب آپہنچے اور حضرت عیسی علیہ السلام نازل ہوجائیں"۔(مسند احمد)

حدیث:۔حضرت نعمان بن بشیرؓ اور حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا:" تم میں نبوت رہے گی جب تک اللہ چاہیں گے۔ پھر اللہ تعالی اسے اٹھالیں گے۔اس کے بعد خلافت علی منہاج نبوت ہوگی اور وہ رہے گی جب تک اللہ تعالی کو اس کا رہنا منظور ہوگا۔ پھر اللہ تعالی اس کو اٹھالیں گے۔اس کے بعد ایک طاقتور بادشاہت ہوگی اور وہ رہے گی جب تک اس کا رہنا اللہ تعالی کو منظور ہوگا۔ پھر اللہ تعالی اس کو اٹھالیں گے۔اس کے بعد دھونس دھاندلی اور سینہ زوری کی حکومت ہوگی اور وہ رہے گی جب تک اللہ تعالی کو منظور ہوگا۔ پھر اللہ تعالی اسے اٹھالیں گے۔ اس کے بعد خلافت علی منہاج نبوت ہوگی"۔ پھر آپ (خاتم النبیین ﷺ) خاموش ہوگئے۔ اللہ تعالی نے امت محمدی کو وہ مہلت دی ہے۔جس سے بڑھ کر آج تک زمین میں کسی قوم کو مہلت نہیں دی گئی ہے۔ہم اللہ تعالی کی پسندیدہ قوم ہیں۔ اللہ تعالی سورہ بنی اسرائیل، آیت نمبر 19 میں ہمیں کتنی محبت سے اپنی قدردانی کی یقین دہانی کرواتا ہے۔

وَمَن اَرَادَ الۡاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعۡيَهَا وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعۡيُهُم مَّشۡكُوۡرًا

ترجمہ:" اور جس نے آخرت کا ارادہ اور ہمت کرلی کہ مجھے آخرت کمانا ہے اور یہ عزم کرکے پختہ ارادہ ہوگیا اور پھر اس کے لئے کوشش کی (جیسی کوشش کرسکتا ہے) یعنی جتنی اس کی استطاعت ہے، جیسا کہ اس کا حق ہے، اور ایمان کے ساتھ کی، اور اللہ کے بھروسے پر کی، اللہ کی خاطر کی تو اس کے ان ساری کوششوں کی پوری قدردانی کی جائے گی"۔یعنی ان تمام کوششوں کو قبول کیا جائے گا اور ان کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

لیکن افسوس کہ مسلمانوں کی اکثریت آجکل دن رات موبائل، انٹرنیٹ، فیس بک (facebook)، واٹ سیپ (whatsapp)، انسٹا گرام (instagram)، ٹک ٹاک (tik tok)، ایمو (imo)، ڈیلی موشن (dailimotion) یوٹیوب (youtube) اور لائیکی (Likee) وغیرہ میں وقت ضائع کردیتے ہیں۔ نہ صبح اٹھنا یاد اور نہ یہ یاد کہ کب سونا ہے؟ نہ نمازوں کی پرواہ، نہ قرآن کی تلاوت اور اس کے علاوہ ایک اور بہت بڑا عذاب کہ فحاشی اور عریانی کی ننگی اور بے ہودہ تصاویر اور مناظر دیکھنے میں بچے، جوان، اوسط عمر اور بوڑھے سب شامل ہیں۔عورتیں حتی کہ شادی شدہ عورتیں سب ہی ان مناظر سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ان کی خدمت میں ایک حدیث پیش کی جاتی ہے۔

حدیث: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ’’میں اپنی امت میں سے یقینی طور پر ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے دن تہامہ کے پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے، اللہ تعالیٰ ان نیکیوں کو (ہوا میں منتشر ہوجانے والا) غبار بنا کر ہوا میں غارت کردے گا‘‘، ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ’’اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ! ان لوگوں کا حال ہم سے بیان فرمائیے اور کھول کر بیان فرمائیے تاکہ لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے ہم ان میں سے نہ ہوجائیں‘‘، آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ’’وہ لوگ تم لوگوں کے دینی بھائی ہوں گے اور تمہاری طرح دین اسلام پر ہوں گے اور رات کی عبادات میں اسی طرح حصہ لیں گے جس طرح تم لوگ لیتے ہو (یعنی تم لوگوں کی ہی طرح قیام الیل کریں گے) لیکن ان کا معاملہ یہ ہوگا کہ جب وہ لوگ اللہ کی حرام کردہ چیزوں اور کاموں کو تنہائی میں پائیں گے تو انہیں استعمال کریں گے‘‘۔(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4386، کتاب الزھد، باب 29) (نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے زمانے میں طائف سے مدینہ تک کا علاقہ تہامہ کہلاتا تھا۔)

تمام مسلمانوں کے لئے یہ بات لمحہ فکریہ ہے کہ مہلت کا وقت ختم ہونے کو ہے۔اب بھی وقت ہے۔اب بھی غفلت سے جاگ کر اس دن کو اپنے ہاتھ سے نہ جانیں دیں جو جانے کے بعد واپس نہیں آئے گا۔ اللہ تعالی ہمیں اس دی گئی مہلت سے فائدہ اٹھانے اور آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ربیع الاوّل

اسلامی سال کا تیسرا مہینہ ربیع الاوّل ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب ابتداء میں اسکا نام رکھا گیا تو اس وقت موسم ربیع کی ابتداء تھی۔ یہ مہینہ بے حد متبرک---فضلیت والا---خیرات و برکات اور سعادتوں کا مہینہ ہے کیونکہ اس ماہ کی 12 تاریخ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے رحمۃ للعالمین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کو پیدا کیا اور اپنی نعمتوں کی بارش برسائی۔

اللہ رب العزت کے اِس اہتمام پر قربان جائیں کہ اُس نے اپنے محبوب کی آمد کے لیے جو موسم منتخب فرمایا وہ موسم بہار ہے۔ عام طور پر ماہ ربیع الاوّل ہر قمری سال کی طرح سال کے مختلف موسموں میں بدل بدل کر آتا ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ وہ ربیع الاوّل جس میں آپ خاتم النبیین ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ بہار کی تمام تر رعنائیاں اور دلفریبیاں اپنے اندر سموئے ہوئے تھا۔

ماہ ربیع الاول پوری کائنات کے لیے عزت اور شادمانی کا مہینہ ہے۔ اِس ماہ میں محبوب کائنات انسانیت کے نجات دہندہ بن کر دنیا میں تشریف لائے۔ قحط سالی اَسودہ حالی سے بدل گئی۔ آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دیئے گئے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ رحمت باری تعالیٰ کے نور میں نہا گیا۔ شیطان لعین کو زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔ بت اوندھے منہ گر گئے۔ خانہ کعبہ کے درو دیوار جھوم اٹھے۔

رب کائنات نے اپنے محبوب کی دنیا میں تشریف آوری کی خوشی میں پورا سال لڑکیوں کی پیدائش کو موقوف کیا اور ساری دنیا کو لڑکے عطا کر کے جشن مصطفی خاتم النبیین ﷺ منایا۔ اُس سال اہل عرب اور قریش تاریخ کے سخت ترین قحط اور افلاس میں مبتلا تھے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ولادت باسعادت کے ساتھ ہی پورے عرب کی تقدیر بدل گئی۔ عام سختیاں دور ہوگئیں حزن اور یاس کی جگہ امید اور روشنی نے لے لی۔ زمین پر سبزے کی چادر بچھ گئی اور کھلیان اناج سے بھر گئے۔ قحط سے خلق خدا کو نجات ملی چنانچہ اِس سال کا نام "فتح اور مسرت کا سال" پڑ گیا۔

اس ماہ کی 8 تاریخ کو سیدِ عالم خاتم النبیین ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے اور اس ماہ کی 10 تاریخ کو بروز جمعہ کو محبوبِ اکبر خاتم النبیین ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا۔

یہ مہینہ بڑا ہی مبارک مہینہ ہے، اس ماہ میں جتنی بھی خوشیاں منائی جائیں کم ہیں اگر ممکن ہو تو اس ماہ میں ہر روز غسل کریں، کپڑے بدلیں، عطر لگائیں، شبِ اوّل سے 12 ربیع الاوّل تک چراغاں کریں۔ اس اُمید پر کہ اللہ پاک ہماری قبروں کو منور کرے گا۔ ابولہب، جس کی مذمت قرآن میں موجود ہے مگر ولادت سرکارِ دو عالم خاتم النبیین ﷺ کی دنیاوی لاج کی وجہ سے خوشی منانے پر دوشنبہ (پیر) کو عذاب میں کمی محسوس کرتا ہے تو غلامانِ مصطفی خاتم النبیین ﷺ تو صدق دل اور رضائے الٰہی کے لیے خاص اس شب بلکہ پورے مہینے ہی کو خوشی مناتے ہیں-وعظ، میلاد، نوافل، تلاوتِ قرآن پاک خیرات وغیرہ کرتے ہیں، عظیم مشاغل میں گزاریں پھر کیوں نہ ان کی قبر میں تا قیامت انوار و رحمت کی بارش ہو؟

اس مبارک مہینہ میں بکثرت دُرود شریف پڑھنا افضل ہے جو بھی دُرود شریف یاد ہو پڑھیں۔

سیدنا عباسؓ فرماتے ہیں" نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو اطلاع ملی کہ کسی گستاخ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کے نسب میں طعن کیا تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ ممبر پر تشریف لائے اور فرمایا "میں کون ہوں؟"۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا" آپ (خاتم النبیین ﷺ) اللہ کے رسول (خاتم النبیین ﷺ) ہیں"۔ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "مَیں عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کا بیٹا ہوں، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور اس مخلوق میں سے بہترین گروہ (انسان) کے اندر مجھے پیدا فرمایا اور پھر اس کو دو گروہوں (عرب و عجم) میں تقسیم کیا اور ان میں سے بہترین گروہ (عرب) میں مجھے پیدا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس حصے کے قبائل بنائے اور ان میں سے بہترین قبیلہ (قریش) کے اندر مجھے پیدا کیا اور پھر اس بہترین قبیلہ کے گھر بنائے تو مجھے بہترین گھر اور نسب (بنو ہاشم) میں پیدا کیا۔'' (ترمذي، الجامع الصحيح، كتاب الدعوات، 5: 543، رقم: 3532۔ ترمذی ن، الجامع الصحیح کتاب المناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 5:584، رقم: 3608)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے "تمہارے پاس عظمت والے رسول تشریف لائے اور كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا "ہم نے تم ہی میں سے رسول بھیجا "(سورۃ البقرہ، آیت 151) اس آیت میں آپ خاتم النبیین ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کا ذکر فرمایا اور نسب مبارک بیان کیا کہ "تم ہی سے ہیں''۔

پھر ارشاد ہوتا ہے: (سورہ توبہ، آیت نمبر 128)

لَقَد جَآءَکُم رَسُولٌ مِّن اَنفُسِکُم عَزِیزٌ عَلَیہِ مَا عَنِتُّم حَرِیصٌ عَلَیکُم بِالمُؤمِنِینَ رَءُوفٌ رَّحِیمٌ

ترجمہ: "بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں گزرتا ہے- وہ تمہاری بھلائی کے بہت ہی چاہنے والے ہیں اور مسلمانوں پر کرم فرمانے والے ہیں مہربان"۔

یہاں اپنے محبوب کی تعریف (یعنی نعت فرمائی) پھر اللہ نے انسانوں پر بہت ہی انعامات فرمائے ہیں، انسان نعمتِ الٰہی کو نہ گن سکتا ہے اور نہ ہی شمار کر سکتا ہے---سورج کی روشنی، دن، رات، صحت، گردے، دل، آنکھیں، معدہ، جگر، غرض اللہ کی بے شمار نعمتیں ہیں، جنہیں انسان گن ہی نہیں سکتا، جب وہ رب ہے، محبوب ہے ،خالق ہے، اپنی ذات میں یکتا ہے، اسی نے ہمیں بنایا---تو ظاہر ہے کہ تمام بدنی نعمتیں اور تمام اردگرد زمین و آسمان اور بحر و بر کی تمام نعمتیں اس نے ہی بنائی اور دی ہیں۔لیکن کوئی نعمت دینے کے بعد اس نعمت کو جتلایا نہیں ہے۔کہ مَیں نے تمہیں یہ یہ دیا۔

مگر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے بارے میں سورہ آلِ عمران، آیت نمبر 164 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَد مَنَّ اللہُ عَلَی المُؤمِنِینَ اِذ بَعَثَ فِیھِم رَسُولاً مِّن اَنفُسِھِم

ترجمہ: "بے شک اللہ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا کہ ان میں اپنا رسول بھیج دیا"۔

تو دنیا کی سب سے بڑی نعمت عطا کر دی اور اس نعمت کی قدر کرنے کی وجہ سے یہ احسان جتلایا گیا کہ یہ مَیں نے تُم پر احسان کیا ہے۔اب اس نعمت کی قدر بھی کرنی ہے اور جو پیغام آپ خاتم النبیین ﷺ لائے ہیں۔ان پر پورا پورا بھی عمل بھی کرنا ہے اور اللہ کا شُکر بھی ادا کرنا ہے کہ تُو نے ہمیں اس نعمتِ عظمیٰ سے نوازا ہے۔اب جب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نعمتِ عظمیٰ ہیں تو نعمت کے بارے میں قرآن فرماتا ہے: (سورۃ الضحیٰ، آیت 11)

وَاَمَّا بِنِعمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّث

ترجمہ: "اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو"-

فرمانِ الٰہی ہے:- (سورہ الانبیاء، آیت نمبر 107)

وَمَا اَرسَلنٰکَ اِلَّا رَحمَۃً لِّلعٰلَمِینَ

ترجمہ: "اور ہم نے آپ (خاتم النبیین ﷺ) کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ رب العالمین وہ خود ہوا اور عالم کا وجود رب کی رحمت کے بغیر چونکہ ممکن ہی نہ تھا اس لیے اللہ کی ذات نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا۔اب رب اللعالمین (رب کی ذات) اور رحمت للعالمین (رسول پاک کی خاتم النبیین ﷺ کی ذات) اب جبکہ اللہ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی ذات کو رحمت فرما دیا تو جہاں جہاں رحمت کی ضرورت ہو وہاں وہاں آپ خاتم النبیین ﷺ کی ذات بابرکات کو پکارا جائے، آپ خاتم النبیین ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کیا جائے۔سُنتوں کی پابندی کی جائے، کثرت سے دُرود شریف پڑھا جائے۔(دُرود کے معنی حمد، ثنا، تعریف، دُعا)

یہ تمام چیزیں کرنا ثواب ہیں اور ایسا کرنے سے ہم اپنے بچوں کے دِلوں میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی محبت کو اُجاگر کرتے ہیں۔

****

بارہ ربیع الاوّل

سب تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں جس نے عالم کون ومکان کو پیدا فرمایا۔جس نے گناہ گاروں کونجات کی راہ بتائی۔جس نے دوست اور مجرم کو یکساں رزق دیا۔جس نے کبھی پکارنے والے کی پکار کو رد نہیں کیا۔جس نے کبھی مدد مانگنے والے کو اپنی مدد سے محروم نہیں کیا۔جس نے مسافر کی اندھیری راتوں کے لئے اپنی محبت کی روشنی عطا فرمائی اور عالم کون ومکاں پر سب سے بڑا احسان یہ فرمایا کہ اپنے محبوب حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کو مخلوق کو عطا فرمادیا۔خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس عطا کا شکریہ ادا کیا اور شکر ادا کرتے ہیں۔

جتنی بڑی عطا ہے اتنا بڑا شکر درکار ہوتا ہے۔وہ جو عطا کا شکر ادا کرے وہ اہل نصیب میں سے ہوتا ہے اور جو عطا سے منہ موڑ لیتا ہے وہ اہل مہلت میں سے ہوتا ہے۔اللہ تعالی منہ موڑنے والوں کو بھی اس وقت تک مہلت عطا فرماتا ہے جب تک اس کا سانس حلق سے نکل نہیں جاتا۔اہل مہلت کو برا کہنا جائز نہیں جب تک مہلت ختم نہ ہو جائے۔ اہل مہلت کے بارے میں رائے زنی بھی نہ کریں- معاملہ بڑی عدالت کے روبرو زیرِغور ہے۔فیصلہ نہیں ہوا ہے۔جس جرم کی سزا بڑی ہوتی ہے۔فیصلہ بڑے غور وغوض کے بعد سنایا جاتا ہے۔

بے شک اللہ تعالی اپنے رازوں کے مالک ہیں۔انہوں نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو محروم نہیں کیا۔وہ قدرت والا ہر شخص کو اس کے ظرف کے مطابق عطا فرمادیتا ہے۔

گل کو شگفتگی عطا فرمائی، بلبل کو نالہ عطا فرمایا، چراغ کو روشنی عطا فرمائی، پروانے کو ایثار عطا فرمایا اور اس قادر مطلق نے اس دنیا کے پرخطر راہوں کو طے کرنے کے لیے۔۔۔آخرت کی ابدی نعمتوں کو پانے کے لئے۔۔۔شیطان رجیم سے بچنے کے لئے۔۔۔ایک راستہ بتایا۔جس کا ایک بہترین نقشہ قرآن پاک کی صورت میں ہمیں عطا فرمایا۔پھر اس نقشہ کو اپنے محبوب (خاتم النبیین ﷺ) کی زبانی ہمیں سمجھایا۔۔۔اپنے محبوب (خاتم النبیین ﷺ) کا ادب بھی بتایا اور یہ بھی کہ جب تک ادب رسالت (خاتم النبیین ﷺ) طے نہ ہو حضوری رسالت خاتم النبیین ﷺ طے نہیں ہوسکتی۔بے ادب کی حضوری ایسی ہے جیسے بے وضو کی نماز۔۔۔

ہم ایسے محبوب (خاتم النبیین ﷺ) کی آمد کے دن کو خوشی اور اہتمام سے کیوں نہ منائیں؟؟؟

کیا انقلاب آفریں دن ہے کہ جس نے زمانے کے انداز بدل ڈالے۔جس تہذیب نے انسان کے قرینے تبدیل کرڈالے۔انسانیت کی ان روشن قدروں کو متعارف کروایا کہ اندھیروں کے بطن سے سورج، چاند اور ستارے جنم لینے لگے۔ازل سے ابد تک لامتناہی وسعتوں پر محیط ابر کرم---انسانی فکر وعمل کی لازوال رفعتوں کا امین۔لاکھوں درود اور کروڑوں سلام---اس صاحب جلال وجمال پر کہ جو آج کے دن اس عارضی جہاں میں تشریف لائے۔نڈھال، شکستہ حال اور لاچار دل میں گھر کرنے والے وہ کہ جس کے نام کی برکتیں لازوال اور جس کے ذکر کی رفعتیں بے کنار ہیں۔

ہم جن کی امتی ہیں- وہ ہمارے اور ہمارے آباؤ اجداد کا سرمایہ افتخار ہیں، وہ ہمارا توشہ آخرت ہیں اور جو قیامت تک ہماری آنے والی نسلوں کے لے سرمایہ وآثاثہ سعادت رہیں گے۔

12 ربیع الاول بے پناہ رحمتوں، لامحدود شفقتوں، بے کراں عنائیتوں، جاودانی محبتوں اور بے انتہا محبتوں والا عظیم دن ہے۔اُفق تک افق پھیلی دائمی روشنیوں کی تائید علامت زندگی کے اجالے، شفاف جذبوں اور مصفی سوچوں کا یہ عظیم دن ہے جو انسانی حیات کے ہر گوشے میں نور افشاں ہے جو اَنفُس وآفاق پر ٹھنڈی چھاؤں کے سکون بخش خیمے کی طرح تنا ہوا ہے وہ ایک دن جو زمانوں پر محیط ہے۔درود وسلام کی محفلیں، نعت خوانی کے زمزمے، آپ خاتم النبیین ﷺ کے معطر تذکروں سے مشک بُو اجتماعات، پھیلے ہوئے دامن، دعاؤں سے بھرے ہاتھ، کپکپاتے ہونٹ، اشکبار آنکھیں، جگمگاتی پیشانیاں، تمتماتے چہرے-- کیا ہی شان ہے اس مبارک دن کی۔

لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ عشق ومحبت کے ان مظاہر کے باوجود ہماری زندگی بدل کیوں نہیں رہی؟ ہمارے دلوں میں وہ گداز کیوں پیدا نہیں ہوتا جو دعاؤں کو مستجاب اور رحمتوں کو بے حساب کردیتا ہے؟ ہمارا تن بدن اتنا ویران کیوں ہوگیا ہے؟ کہ سینے میں نہ کوئی چراغ آرزو ہے نہ کوئی جستجو؟ ہماری طلب کا شجر اتنا بے ثمر کیوں ہے؟

ان منور تعلیمات کا عکس جمیل ہمارے کردار اور عمل کے کسی پہلو میں بھی جلوہ گر کیوں نہیں ہورہا؟ جن تعلیمات نے صحرائے عرب کے حدی خوانوں کو زمانے کا پیشوا بنادیا تھا؟ ہم جو آپ خاتم النبیین ﷺ کے اسم مبارک آتے ہی انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگالیتے ہیں۔باہمی نفرتوں اور کدورتوں کی آگ میں کیوں بھسم ہورہے ہیں؟ امیری میں فقیری کرنے والے کے غلام ہوکر بھی ہماری ہر سانس آسائشوں اور آرائشوں سے کیوں بندھی ہوئی ہے؟ ہم جو میلاد کے حوالے سے اپنی تقریبات سجاتے ہیں اور آپ خاتم

النبیین ﷺ کی شان میں اپنی تقاریر کو نکتہ کمال پر لے جاتے ہیں۔اپنی نجی زندگی میں اتنے چھوٹے کیوں ہو جاتے ہیں کہ اقتدار کی راہ داریوں سے حشرات الارض کی طرح رینگنے کو بھی سرمایہ افتخار سمجھتے ہیں۔

شہنشاہ کون ومکاں خاتم النبیین ﷺ کی جوتیوں کی خاک ہونے کو سعادت کبریٰ سمجھنے والے، چھوٹی چھوٹی لذتوں اور ذرا ذرا سی رعائتوں کے لیے اپنے آپ کو جنس بے مایہ کیوں بنا لیتے ہیں؟عشق مصطفی خاتم النبیین ﷺ کو اپنا اعزاز وامتیاز بنانے والے بدلتے موسموں کی طرح، دنیا داری کی فضول رسموں میں اپنا وقت کیوں برباد کر دیتے ہیں؟اس دنیا کی ہوس اور حرص میں ہم کس کی پیروی کرنے لگتے ہیں؟۔ہماری آنکھیں سیر اور ہمارے دل غنی کیوں نہیں ہو جاتے؟ درود ونعت کی سوغاتوں اور درد بھری مناجاتوں کے باوجود سورج سوا نیزے پر کیوں کھڑا ہے؟

افسوس صد افسوس ہم کہاں جا رہے ہیں؟ ہم کس کی پیروی کرر ہے ہیں؟ ہم کونسے احکامات کو اپنائے ہوئے ہیں؟ ہم نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی زندگی کو اپنا نمونہ کیوں نہیں بنایا؟ ہم کیسے امتی ہیں؟ جس طرح ہم زندگی بسر کرر ہے ہیں کیا اسی طرح کی زندگی بسر کرنے کی تعلیم آپ خاتم النبیین ﷺ نے ہمیں دی تھی؟ کیا اس زندگی کا نمونہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ہمارے لئے چھوڑا تھا-

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

کیا ہم اس آدمؑ کی اولاد ہیں؟ جن کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے سجدہ کروایا تھا؟

ہماری یہ بے عملی ہمیں ایسے دور میں لے آئی ہے کہ خیر وشر اور خوب وناخوب کا امتیاز جاتا رہا ہے-اسی بے عملی کی وجہ سے سوسائٹی کے وہ طبقے بھی غیر فعال ہو کر رہ گئے ہیں جو معاملات کو خوش اسلوبی سے سلجھانے اور جذبات کو نکتہ اُبال تک لے جانے سے روک سکتے ہیں۔نفرت، بیگانگی کی لکیریں گہری ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

شیطان نے کتنا کامیاب حربہ استعمال کیا ہے کہ آج---ہم فرقہ، فرقہ ہو کر اپنے ہی بہن، بھائیوں پر کیچڑ اچھالنا شروع ہو گئے ہیں۔تفریق مٹانے والے معتبر لوگ آہستہ آہستہ غیر مؤثر ہونے کی وجہ سے منہ چھپانے لگے ہیں اور چنگاریوں کو الاؤ بننے سے پہلے بجھانے والی ہوائیں نہ جانے کن جزیروں کی طرف چلی گئی ہیں؟ دراصل ہم احکام خداوندی کو نظر انداز کر بیٹھے ہیں۔ہم نے پیغام پہنچانے والے کے ساتھ ساتھ پیغام بھیجنے والے کو بھی بھلا دیا ہے۔

ہمیں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ ایک مسلمان دریا کے بہاؤ پر بہنے کے لیے نہیں پیدا کیا گیا-اس کی پیدائش کا مقصد تو یہ ہے کہ زندگی کے دریا کو اس راستے پر رواں دواں کر دے جو اس کے ایمان واعتقاد میں راہ راست ہے۔یعنی ''صراط مستقیم''---اور قرآن کو اپنا رہنما بنائے-

محبت، تعظیم اور ادب رسول خاتم النبیین ﷺ میں صحابہ کرامؓ اولین راہی ہیں۔صحابہ کرامؓ اس حقیقت سے آشنا ہو گئے تھے کہ روشنی حاصل کر لینا بڑی بات نہیں ہے۔اس کی حفاظت کرنا اور اس سے صحیح کام لینا بڑی بات ہے۔اور یہ کہ انسان اپنی سیرت وعمل سے پہچانا جاتا ہے---حسب ونسب سے نہیں۔

ایک علم نور ہے---ایک علم اندھیرا ہے۔جو علم انسان کو اس کی اصل منزل نہ دکھا سکے وہ اندھیرا ہے--(دنیا کا علم)

جس کو جتنا علم دیا گیا ہے اتنا ہی وہ اس علم کے لیے جواب دہ ہے۔ہمیں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے قرآن وحدیث کا علم عطا فرمایا ہے۔ہمیں اپنی زبان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں تر وتازہ رکھنے کی ضرورت ہے کہ یہی نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔(ہر دم اللہ یاد رہے) جب زبان ذکر کی عادی ہو جائے گی تو قلب بھی ہمہ وقت اپنے رب کو یاد کرنے لگے گا۔

قرآنی لغت میں قلب ہمارے جسم کا ایک لوتھڑا نہیں ہے بلکہ ہمارے احساسات، جذبات، محرکات، تمناؤں، آرزوؤں، یادوں اور توجہات کا مرکز ہے۔

قرآن پاک میں ہمیں صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ ہم درحقیقت دل کے معاملات کے لیے جواب دہ ہیں۔سورہ الشعراء، آیت نمبر 89-88 میں فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ:''جس دن نہ مال کام آئے گا، نہ اولاد۔بجز اس کے کہ کوئی شخص قلب سلیم (مطیع دل) لے کر حاضر ہو''۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی صحبت اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی نگاہ نے صحابہ کرامؓ کے قلب کی تاریکیوں کو سلب کر دیا تھا۔جسم کی قوت ایک زوال پذیر چیز ہے---اصل طاقت دل کی طاقت ہے---جس کی دوا ذکر اور کثرت درود شریف ہے۔اس کے بعد اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ ہے---جو تمام تر قرآنی تعلیمات کا اتباع ہے۔محبتِ دنیا اور چیز ہے---مصرفِ دنیا اور چیز ہے---بس دنیا کو بقدر ضرورت ہاتھ میں رکھنا ہے---دنیا کو دل میں جگہ نہ دو---دل تو بس اللہ

تعالیٰ کے رہنے کی جگہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی جگہ پر کوئی اور چیز نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ شراکت سے سب سے زیادہ بیزار ہیں۔

اب وقت عمل کا ہے۔۔محاسبے کا وقت آنے والا ہے۔۔۔ جو لوگ محاسبے سے پہلے عمل کر لیں گے وہ اپنے انعام کو محفوظ کر لینے والے ہیں۔۔۔محاسبے سے ڈرتے رہنا ،محاسبے کا غم پالنا اچھی چیز ہے۔ یہی قرآن پاک کی تعلیمات اور یہی حدیث پاک کا خلاصہ ہے۔

ایک وقت تھا کہ مسلمان سے دنیا کی ہر طاقت دبتی اور ڈرتی تھی۔ یہ اس وقت تھا جب اس کی ''متاع ایمان'' کی قدر و قیمت کا کوئی خریدار نہیں بن سکتا تھا یعنی اس کے ''متاع ایمان'' کو کوئی خرید نہیں سکتا تھا۔ آج مسلمان ہر قوم سے دبتا اور ڈرتا ہے۔ کیونکہ آج اس کے دل و دماغ سے ''متاع ایمان'' کی قدر و قیمت نکل گئی ہے۔ لیکن یاد رکھیں! عزت کا جھونپڑا ذلت کے محل سے بہتر ہوتا ہے اور اگر باطل کے خوف سے قلم لرزنے لگیں اور دولت کا لالچ تقدس کو پامال کرنے لگے۔ تو اپنا قلم توڑ کر جنگلوں اور بیابانوں میں نکل جانا چاہیے تاکہ قلم ضمیر کے خلاف لکھنے میں ملوث نہ ہو جائے اور دجال کو مسیحا اور مسیحا کو دجال لکھنے سے بچ جائے۔ اگر ضمیر زندہ ہوا تو بات بن جائے گی۔

ضمیر ایک ایسی طاقت ہے جس کی نہ کوئی ظاہری صورت ہے نہ کوئی ظاہری آواز۔ شاید یہ آسمانوں سے آنے والی ہاتف کی صدا ہے جو ہمیں ہماری آلائشوں اور غفلتوں سے نجات دلوانے کے لیے آتی ہے۔ لیکن اس ضمیر کی آواز کو سننا، اسے پہچاننا اور اس کے کہنے پر عمل کرنا بڑے نصیب کی بات ہے۔ خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جو اس آواز کو پہچان لیتے ہیں۔ ضمیر اگر مردہ ہو جائے تو پھر بس اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ ہماری فلاح ضمیر کے زندہ رہنے میں ہے۔ اگر یہ زندہ رہے تو ہمارے اعمال کی اصلاح کرتا ہے اور اس طرح ہمیں حق سچ کا راستہ دکھاتا ہے جو کامیابی دارین کا راز ہے۔

تمام چیزوں سے زیادہ ضروری حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی اتباع کی فکر کو پالنا ہے۔ 12 ربیع الاوّل کو خوشیوں سے منانے کا مقصد ہی آپ خاتم النبیین ﷺ کی فکر کو اجاگر کرنا ہے۔ آج ہمیں اللہ کے سامنے رونے، گڑگڑانے اور معافی مانگنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اس کے محبوب خاتم النبیین ﷺ کا واسطہ دے کر اس کے محبوب خاتم النبیین ﷺ کو سفارش کا ذریعہ بنا کر اس سے معافی کے خواستگار ہوں۔

اے باری تعالیٰ تو نے قرآن پاک سورۃ النساء، آیت 64 میں فرمایا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

ترجمہ: ''اگر یہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے امتی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں (گناہ کر گزریں) اور پھر آپ (خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں آجائیں اور اللہ سے استغفار کریں اور اللہ کے رسول (خاتم النبیین ﷺ) بھی ان کی مغفرت کی سفارش کریں تو وہ ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان پائیں گے''۔

اے اللہ! ہم نے بھی اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ ہم تو بے حد گناہ گار ہیں۔ ہم اس دنیا میں غرق ہو گئے ہیں۔ ہم نے اس دنیا کی محبت اور یہاں کی لذتوں میں آخرت کو بھلا دیا ہے۔ ہم تیرے محبوب کی تعلیمات کو فراموش کر چکے ہیں۔ باری تعالیٰ! ہمیں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! ہمیں اپنے محبوب (خاتم النبیین ﷺ) کا ادب اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی تعظیم کرنے والا بنا دے۔ ہمیں آپ خاتم النبیین ﷺ کی اچھی، پکی اور سچی محبت عطا فرما۔ باری تعالیٰ! ہمیں معاف کر دے اور ہمیں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے رغبت عطا فرما۔ ہمیں آخرت کے لئے توشہ تیار کرنے والا بنا دے۔ ہمیں کامل تقویٰ عطا فرمانا اور کامل ایمان پر موت دینا۔ (آمین یارب العالمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خودکشی

1۔ حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے پاس ایک شخص کا جنازہ لایا گیا جس نے تیر کے پھل یا چاقو سے خودکشی کر لی تھی، آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس کا جنازہ نہیں پڑھا۔ (جامع ترمذی، حدیث نمبر 1068)

2۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جو پہاڑ سے گر کر خودکشی کرے گا وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں پہاڑ سے گر کر خودکشی کرتا رہے گا، جو زہر پی کر خودکشی کرے اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا، ہمیشہ جہنم میں اس کا گھونٹ گھونٹ پیئے گا۔ اور جو کسی ہتھیار سے خودکشی کرے وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ ہمیشہ جہنم میں اپنے جسم میں گھونپے گا"۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 300)

3۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جو اپنا گلا گھونٹ کر خودکشی کرے گا وہ جہنم میں اپنا گلا گھونٹے گا اور جو برچھی (نیزہ) وغیرہ گھونپ کر خودکشی کرے وہ جہنم میں برچھی وغیرہ گھونپے گا"۔ (مسند احمد، حدیث نمبر 6471)

4۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "گزشتہ لوگوں میں ایک شخص کے ایک زخم تھا اس سے بے قرار ہوا چاقو سے اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا، خون بند نہ ہوا حتیٰ کے مر گیا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا "میرے بندے نے اپنی جان لینے میں مجھ سے جلدی کی پس میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا"۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث نمبر 1364)

5۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں "جب رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو طفیل بن عمرو درسیؓ اور اس کے ایک ساتھی نے بھی ہجرت کی۔ وہ شخص بیمار ہوا اور اس بیماری سے بے چین ہو گیا، اس نے چاقو لے کر جوڑوں سے اپنی انگلیاں کاٹ دیں۔ خون نے جوش مارا یہاں تک کہ وہ مر گیا"۔ طفیل بن عمروؓ نے اسے خواب میں اچھی ہیبت میں دیکھا فرمایا "اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا"؟ کہا "میری ہجرت کی برکت سے رب نے مجھے معاف کر دیا"۔ طفیل بن عمروؓ نے اس سے پوچھا "یہ تو نے اپنے ہاتھ کیوں ڈھانپے ہوئے ہیں"، اس نے جواب دیا "اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ کہا گیا ہے کہ جو تو نے خود بگاڑا ہے اس کو ہم ٹھیک نہیں کریں گے"۔ طفیلؓ نے یہ خواب رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے پاس جا کر ان کو سنایا، رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "اے اللہ تو اس کے ہاتھوں کو بھی بخش دے"۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 311)

یہ پانچ احادیث خودکشی کے بارے میں وارد ہوئیں ہیں، پس چار سے تو ظاہر ہوتا ہے خودکشی کرنے والے کی بالکل بخشش نہیں ہوگی۔ اور اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیئے۔ لیکن پانچویں حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ معافی ہو سکتی ہے (کیونکہ رب معاف کرنے والا ہے)

نماز جنازہ بھی درست ہے کیونکہ نماز جنازہ میں بھی میت کے لئے دعائے مغفرت اور معافی کی درخواست کی جاتی ہے۔ ہر انسان میں کوئی نہ کوئی خوبی ہوتی ہے، خوبی یا اچھائی۔ خوبی وہ جسے شریعت مطہرہ خوبی جانے کوئی اچھائی یا خوبی جو اللہ تعالیٰ کو پسند آ جائے۔ (قادر مطلق تو بخشنے اور معاف کرنے کے بہانے دیکھتا ہے اس کی رحمت اور اس کی بخشش کو کون سمجھ سکتا ہے) اور محبوب خدا آپ خاتم النبیین ﷺ کو رب کی رضا کتنی مطلوب ہے کہ، مندرجہ بالا چار احادیث میں اللہ تعالیٰ نے جو کہا وہ بتا دیا۔ اور جہاں اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا فوراً ہی ہاتھوں کی مغفرت کی دعا بھی کر دی (جو یقیناً اللہ تعالیٰ نے قبول بھی کر لی ہوگی) کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں شک و شبہ نہیں ہے کہ خودکشی ایک گناہ کبیرہ ہے۔ جس کی سزا یہ ہے کہ ہمیشہ جہنم میں اسی عذاب میں مبتلا رہے جس سے اس نے اپنی جان تلف کی۔

ہاں اگر اللہ تعالیٰ کو اس بندے کا کوئی کام کوئی عمل پسند آ گیا اور وہ اسے معاف کر دے تو وہ اس کی ذرہ نوازی ہے۔ اس سے جواز معافی کا نکلتا ہے اور نماز جنازہ بھی معافی اور مغفرت میت کے لئے ہے اس لئے نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ پس شخص مذکورہ پر کوئی بڑا آدمی پرہیزگار، متقی، عالم فاضل نماز جنازہ نہ پڑھے تو تنبیہ ہو جائے گی۔ (یعنی عام لوگ متنبہ ہو جائیں گے) باقی لوگ نماز جنازہ پڑھ لیں، اب چونکہ اللہ کی طرف سے معاف کرنا ثابت ہے تو ہماری طرف سے معافی مانگنا ضروری ہے۔ اور ایسے لوگ جو خودکشی کر لیتے ہیں وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ کہ ان کے لئے رب تعالیٰ کے حضور دعا کی جائے کہ "اے رب اس شخص نے دنیا کی تکالیف اور مصائب سے پریشان ہو کر یہ قدم اٹھایا جو کے سراسر غلط اور تیری نافرمانی ہے۔ لیکن باری تعالیٰ تو اسے معاف کر تو تیری ذرہ نوازی اور نہ معاف فرمائے تو تیری مرضی، کہ خودکشی کرنے والا واقعی اسی کا مستحق تھا۔ لیکن ہم برابر تجھ سے اس کے لئے معافی مانگتے رہیں گے، اور تجھ سے بہتری اور معافی کے درخواست گزار رہیں گے"۔

یاد رکھیں! دروازہ اسی کے لئے کھلتا ہے جو آہستہ آہستہ دستک دیتا رہتا ہے۔ اے اللہ تو ہم سب پر اپنی نظر رحمت رکھنا تا کہ ہم برائی سے بچ کر وہ راستہ اختیار کریں جو تیری رضا کے مطابق ہو، آمین یارب العالمین۔

فدیے اور کفارے

عبادات کی دو قسمیں ہیں:

(الف) **پہلی قسم ان عبادات کی ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ اس وقت کے اندر اندر ان کو ادا کرنا ہے۔ اگر وقت پر ادا نہ کیا جائے تو انسان کے ذمہ قضاء رہے گی، جب تک کہ ان کی ادائیگی نہ کی جائے۔ جیسے**

(1) نماز (2) روزہ (3) قربانی

(1) نماز:-

نماز کا فدیہ زندگی میں ادا نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں مرنے کے بعد اگر میت نے وصیت کر دی تھی تو ایک وقت کی نماز کی قضا کا فدیہ پونے دو کلو آٹا دے دیں۔ تو میت کے ذمہ سے ایک وقت کی نماز ادا سمجھی جائیگی۔ ایک وقت کا پونے دو کلو آٹا، پانچ وقت کا پورے نو کلو۔ ایک ماہ کا اور پھر ایک سال کا کتنا فدیہ بنا؟؟ اتنا فدیہ ورثا میں سے کبھی کسی کو دیتے نہیں دیکھا گیا۔ میّت کی نمازوں کا فدیہ اس صورت میں ورثا پر فرض ہے جبکہ وصیت کے ساتھ ساتھ میت نے بہت سا مال چھوڑا ہے تو ورثا کو میت کی کل نمازوں کا حساب لگا کر ایک تہائی مال میں سے میت کے ذمہ کا یہ قرضہ اُتار دینا چاہیے ورنہ گناہگار رہوں گے۔ اگر وصیت نہیں کی تو مال ورثا کا ہوا اور میت کے ذمہ قرض ہے اور گناہ رہے گا۔

(2) روزہ :-

فدیہ اور کفارے میں فرق:

فدیہ کیا ہے؟ فدیہ اصل میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کے بدلے میں دیا جائے۔ ایسا مسلمان مرد یا عورت جو بڑھاپے یا کسی بیماری جس کی وجہ سے، فرض یا واجبات نہ ادا کر سکتا ہو تو اسے فدیہ ادا کرنا ہوتا ہے۔

کفارہ کیا ہے؟ کفّارہ شریعت کی رو سے ایک قسم کی سزا یا جرمانہ ہے جو بعض حرام کاموں کے ارتکاب، فرض یا واجبات کے ترک کرنے (یعنی چھوڑنے) پر متعلقہ شخص پر لاگو ہوتا ہے۔

روزے کا فدیہ:-

روزے کا فدیہ یہ ہے کہ جو شخص بڑھاپے یا دائم المریض ہونے کی وجہ سے روزے رکھنے پر قادر نہ ہو اور نہ ہی مستقبل میں اس کی صحت کی کوئی امید ہو تو ایسے شخص کو ہر روزے کے بدلے میں پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت بطورِ فدیہ دینی ہوگی، یا دو مساکین کو ایک وقت کا کھانا کھلانا ہوگا یا ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلانا ہوگا۔ لیکن اس کے بعد اگر صحت یاب ہو گیا تو دوبارہ روزے ادا کرنا ضروری ہوگا، اور جو رقم فدیے میں دی وہ صدقہ شمار ہوگی۔ عام بیماری جس میں صحت یابی کی امید ہو اس میں روزے کا فدیہ ادا کرنا درست نہیں ہے۔ صحت یابی پر روزے ادا کرنے ہوں گے۔

روزے کا کفارہ :-

اگر عاقل بالغ شخص رمضان المبارک کا وہ روزہ جس کی نیت صبح صادق سے پہلے کر چکا ہو قصداً (جان بوجھ کر) کھا پی کر یا جماع (ہم بستری) کر کے توڑ دے تو اس روزے کی قضا کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی لازم ہوتا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ (ایک روزے کا کفارہ) اگر ممکن ہو تو ایک غلام آزاد کرے، لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو تو ساٹھ روزے مسلسل رکھنا واجب ہوں گے، اور اگر بڑھاپے یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے مسلسل ساٹھ روزے رکھنے پر قادر نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھلانا واجب ہوگا۔ **جوان صحت مند آدمی کے لیے روزے کی قدرت ہوتے ہوئے ساٹھ روزے رکھنے کے بجائے بطورِ کفارہ کھانا کھلانا جائز نہیں، اس سے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔**

صدقہ فطر کا کفارہ:- اگر کوئی شخص عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر یا فطرانہ ادا نہ کر سکا تو یہ معاف نہ ہوگا- اگلے سال پھر عید کی نماز سے پہلے اس کو ادا کرے۔

(3) قربانی:-

قربانی ہر سال ہر صاحبِ استطاعت پر واجب ہے لیکن اگر 10 سال تک بھی قربانی نہیں دی ہے تو اکٹھی قربانی کے دنوں میں دے کر قرضہ چکایا جا سکتا ہے اگر

ادا نہ کی گئی تو گناہ لازم ہوگا۔

(ب) دوسری قسم ان عبادات کی ہے جن کے لیے وقت مقرر نہیں ہے زندگی میں جب بھی انسان ان کو ادا کرے وہ ادا ہو جائیں گی۔ جیسے

(1) زکوٰۃ　(2) سجدہ تلاوتِ قرآن پاک　(3) انسانی قرض　(4) حج　(5) قسم کا کفارہ

(1) زکوٰۃ :-

زکوٰۃ ہر صاحبِ نصاب پر ہر سال ساڑھے سات تولے سونے یا ساڑھے باون تولے چاندی (حضرت ابو سعید خدری ؓ کی روایت چاندی 5 تولے اوقیہ 200 درھم موجودہ 52.1/2 تولہ) یا (اتنا مال سال بھر رکھا رہا اور اس کو استعمال نہیں کیا) پر فرض ہے۔ اور یہ ایک سو پر اڑھائی روپے کے حساب سے ادا کرنا ہوتی ہے۔ اگر ادا نہیں کیا تو عمر کے کسی بھی حصے میں جب پیسے ہوں ادا کر دی جائے تو ادا ہو جائے گی۔

(2) سجدہ تلاوتِ قرآن پاک :-

سجدہ قرآن پاک کی آیت جہاں آئے تو وہاں سجدہ کرنا ہوتا ہے یعنی اُسی وقت ادا کرنا ہوتا ہے۔ یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ 14 سجدے اکٹھے کر لیئے جائیں یعنی اکٹھے ادا کر دیئے جائیں۔ لیکن اگر یہ اب تک ادا نہیں کیئے ہیں تو اکٹھے ادا کر دینے سے ادا ہو جائیں گے اور تاخیر کرنے پر گناہ ہوگا۔ اس کے لیے معافی مانگی جائے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی جائے۔ اگر یہ سجدے زندگی میں ادا نہیں کیے اور وصیت کر دی کہ وراثت میں سے میرے سجدوں کا فدیہ دے دیا جائے۔ تو ایک سجدہ تلاوت کا فدیہ مرنے کے بعد پونے دو کلو آٹا ہے۔ اگر وُرثہ ادا کریں تو ٹھیک ورنہ گناہگار ہوں گے اور میّت کے ذمہ سے قرض اُتر جائے گا اور اگر میت نے وصیت نہیں کی تو مرتے ہی مال ورثہ کا ہو جائے گا اور میت کے ذمہ یہ قرضہ باقی رہے گا اور گناہ گار ہوگا۔

(3) انسانی قرض :-

ضروری ہے کہ اِس کو وقت پر ادا کر دے اور اگر ادا نہیں کر سکا، تو مرتے وقت اپنے حصہ میں سے قرض اتارنے کی وصیت کر دے۔ تو ورثہ ادا کریں گے اور اگر وصیت نہیں کی تو میت پر قرض باقی رہے گا۔ یاد رہے کہ انسان اپنی ملکیت میں سے ایک تہائی اپنی مرضی سے وصیت کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔ باقی تین حصے شریعت نے ورثہ کے لیے لازمی قرار دیئے ہیں۔

(4) حج :-

حج زندگی میں ادا کریں، یہ ہر صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے۔ ادا کرنے سے فرض ساقط ہو جائیگا، اور ادا نہیں کیا زندگی میں اور وصیت کر دی ہے تو ورثا میں سے کوئی میت کی چھوڑی ہوئی رقم میں سے حج ادا کر دے۔ یا رقم خرچ کر کے حج کروا دے، میت کے سر سے حج کا قرض اُتر جائے گا۔ اور اگر ورثا وصیت کے باوجود ایسا نہ کریں تو گُناہگار ہوں گے اور میّت کے ذمہ سے قرض اُتر جائے گا۔

(5) قسم کا کفارہ :-

اگر کسی نے اللہ کی قسم کھائی تھی کہ ایسا کروں گا، پھر نہیں کیا، تو قسم کا کفارہ فرض ہے۔ قسم کا کفارہ تین روزے رکھنا ہے یا دس غریبوں کو صبح و شام کھانا کھلانا ہے۔

اگر کسی نے قسم کھالی کہ

تُو مجھ پر (شوہر نے قسم کھائی ہے) میری ماں کی طرح ہے۔ تو اس کے لیے اُس وقت تک بیوی حلال نہ ہوگی، جب تک وہ ساٹھ غریبوں کو پیٹ بھر کر کھانا نہ کھلائے یا دو ماہ کے روزے متواتر رکھے۔ اگر بیچ میں کوئی روزہ نہ رکھا تو دوبارہ سے روزے رکھے جائیں گے۔

مندرجہ بالا عبادات اگر وقت پر ادا نہیں کیں تو عمر کے جس حصے میں بھی ادا کریں گے ادا ہو جائیں گی۔ مثلاً دس سال سے صاحبِ نصاب ہے اور زکوٰۃ ادا نہیں کی تو اب اکٹھی دس سال کی ادا کر دیں تو ادا ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر پچاس سجدہ تلاوت واجب ہیں اب ادا کر دیں، ادا ہو جائیں گے، 20 سال سے کسی کی رقم بطور قرض لی ہوئی تھی، اب ادا کریں تو ادا ہو جائیگی، اسی طرح حج جب بھی ادا کریں گے ادا ہو جائے گا۔ دس سال سے قربانی نہیں کی اب اکٹھی ادا کر دیں، ادا ہو جائے گی۔ لیکن ایام قربانی ہی میں قربانی کرنی ہوگی۔

****

غیبت

غیبت کی تعریف

’’اپنے (زندہ یا مردہ) مسلمان بھائی کے بارے میں اس کی پیٹھ پیچھے ایسی بات کہنا جو اسکو معلوم ہو جائے تو اُسے بری لگے اور یہ غیبت اس وقت ہے کہ وہ بات اس نے کہی ہو اگر وہ بات اس نے نہیں کہی تو پھر یہ ایک اور گناہ ہے جس کا نام ہے ’’بہتان‘‘۔

پارہ نمبر 26 سورۃ الحجرات آیت نمبر 12 میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ:۔ ’’اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمھیں گوارا نہ ہوگا‘‘۔

سرکارِ دوعالم خاتم النبیین ﷺ نے پوچھا غیبت کیا ہے؟ عرض کیا گیا ’’ اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ بہتر جانتے ہیں‘‘۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ’’غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرو جسکو وہ ناپسند کرتا ہو‘‘۔ عرض کیا گیا ’’اگر وہ بات اس میں موجود ہو تو؟‘‘ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ’’جو بات تم کہہ رہے ہو اگر وہ اس میں موجود ہو تو تم نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں (وہ بات) نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان باندھا‘‘۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 6593)

ذیل میں دیئے ہوئے ان الفاظ پر ذرا غور کریں کہ مسلمانوں کے بارے میں روزانہ کیا کیا کہہ کر کتنی بار غیبت یا بہتان کا ارتکاب کرتے ہوئے ہم معاذ اللہ خوفناک عذاب کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

غیبت کی مثالیں:۔

1- لمبی لمبی باتیں کرتی ہے/کرتا ہے۔
2- چکنی/ چپڑی باتیں کرتی ہے/کرتا ہے۔
3- سیانی بنتی ہے/ بنتا ہے۔
4- بیوقوف بنا رہی تھی/ بنا رہا تھا۔
5- باتونی ہے۔
6- بور کرتی ہے/کرتا ہے۔
7- چال باز ہے۔
8- ڈھونگ کرتی ہے/کرتا ہے۔
9- خود کو بڑا سمجھتی ہے/سمجھتا ہے۔
10- بداخلاق/ بدتمیز/ بدزبان ہے۔
11- جادو کرتی ہے/کرواتی ہے/کرواتا ہے۔
12- فضول گو ہے۔
13- ایویں ہی ہے (یعنی بس ایسے ہی ہے)۔
14- دنیادار ہے۔
15- خود کو ہوشیار سمجھتی ہے/سمجھتا ہے۔
16- بزدل ہے۔
17- اسکے تلفظ درست نہیں۔
18- ظالم ہے۔
19- چور ہے۔
20- خائن ہے۔
21- راشی ہے۔
22- جھگڑالو/ فتنے باز۔
23- جاہل، بیوقوف، ان پڑھ ہے۔
24- کھاتی بہت ہے/کھاتا بہت ہے۔
25- مفت خور
26- داھندلی کر کے انتخاب جیتا ہے۔
27- ناشکری/ ناشکرا، احسان فراموش ہے۔
28- اس نے بہت سارے آدمی مروائے ہیں۔
29- غنڈہ ہے۔
30- خشک مزاج ہے۔
31- شرابی ہے۔
32- زانی ہے۔
33- امیروں سے دوستی کرتی ہے/کرتا ہے۔
34- منہ سے بو آتی ہے۔

35- کان کی کچی ہے/ کچا ہے۔
36- نخرے باز ہے۔
37- فلمیں ڈرامے دیکھتی/ دیکھتا، گانے باجے سنتی ہے/ سنتا ہے۔
38- کام چور ہے۔
39- سڑھیلی ہے۔
40- تندمزاج ہے۔
41- بے صبری/ بے صبرا۔
42- کُند ذہن ہے۔
43- پڑھائی میں کمزور/ بدھو ہے۔
44- موٹی عقل ہے۔
45- ڈینگیاں مارتی ہے/ مارتا ہے۔
46- دونمبری کرتے ہیں۔
47- شیخی مارتی ہے/ مارتا ہے۔
48- وعدہ خلاف ہے۔
49- چغل خور ہے۔
50- حرام کا مال کھانے والے۔
51- تڑی باز ہے۔
52- غصے والی ہے/ والا ہے۔
53- چڑچڑی/ چڑچڑا۔
54- پیسوں کی بھوکی ہے/ بھوکا ہے۔
55- مالداروں کے پیچھے گھومتی ہے/ گھومتا ہے۔
56- غریبوں کو گھاس نہیں ڈالتی/ ڈالتا۔
57- لالچی ہے۔
58- خوشامدی ہے۔
59- اڑی باز ہے۔
60- اکڑتی ہے، اتراتی ہے/ اتراتا ہے۔
61- میں میں کرتی ہے/ کرتا ہے۔
62- مغرور ہے۔
63- اپنی واہ واہ چاہتی ہے/ چاہتا ہے۔
64- بخیل ہے۔
65- آگے آگے بڑھنے کا بڑا شوق ہے۔
66- غیبت کرتی ہے/ کرتا ہے۔
67- ریاکار ہے۔
68- دکھاوے کے لئے روتی ہے/ روتا ہے۔
69- خالی باتیں کرنی آتی ہے۔
70- چھوڑتی ہے یعنی جھوٹ بولتی ہے/ بولتا ہے۔
71- چکر باز۔
72- نیت خراب ہے۔
73- دل میں دغا ہے۔
74- دھوکے باز ہے۔
75- بددیانت ہے۔
76- خار کھاتی ہے/ کھاتا ہے۔
77- جھوٹی ہے/ جھوٹا ہے۔
78- 420/ فراڈی ہے۔
79- نکمی ہے/ نکما ہے۔
80- جان ہی نہیں چھوڑتے۔
81- ''گند'' کرتی ہے/ کرتا ہے۔
82- ''فتنہ'' ہے۔
83- پھڈے باز ہے۔
84- جواری ہے۔
85- صفائی نہیں رکھتے۔
86- اس میں دم کہاں؟
87- چودراہٹ جما رکھی ہے۔
88- ماں باپ کو تنگ کر رکھا ہے۔
89- ڈیوٹی پوری نہیں کرتے۔
90- گلے ہی پڑھ جاتے ہیں۔
91- آوارہ ہے۔
92- چلتا پرزہ۔
93- بیوی پر ظلم کرتا ہے/ شور کو ستا رکھا ہے۔
94- ٹھگ ہے۔
95- سست مار۔
96- پیٹ کے ہلکے۔

97- لاپرواہ ہے۔
98- اسکی آواز بس ایسی ہی ہے۔
99- اسکے بیان میں دم کہاں؟
100- پیسوں کے لئے نعت پڑھتے ہیں۔
101- فضول خرچ ہے۔
102- ڈرامہ باز ہے۔
103- مال سے محبت ہے۔
104- بچوں کو بگاڑ رکھا ہے۔

ان کے علاوہ :

1- لباس میں عیب نکالنا
2- سواری میں عیب نکالنا
3- گھر میں عیب نکالنا
4- عبادت میں عیب نکالنا
5۔ جسمانیت میں عیب نکالنا

یعنی بلا اجازت شرعی اگر کوئی ایسی ویسی بات کسی کے بارے میں پیٹھ پیچھے کہی جبکہ وہ بات اس میں موجود ہو تو وہ غیبت ورنہ بہتان ہے۔

ظاہر ہے کہ انسان اپنی فضیلت سن کر خوش ہوتا ہے، اپنی مذمت تو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ لہذا پہلے غور کر لیں کہ یہ لفظ یا بات جو میں فلاں کے بارے میں بولنے والی ہوں اگر وہ سن لے تو اسے خوشی حاصل ہوگی یا غم ملے گا اگر ہمارا دل جواب دے کہ اسے برا لگے گا تو سمجھ لیں کہ یہ غیبت ہے اور پھر بلا اجازت شرعی ایسی بات کرنے سے باز رہیں۔

غیبت کے مختلف انداز:۔

1- زبان سے
2- اشارے سے
3- لکھ کر
4- مسکرا کر مثلاً آپ کے سامنے کسی کی خوبی بیان ہوئی اور آپ نے طنزیہ انداز میں مسکرا دیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'میں اسکو خوب جانتی ہوں'۔
5- ہاتھ، پاؤں، سر، ناک، ہونٹ، زبان، آنکھ، ابرو پیشانی پر بل ڈال کر۔ الغرض کسی بھی انداز سے دوسرے کو کسی کی برائی سمجھائی جائے تو یہ غیبت میں داخل ہے۔
6- دل کے اندر غیبت کرنا یعنی بدگمانی کو دل میں جما لینا مثلاً بغیر دیکھے بلا دلیل ذہن بنا لینا کہ ''فلاں میں وفا نہیں ہے'' بغیر ثبوت کے یہ سوچ لینا کہ فلاں جادو کرتا ہے یا کرتی ہے۔ سب گناہ ہیں۔

غیبت سننا بھی گناہ کبیرہ ہے:۔

غیبت کرنے اور سننے کی عادت نے ہمارے معاشرے میں تباہی مچا رکھی ہے۔

منقول ہے کہ ''آگ خشک لکڑیوں کو اتنی جلدی نہیں جلاتی جتنی جلدی غیبت انسان کی نیکیوں کو جلا کر رکھ دیتی ہے''۔

غیبت پر ابھارنے والی چیزیں:۔

1- غصہّ
2- بغض وکینہ
3- حسد
4- گہرے دوست کی حمایت کا جذبہ
5- زیادہ بولنے کی عادت
6- طنز کرنے کی عادت
7- ہنسی مذاق کی عادت
8- گھریلو ناچاکیاں
9- رشتے داروں یا دوستوں سے ناراضگیاں
10- گلہ شکوہ کرنے کی عادت
11- تکبر
12- وہمی طبعیت
13- بے جا تنقیدی ذہن
14- غیبت کی ہلاکت خیز سامانیوں اور اسکے دینی و دنیوی نقصانات سے ناواقفیت

15- بے جا جذ باتیت اور ’’ بھڑاس ‘‘ نکالے بغیر سکون نہ ملنا۔

16- خوف خدا کی کمی۔

17- عذاب الٰہی سے اپنے آپ کو ڈرائے رہنے کی عادت نہ ہونا۔

عذاب قبر کے تین حصے:۔ حضرت سیدنا قتادہؓ فرماتے ہیں:

’’عذاب قبر کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ایک تہائی عذاب غیبت سے، ایک تہائی عذاب چغلی سے اور ایک تہائی پیشاب کی چھینٹوں سے خود کو نہ بچانے سے ہوتا ہے‘‘۔

غیبت سے توبہ کا طریقہ:۔

1- اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ندامت کے ساتھ توبہ کریں غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس جس کی غیبت کی ہے اسکے لیے دعائے مغفرت کریں اگر نام یاد نہ رہے ہوں تو یوں کہے ’’اے اللہ میں نے آج تک جتنی بھی غیبتیں کی ہیں ان سے توبہ کرتی ہوں/کرتا ہوں اور میں نے آج تک جن جن مسلمانوں کی غیبت کی ہے ان سب کی اپنے محبوب خاتم النبیین ﷺ کے صدقے میں مغفرت فرمادے‘‘ (یادر ہے کہ قبولیت توبہ کے لیے شرط یہ ہے کہ اس گناہ سے دل میں بیزاری اور آئندہ نہ کرنے کا عزم ہو)۔

2- اس بندے سے معافی مانگے جسکی غیبت کی ہو اسکے پاس جا کر اسکی تعریف اور اس سے محبت کا اظہار کریں تا کہ اسکا دل خوش ہو جائے اور عاجزی کے ساتھ عرض کریں کہ میں نے جو آپکی غیبت کی ہے اس پر نادم ہوں مجھے معاف کر دیجیے۔ اب بالغرض وہ معاف نہ بھی کرے تب بھی انشاءاللہ آخرت میں مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ ہاں اگر رسمی طور پر بلا اخلاص کے ہی معافی مانگی اور اس نے معاف کر بھی دیا تب بھی آخرت میں مواخذہ کا خوف باقی ہے۔

چغلی کیا ہے؟

لوگوں کے درمیان فساد ڈالنے کے لئے اِدھر کی بات اُدھر کرنا چغلی کہلاتا ہے۔

منافقت:

منافق وہ ہے جس کے ظاہر اور باطن میں فرق ہو، منافقت انسان کو اللہ کے قرب سے محروم کر دیتی ہے۔

1- منافق وہ ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کا ساتھ دے۔

2- منافق وہ ہے جو اسلام سے پیار کرے اور مسلمان سے نفرت۔

3- منافق وہ ہے جس کی خلوت اور جلوت میں فرق ہو۔

4- جس کی باتیں اور وعدے جھوٹے ہوں۔

5- جو دشمنوں کے ساتھ ہنس ہنس کر بات کرے اور دوستوں کی ہنسی اڑائے۔

6- جو محسنوں کے ساتھ دغا نہ کرے۔ جو انسان کا شکر ادا نہ کرے۔

7- جس کو اپنے سے بہتر کوئی نظر ہی نہ آئے۔ جو امانت کی حفاظت نہ کر سکے۔

8- جو اپنے دماغ کو سب سے بڑا دماغ سمجھے جو یہ نہ سمجھ سکے کہ اگر اللہ چاہے تو مکڑی کے کمزور جالے سے بھی ایک طاقتور دلیل پیدا کر سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ و سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"4 باتیں منافقت کی علامت ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا پایا جانا بھی منافقت کی دلیل ہے۔ جب تک اس عادت کو چھوڑ نہ دے۔

1۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ 2۔ جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے۔

3۔ جب امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے۔ 4۔ جب جھگڑے تو گالی گلوچ پر اتر آئے"۔ (بخاری و مسلم)

اللہ پاک ہم سب کو غیبت، چغل خوری، بہتان اور منافقت جیسے تمام گناہوں سے محفوظ فرمائے۔ یا اللہ ہماری اور اپنے محبوب خاتم النبیین ﷺ کی ساری امت کی مغفرت فرمانا۔ (آمین)

****

کلماتِ کفر

تنگدستی، بیماری، پریشانی اور فوتگی کے مواقع پر بعض لوگ صدمے یا اشتعال کے سبب کچھ کفریہ کلمات منہ سے نکال دیتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا اس کو ظالم سمجھنا، ضرورت مند، عاجز یا محتاج سمجھنا وغیرہ۔ یاد رکھیں بلا شرعی عذر (ہوش وحواس میں نہ ہونا) صریح کفر بکنے والا اور معنی سمجھنے کے باوجود ہاں میں ہاں ملانے والا بلکہ تائید میں سر ہلانے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔ نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ بیعت ختم ہو جاتی ہے۔ زندگی بھر کے نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ اگر حج کیا تو وہ بھی گیا۔ اب تجدید ایمان کے بعد نئے سرے سے تمام کام کئے جائیں۔ اس لیے انتہائی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔

چند مشہور جاہلانہ جملے (کفریہ کلمات) جو عوام الناس میں غلط العام ہو گئے ہیں، جن سے اجتناب ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے:

i- "نمازیں بخشوانے گئے تھے"، "روزے گلے پڑ گئے"۔

جس نے رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) پر نازل شدہ دین کی کسی چیز کا یا اس کی جزا اور سزا کا مذاق اڑایا اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (سورہ توبہ، آیت نمبر 66-65)

ترجمہ:-"کہو کیا تمہاری ہنسی دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ہی کے ساتھ تھی؟ اب عذرات نہ تراشو، تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے"۔

ii- "نو سو چوہے کھا کر بلی حج کو چلی"۔ (یعنی ساری زندگی گناہوں میں گزری اب نیک ہونے کا کیا فائدہ)

بحیثیت مسلمان لاکھوں، کروڑوں گناہ سرزد ہونے کے بعد بھی حج کو جائے گا تو ان شاء اللہ رب کی رحمت کو اپنے قریب پائے گا۔ گویا کوئی شخص کتنا ہی گناہ سے آلودہ کیوں نہ رہا ہو اگر وہ سچی توبہ کر کے پلٹ آنا چاہے تو مغفرت کا دروازہ کھلا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے (سورۃ طٰہٰ، آیت نمبر 82)

ترجمہ:-"جو شخص توبہ کرے، ایمان لائے، اچھے عمل کرے اور راہ راست پر گامزن رہے تو اسے میں یقیناً بہت زیادہ معاف کرنے والا ہوں"۔

iii- "آج کے دور کے مطابق دین میں تبدیلی وقت کی ضرورت ہے"۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (سورہ المائدہ، آیت نمبر 3)

ترجمہ:-"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا"۔

iv- "آخر اللہ کو ہماری یاد آ ہی گئی"۔

اللہ فرماتا ہے (سورہ مریم، آیت نمبر 64)

ترجمہ:-"تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں"۔

v- "زمانہ بہت خراب ہو گیا ہے، زمانہ بڑا غدار ہے"۔

حدیث قدسی:-"ابن آدم مجھے اذیت دیتا ہے۔ وہ زمانے (وقت) کو گالی دیتا ہے جب کہ زمانہ "میں" ہوں۔ ہر حکم میرے ہاتھ میں ہے اور میں ہی دن رات کو پلٹا ہوں"۔ (متفق علیہ)

vi- "فلاں بہت منحوس ہے" - وغیرہ وغیرہ

یہ وہمی لوگوں کی باتیں ہیں۔ اسلام میں نحوست اور بدشگونی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یہ محض توہم پرستی ہے۔ حدیث شریف میں بدشگونی کے عقیدے کی تردید فرمائی گئی ہے۔ سب سے بڑی نحوست انسان کی اپنی بداعمالیاں اور فسق وفجور ہو۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: (سورہ النساء، آیت نمبر 79)

ترجمہ:-"تجھے جو بھلائی ملتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہے"۔

مشکلات کے وقت بکے جانے والے کفریہ کلمات۔

1۔ ’’فلاں شخص لوگوں کے ساتھ کچھ بھی کرے اللہ کی طرف سے اسے فُل آزادی ہے‘‘۔ (کھلی چھٹی ہے)

2۔ ''ہمیں تو اللہ فوراً ہی پکڑ لیتا ہے۔''

3۔ ''اللہ نے ہمیشہ ہمارے دشمنوں کا ساتھ دیا ہے۔''

4۔ ''ہم نے سب کچھ اللہ پر چھوڑ کر بھی دیکھ لیا کچھ نہیں ہوتا۔''

5۔ ''ہماری تو قسمت ہی خراب ہے۔''

6۔ ''ہمارے مقدر میں کامیابیاں کہاں؟''

7۔ ''شاید اس کے خزانے میں ہمارے لیے کچھ نہیں۔''

8۔ ''ہمارا تو کوئی خواب کوئی آرزو کبھی پوری ہی نہیں ہوئی۔''

9۔ ''کیا دعا کروں اللہ سے؟ مجھے معلوم ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوگی۔''

10۔ ''فلاں شخص نے سب کو تنگ کر رکھا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اللہ بھی ایسوں کو نہیں پکڑتا۔''

11۔ ''اے اللہ تو نے مال لے لیا، عزت لے لی، فلاں چیز لے لی، اب کیا رہ گیا ہے ہمارے پاس؟ اب کیا چاہتا ہے؟''

12۔ ''اللہ بھی ہم جیسے مجبوروں کو ہی پکڑتا ہے۔''

13۔ ''ناکامی تو ہمارے مقدر میں لکھ دی گئی ہے، وغیرہ وغیرہ''

تنگدستی کے باعث بکے جانے والے کفریہ کلمات

14۔ ''اے اللہ بس کر اب ہمیں مزید مصیبت میں مت ڈالنا''۔

15۔ سیاسی پناہ لینے، یا تنگدستی کی وجہ سے کفار کے ہاں نوکری کی خاطر ویزا فارم پر یا کسی قسم کی رقم وغیرہ بچت کے لیے درخواست پر اگر خود کو جھوٹ موٹ عیسائی، یہودی، قادیانی، شیعہ، کافر، لکھا یا لکھوایا۔ تب بھی کافر ہو گیا۔

16۔ کسی سے مدد کی درخواست کرتے ہوئے یہ کہنا کہ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو میں عیسائی ہو جاؤں گا۔ یا قادیانی ہو جاؤں گا یا شیعہ ہو جاؤں گا۔ ایسا کہنے والا فوراً کافر ہو جائے گا۔

17۔ کسی کو مشورہ دیا کہ کافر ہو جاؤ، وہ شخص کافر ہو یا نہ ہو مشورہ دینے والا فوراً کافر ہو جائے گا۔

18۔ کسی نے کفر بکا یا کسی پر حکم کفر لگا یا اس پر راضی ہونے والا حکم کفر میں داخل ہے۔ کیونکہ اس نے کسی کے کفر میں مبتلا ہونے کو پسند کیا اور کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے۔

19۔ یہ کہنا کہ اگر اللہ ہوتا تو ہم جیسے مقروضوں کو سہارا دیتا، غریبوں کا سہارا بنتا۔

اعتراضات کی صورت میں بکے جانے والے کفریہ کلمات

20۔ ''معلوم نہیں اللہ نے مجھے کیوں پیدا کیا؟''

21۔ ''فلاں کو تو تُو نے یہ کچھ دے رکھا ہے۔ ہمارے مقدر میں غم ہی لکھ دیئے ہیں۔''

22۔ ''اے اللہ یہ زیادتیاں میرے ساتھ ہی ہوتی ہیں تو بھی تو دیکھتا ہے یہ کیسا انصاف ہے؟''

23۔ ''کہتے ہیں اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے میں کہتا ہوں یہ سب بکواس ہے؟''

24۔ ''پریشانیاں بس نیکوں کے لیے ہیں۔ برے لوگ عیش اڑاتے ہیں۔''

25۔ ''اے رب آخر میں نے ایسا کونسا قصور کر دیا کہ پریشانیاں اور تکلیفیں سب میرے ہی مقدر میں لکھ دی ہیں۔''

فوتگی کے مواقع پر بولے جانے والے کفریہ کلمات

26۔ ''کسی کے فوت ہونے پر یہ کہنا کہ یہ کتنا بڑا ظلم ہوا ہے۔''

27۔ ''یا کسی کا جوان بیٹا مر جائے تو یہ کہنا کہ اگر اللہ کا کوئی بیٹا ہوتا اور مرتا تو میں دیکھتا کہ اسے کیا ہوتا ہے''۔ یہ کہنا کفر ہے کیونکہ کہنے والے نے اللہ کا بیٹا ہونا کہا اور

اس کی طرف ظلم کو منسوب کیا۔

28۔ ”یہ کہنا کہ نیکوں کو اللہ بھی جلدی بلا لیتا ہے۔“

29۔ ”کسی کی موت پر یہ کہنا کہ یا اللہ اس کے چھوٹے چھوٹے بچوں پر بھی تجھے ترس نہ آیا۔“

30۔ ”یا اللہ اس کی بھری جوانی پر ترس کھا لیا ہوتا“

31۔ ”یا والدین میں سے کسی کا کہنا کہ یا اللہ اگر تو نے لینا ہی تھا تو مجھے لے لیتا۔ اس کو کیوں لے لیا (یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت پر اعتراض ہے)“

32۔ ”یا اللہ تیرا نظام انصاف بھی بڑا ہی عجیب ہے“ وغیرہ وغیرہ۔

تجدید ایمان (یعنی از سر نو ایمان لانے کا) کا طریقہ۔

دل کی تصدیق کے بغیر صرف زبانی توبہ کافی نہیں ہوتی۔ یعنی کسی نے کفر بک دیا، کسی دوسرے نے بہلا پُھسلا کر توبہ کروا دی۔ اس طرح کے کفر کرنے والے کو احساس بھی نہ ہوا کہ اس نے کفر کیا تھا تو اس طرح توبہ نہ ہوگی۔ اس کا کفر بدستور باقی رہے گا۔ توبہ اس وقت قبول ہوتی ہے جب گناہ کرنے والا اپنے گناہ کو تسلیم کرے۔ یعنی جب کفر بکنے والا اپنے کفر بکنے کو تسلیم کرے اور دل سے اس کفر سے نفرت اور بیزاری بھی محسوس کرے اور توبہ میں اس کفر سے بیزاری کا تذکرہ بھی کرے۔ مثلاً یا اللہ میں نے ویزا لگوانے کے لیے اپنے آپ کو عیسائی لکھ دیا تھا لیکن میں بے حد شرمندہ ہوں اور اپنے اس کفر سے معافی مانگتا ہوں اور پڑھتا ہوں ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ یا۔۔ یا اللہ میں نے جو بینک میں اس لیے کہ زکوٰۃ کی کٹوتی پر اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کیا تھا اس پر دل سے شرمندہ ہوں اور معافی مانگتا ہوں اور کہتا ہوں ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“۔ اس کے علاوہ بھی ہر مسلمان کو روزانہ سونے سے پہلے احتیاطاً توبہ و تجدید ایمان کر لینا چاہیے کہ یا اللہ اگر دن میں یا رات میں کسی بھی وقت مجھ سے بے خیالی میں کوئی کفریہ کلمہ ادا ہو گیا ہے میں معافی مانگتا ہوں اور بیزار ہوا میں اس سے اور میں پڑھتا ہوں ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“۔

ایمان کی حفاظت کا ورد

بِسْمِ اللهِ عَلٰى دِيْنِى، بِسْمِ اللهِ عَلٰى نَفْسِىْ وَ وَلَدِىْ وَ اَهْلِىْ وَ مَالِىْ

صبح شام تین تین بار پڑھیں۔ دین و ایمان، جان و مال و بچے سب محفوظ رہتے ہیں۔

جب کوئی پریشانی یا مصیبت آئے تو فوراً کہیں ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ اور صبر کرے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ”اے انسان اگر تو طالب ثواب ہو کر اوّل صدمہ پر (یعنی صدمہ آتے ہی فوراً) صبر کرے تو میں تیرے لیے جنت کے سوا کسی ثواب پر راضی نہیں ہوتا۔“ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 6424)

****

والدین کے حقوق (سعادت مندی)

1۔ ماں باپ کو اپنی مرضی پر چلانے کی بجائے ماں باپ کی مرضی پر چلنا سعادت مندی ہے۔

2۔ ماں باپ سے بے نیاز ہو کر زندگی بسر کرنے کا عزم ایک شدید ترین جرم ہے اور فطرت کبھی نہ کبھی اِس کا انتقام لے لیتی ہے۔

3۔ انسانیت کی معراج یہ ہے کہ ماں باپ کا دل نہ دکھایا جائے۔

4۔ تین چیزیں زندگی میں صرف ایک بار ملتی ہیں۔ جوانی، حُسن اور والدین۔

5۔ تین چیزوں کا احترام کرو۔ قانون، استاد اور والدین۔

6۔ جو ماں باپ سے ادب نہیں سیکھتا اُس کو زمانہ ادب سکھا دیتا ہے۔

7۔ ماں باپ زندگی میں اُس شمع کی مانند ہوتے ہیں جو ہوا میں رکھی گئی ہو۔

8۔ ماں باپ کے عیبوں کو چھپاؤ۔ اُن کے عیب مت تلاش کرو۔

9۔ بیماریوں میں سب سے بُری دل کی بیماری ہے اور دل کی بیماریوں میں سب سے بُری ماں باپ کی دل آزاری ہے۔

10۔ محبت کے لحاظ سے ہر ایک باپ یعقوب علیہ السلام اور حُسن کے لحاظ سے ہر بیٹا یوسف علیہ السلام ہے۔

11۔ جو اولاد ادب کرنا نہیں جانتی اُس سے بھلائی کی کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے۔

12۔ "ماں" اُمورِ دنیا سے نہیں بلکہ اسبابِ آخرت سے ہے۔

13۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"اگر غیب دانی کے دعوٰی کا خیال نہ ہوتا تو میں کہتا کہ چار آدمی جنتی ہیں"۔

(1)۔ صابر محتاج عیال دار۔

(2)۔ وہ عورت جس کا شوہر اُس سے راضی ہو۔

(3)۔ وہ لڑکا جس کے والدین اُس سے خوش ہوں۔

(4)۔ وہ گناہ گار جو سچی توبہ کرلے "۔

14۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا:

"ماں باپ کی خوشنودی دنیا میں موجب دولت اور عاقبت میں باعث نجات ہے"۔

15۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"جب دو مسلمان ایک دوسرے کو ملتے ہیں اور سلام کرتے ہیں تو ان پر سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ ان میں سے نوے رحمتیں سلام میں پہل کرنے والے کیلئے ہوتی ہیں اور باقی دس جواب دینے والے کے لیے ہیں"۔ (بیہقی)

16۔ ماں باپ کے ساتھ محبت ہر عمر میں ضروری ہے۔ لیکن خصوصاً اس وقت جب وہ بوڑھے ہو جائیں۔ ماں باپ تو ماں باپ ہیں اگر کوئی پالتو جانور بھی بوڑھا ہو جائے تو اُسے گھر سے نہ نکالو۔ نہ اُسے کہیں چھوڑ کر آؤ اور نہ اُسے چھوڑ کر کہیں جاؤ۔

17۔ ماں باپ کی غلطیاں تلاش نہ کرو۔ یہ تمام عمر تم سے درگزر والا معاملہ کرتے رہے ہیں۔

18۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ لونڈی اپنے آقا کو جنم دے گی"۔ (یعنی لڑکا اپنے ماں باپ سے ایسا سلوک کرے گا جیسے یہ اُن کا آقا ہے) (صحیح بخاری، حدیث نمبر 50)

19۔ جہاں تک ہو سکے ماں باپ کا ادب کرو تا کہ مراد کو پہنچو۔

20۔ بدبختی کی نشانی یہ ہے کہ ماں باپ اپنی اولاد سے اُس کے غصّے اور اُس کی ناراضگی کی وجہ سے ڈرتے ہوں۔ اور انہیں یہ خوف رہے کہ کوئی بات اولاد کی مرضی کے خلاف نہ ہو جائے۔ کہیں وہ ناراض نہ ہو جائیں، کہیں وہ ہم سے بات کرنا نہ چھوڑ دیں۔ یا کہیں وہ ملنا جُلنا نہ چھوڑ دیں۔

21۔ ماں باپ کو شرمندہ کرنے کے لیے ان کی کوتاہیوں کی ٹوہ میں نہ رہو۔

22۔ ماں باپ کا ادب کرو۔ ماں باپ سے ادب نہ کرواؤ۔

23۔ باپ کو ایک نگاہ شفقت سے دیکھنا ایک حج کا ثواب رکھتی ہے۔

24۔ ماں باپ کو خود فیصلہ کرنے کے مواقع فراہم کرنا اور پھر اُن کے فیصلے کو تسلیم کرنا اور اُس پر عمل کرنا سعادت مندی ہے۔

25۔ ماں باپ سے دھیمی آواز سے بات کرو۔ غصہ اور زور سے بات کر کے اُن کے دلوں کو نہ دہلاؤ۔

26۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا:

"جب بھی وقت ملے ماں کے پاس بیٹھ جایا کرو۔ کیونکہ ماں کے ساتھ گزارا ہوا وقت قیامت کے دن باعث نجات ہوگا"۔

27۔ ماں باپ کو اُن کے حسب نسب کا طعنہ نہ دو۔ یاد رکھو کہ تم بھی اُسی نسب سے ہو۔

28۔ ماں باپ سے خود حُسن سلوک کرو۔ اُن سے اپنے ساتھ حُسن سلوک کی توقع نہ کرو۔ اُن سے ہمدردی کرو۔ اُن سے ہمدردی کی توقع نہ کرو۔

29۔ دنیا کی حسین شے صرف ماں ہے۔ (محمد علی جوہر)

30۔ ماں کے بغیر گھر قبرستان کی طرح ہوتا ہے۔ (اورنگ زیب عالمگیر)

31۔ اگر مجھے میری ماں سے جدا کر دیا جائے تو میں پاگل ہو جاؤں۔ (حکیم لقمان)

32۔ ماں خدا کا جلوہ اور خدا کی خوشی ہے اِسی لیے ماں کو خوش رکھنا ضروری ہے۔ (عنا تلو فرانس)

33۔ انسان کے اسباب ظاہر میں ماں باپ کی عزت کرنے کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔

****

وصیت

وصیت کیا ہے؟ مرنے سے پہلے اپنے مال کا ایک تہائی حصہ کسی کو دینے کی تاکید تحریری طور پر کرنا وصیت کہلاتی ہے۔ یہ زبانی اور ریکارڈ کرکے بھی کی جاسکتی ہے اور ورثا کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

وصیت کے درست ہونے کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں:۔

1- تحریری ثبوت موجود ہو۔ یا دو گواہ موجود ہوں۔ 2- تہائی مال سے زیادہ کی وصیت نہ ہو۔ (بقیہ ترکہ وارثوں میں آیت میراث کے مطابق تقسیم ہوگا)۔

3- وارث کے حق میں نہ ہو۔

اس فیصلہ یا تحریری ہدایت کو ''وصیت'' کہتے ہیں قرآن پاک سورۃ المائدہ، آیت نمبر 106 میں اس کی تاکید آئی ہے۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تمھارے آپس میں دو شخص (لوگوں) کا وصی (گواہ) ہونا مناسب ہے جبکہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے اور وصیت کرنے کا وقت ہو۔ وہ دو شخص ایسے ہوں کہ دین دار ہوں اور تم میں سے ہوں اور اگر دو مسلمان نہ ملیں تو وہ غیر مسلم ہی سہی (بشرطیکہ ان کی گواہی شک کے موقعہ پر قابل اعتماد ہو)''۔

حدیث قدسی ہے: ترجمہ:۔''اے ابن آدم: دو چیزیں تیری نہیں تھیں۔ میں نے تیری موت کے وقت تجھے تیرے مال میں سے (وصیت کرنے کے لئے) ایک حصہ دیا تاکہ (1) تجھے پاک اور صاف کروں۔ (میں نے وصیت کو شروع کیا تاکہ تو اچھی اور درست وصیت کرکے ثواب کمائے۔ اور یہ تیرے لئے مغفرت اور بلندئ درجات کا سبب بنے) اور (2) موت کے بعد اپنے بندوں کی دعائیں تیرے حق میں تجھے دلائیں''۔(یعنی ایصال ثواب) (رواہ عبد بن حمید فی المسند)۔

آخرت کی کامیابی ہی دراصل وہ تابناک اور روشن مستقبل ہے جس کے لئے مومن دنیا میں کوشش کرتا رہتا ہے۔ یہی کوشش فرائض وحقوق کو ادا کرنے کا دوسرا نام ہے۔ جو انجام کار اس کو فائدہ دے جاتی ہے۔ انہی میں سے ایک آخری حق وصیت کا ہے۔

رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:''جو مسلمان وصیت کرنا چاہتا ہے۔ وہ دوراتیں بھی نہ گذارے۔ مگر یہ کہ اُس کے پاس وصیت لکھی ہوئی ہو''۔(متفق علیہ)

وصیت کی مقدار:۔ مسلمان کو اپنے مال میں سے ایک تہائی کی وصیت کا حق ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہوئے تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے وصیت کی بابت مشورہ طلب کیا آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:''تہائی کی اجازت ہے اور تہائی بھی بہت ہے'' پھر فرمایا:''اے سعد تم اپنے ورثا کو خوشحال رہنے دو، وہ تمھارے لئے بہتر ہے اس کے بجائے کہ انہیں تنگدست چھوڑ و اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہیں اے سعد! اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تم جو بھی خرچ کروگے تمہیں اس کا اجر ملے گا یہاں تک کہ جو لقمہ تم اپنی اہلیہ کے منہ میں دو''۔(متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔''مجھے پسند ہے کہ لوگ تہائی کی بجائے چوتھائی کی وصیت کیا کریں کیونکہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے تہائی کو زیادہ قرار دیا ہے''۔(متفق علیہ)

''وصیت''، میراث کے حق دار کے لئے نہیں ہے:۔ والدین اور قریبی رشتہ دار (جو میراث کے شرعاً حقدار ہیں) کے حق میں مال کے تہائی کی وصیت نہیں کی جاسکتی۔

رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع پر فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو اس کا حق دے دیا ہے۔ لہٰذا کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں''۔(ابوداؤد)

ناقابل قبول وصیت:۔ (1) ایسی وصیت جو شریعت (شرعی احکامات) سے ٹکراتی ہو اس پر عمل ہی نہیں کیا جائے گا۔

(2) ایسی وصیت جس سے کسی کی حق تلفی ہو۔ خصوصاً جب وہ کسی وارث کے حق میں محرومی یا زیادتی کا سبب بنتی ہو۔ وہ بھی ناقابل قبول اور باطل قرار دی جائے گی۔

(3) ایسی وصیت جس سے مستحق رشتہ داروں کے حقوق تلف ہوں۔''ضرر رساں وصیت کہلاتی ہے''۔

(4) حرام اور غیر دینی کاموں پر خرچ کرنے کے لئے وصیت کی جائے تو وہ نافذ ہی نہیں ہوگی۔

وصیت کی اقسام:۔ وصیت کی تین اقسام ہیں۔

(1) مال کے لئے وصیت (2) حقوق اور واجبات کے لئے وصیت (3) نصیحت وتزکیہ کے لئے وصیت

(1) مال کے لئے وصیت:۔ مال واسباب خواہ کچھ بھی ہو زیور، کرنسی، بینک اکاؤنٹ سرٹیفکیٹ، جائیداد قریب المرگ چاہے تو اپنے بعد چھوڑے جانے والے مال کا ایک تہائی حصہ غیر وارث قرابت داروں کے لئے وصیت کرسکتا ہے۔ یہ وصیت صدقہ جاریہ کے کاموں کے لئے بھی کی جاسکتی ہے۔

(2) حقوق اور واجبات کے لئے وصیت:۔

قریب المرگ ایک تہائی کی وصیت کے لئے یہ بھی فیصلہ کرسکتا ہے کہ اس کے کچھ واجبات ایک تہائی میں سے ادا کردیئے جائیں۔ مثلاً

(1) ادھار، یعنی قرض وغیرہ (2) جو روزے نہ رکھ سکا اُن کا فدیہ (3) زکوٰۃ نہ دے سکا اس کی ادائیگی

(4) فرض حج نہ کرسکا اس کی ادائیگی کے لئے وصیت (5) کوئی جائز نذر مانی تھی مگر پوری نہ کرسکا اُس کو پورا کرنے کی وصیت

(6) اگر کوئی مرد کسی وجہ سے بیوی کا حق مہر ادا نہیں کرسکا تو اس کی وصیت

(3) وصیت برائے نصیحت وتزکیہ:۔ وصیت مال کے علاوہ ان ہدایات اور ان انتظامات سے متعلق بھی ہوسکتی ہے جو قریب المرگ اپنے متعلقین کے ذمے لگا جاتا ہے مثلاً نابالغ اولاد کی دیکھ بھال۔ اس کے چھوڑے ہوئے علمی کتب خانہ، شفاخانہ یا وقف کیے ہوئے کسی ادارے کی دیکھ بھال۔ اور لوگوں کی امانتوں کا لوٹانا اس کے علاوہ یہ وصیت علمی وعملی ہدایات کے بارے میں بھی ہوسکتی ہے مثلاً قرابت داروں سے صلہ رحمی، حقوق اللہ کی پابندی کرنا، تبلیغ کرنے کی تاکید کرنا وغیرہ۔ 1/3 کے معاملے میں حکمت سے کیا گیا فیصلہ قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ بن سکتا ہے۔

نبیوں کی وصیت:۔ ایسی وصیت جو وارثوں کی دینی اصلاح کے لئے ہو۔ بہترین وصیت ہے۔

نبیوں کی وراثت وہ پیغامِ حق ہے جو تا قیامت نسلوں تک منتقل ہوتا چلا جاتا ہے۔

اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ نے ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت وراثت میں چھوڑی اور فرمایا:

''اے لوگوں میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر انہیں مضبوطی سے پکڑ لوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت''۔ (موطا امام مالک)

حضرت لقمان علیہ سلام نے اپنے فرزند کو جو وصیتیں فرمائیں ان کے بارے میں قرآن پاک میں ذکر ہے۔

قرآن پاک سورہ لقمان، آیت نمبر 13,17 میں ہے: ترجمہ:۔ ''میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔ اے بیٹے نماز قائم کرنا۔ اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور تجھے جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرنا''۔

موت آنے سے قبل جنازہ، تجہیز وتکفین اور تدفین وغیرہ کے بارے میں مرنے والا اہل وعیال کو وصیت کرسکتا ہے۔ مثلاً

(1) میری وفات پر چیخ وپکار نہ کرنا، منہ سے خلاف اسلام کوئی بات نہ کہنا، چہرے پر طمانچے نہ مارنا یعنی نوحہ اور بین وغیرہ نہ کرنا۔

(2) میرا مال فی سبیل اللہ خرچ کرنا، کنواں کھدوا دینا، غریب طلبا کی فیس وغیرہ ادا کردینا وغیرہ۔

ہدیہ کرنے کا طریقہ

طریقہ ادائیگی:۔ نیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے لئے دو رکعت نماز نفل ہدیہ

بحضور حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ بحضور تمام پیغمبرانِ اسلامؑ

بحضور اہل بیتؓ بحضور صحابہ کرامؓ

بحضور تابعینؒ بحضور تبع تابعینؒ

بحضور آئمہ کرامؒ بحضور اولیاء کرامؒ

بحضور میرے پیر ومرشد یا استادِ معظم بحضور میرے والدین بزرگوار

بحضور جملہ مومنین ومومنات جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔

منہ میرا خانہ کعبہ شریف کی طرف ''اللہ اکبر''۔

عیادت (بیمار پرسی) بیماری میں دعائیں اور جنازے میں شرکت

1۔حدیث:

حضرت براابن عازب ؓ سے مروی ہے فرمایا" حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ہمیں بیمار کی مزاج پُرسی جنازوں کے ساتھ جانے، چھینکنے والے کے لیئے " یرحمک اللہ " کہنے۔قسم والے کی قسم پوری کرنے،مظلوم کی امداد کرنے،دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنے اور سلام کو عام کرنے کا حکم دیا ہے"۔ (بخاری ومسلم)

2۔حدیث:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا"ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں:

i۔سلام کا جواب دینا　ii۔مریض کی مزاج پرسی کرنا　iii۔جنازوں کے ساتھ جانا iv۔دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنا　v۔اور چھینکنے والے کے لیئے یرحمک اللہ کہنا"۔　(بخاری ومسلم)

3۔حدیث:

حضرت ابوموسیٰؓ سے مروی ہے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا"مریض کی بیمار پرسی کرو۔بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔اور قیدی کو رہا کرواؤ"(بخاری)

<u>**مریض کے لیئے کس طرح اور کیا دعا کی جائے؟**</u>

1۔حدیث:

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب کسی انسان کو بیماری کی شکایت ہوتی یا آپ خاتم النبیین ﷺ اپنے اہل خانہ میں سے کسی کی بیمار پرسی فرماتے تو اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور فرماتے "اے اللہ! اے تمام انسانوں کے پروردگار، بیماری کو دور فرمادے،شفاعطا فرما تو ہی شفاعطا فرمانے والا ہے۔تیری شفاء کے سوا کوئی شفا نہیں ایسی شفاء عطا فرما جو بیماری (کا نشان بھی) نہ چھوڑے"۔(بخاری ومسلم)

وہ دعا یہ ہے:　اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَأسِ وَ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا

2۔حدیث:

حضرت ابوعبداللہ عثمان بن ابی العاصؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں شکایت کی کہ وہ جسم میں درد محسوس کرتے ہیں۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اُن سے فرمایا " جسم کے جس حصّہ میں تمہیں درد ہے وہاں ہاتھ رکھو تین مرتبہ بسمہ اللہ الرَّحمنِ الرَّحیمہ پڑھو پھر سات مرتبہ یہ دعا پڑھو:　اَعُوذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَ اُحَاذِرُ

ترجمہ:"میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور قدرت کی پناہ مانگتا ہوں اس تکلیف سے جو میں محسوس کرتا ہوں اور ڈرتا ہوں"۔(مسلم)

3۔حدیث:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا"اے محمد خاتم النبیین ﷺ کیا آپ بیمار ہیں"؟ فرمایا "ہاں" حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا" میں اللہ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں۔ ہر اس شے سے جو آپ خاتم النبیین ﷺ کو تکلیف پہنچائے اور نفس اور حسد کرنے والی آنکھ کے شر سے۔اللہ تعالیٰ آپ کو شفاعطا فرمائے میں اللہ کے نام سے آپ خاتم النبیین ﷺ کو دم کرتا ہوں"۔(مسلم)

وہ دعا یہ ہے:　بِسمِ اللّٰهِ اَرقِیکَ مِنْ شَیْءٍ یُؤْذِیکَ، وَمِن شَرِّ کُلِّ نَفسٍ اَو عَینِ حَاسِدٍ، اللّٰهُ یَشْفِیکَ، بِسمِ اللّٰهِ اَرقِیکَ ۔

****

میت پر نوحہ

1۔حدیث:-حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"میت پر نوحہ کیا جاتا ہے اس کی وجہ سے میت کو قبر میں عذاب ہوتا ہے"۔(بخاری ومسلم)

2۔حدیث: حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو (اظہار غم کے لیئے) رخسار پیٹے، گریبان چاک کرے اور جاہلیت کے کلمات پکارے"۔(بخاری ومسلم)

3۔حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرمایا حضرت ابوموسیٰؓ بیمار ہوئے اور بے ہوش ہو گئے۔آپ کا سر اہل خانہ میں سے ایک خاتون کی گود میں تھا وہ چیخنے لگی۔ حضرت ابوموسیٰ ہوش میں آ گئے اور اس عورت کو روک دیا جب آفاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا "میں ہر اُس شخص سے بَری ہوں جس سے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اپنی برات (بیزاری) کا اعلان فرمایا بے شک حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے مصیبت کے وقت چیخنے چلانے والی، اپنے بال مونڈ دینے والی اور گریبان پھاڑ دینے والی عورت سے اپنی برات (بیزاری) کا اظہار فرمایا ہے"۔(بخاری ومسلم)

4۔حدیث: حضرت ام عطیہ نسیبہؓ سے مروی ہے فرمایا:

"بیعت کے وقت حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ہم سے یہ عہد بھی لیا تھا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی"۔(بخاری ومسلم)

5۔حدیث: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ پر غشی طاری ہوئی تو ان کی بہن رونے لگی اور کہنے لگی "ہائے اے پہاڑ "یعنی جوان ہائے یہ اور ہائے وہ اور پھر ان کی خوبیاں گنوانے لگی۔حضرت عبداللہؓ جب ہوش میں آئے تو فرمایا "تم نے جو کچھ بھی کہا مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا تم واقعی ایسے ہو"-(بخاری)

6۔حدیث: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ سعید بن عبادہؓ بیمار ہو گئے تو حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، اور عبداللہ بن مسعودؓ کی معیت میں ہم ان کی تیماری کے لیئے تشریف لائے جب آپ خاتم النبیین ﷺ اندر داخل ہوئے تو انہیں غشی کی حالت میں پایا۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے پوچھا" کیا فوت ہو گئے"؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا" نہیں یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ" تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ رونے لگے جب باقی لوگوں نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا " کیا تم سنتے ہو (یعنی سنو) اللہ تعالیٰ نہ آنکھ کے آنسوؤں کی وجہ سے عذاب دیتا ہے اور نہ دل کے غم کی وجہ سے بلکہ وہ اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے "(اور آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا)۔(بخاری ومسلم)

7۔حدیث: حضرت ابو مالک اشعریؓ سے مروی ہے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"نوحہ کرنے والی عورت نے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کی تو قیامت کے دن جب اُسے اٹھایا جائے گا تو اس پر تارکول کی قمیض اور زنگ کی زرہ ہو گی"۔(مسلم)

8۔حدیث: حضرت اسید بن ابی اسید تابعی ایک عورت سے جس نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی بیعت کی تھی روایت کرتے ہیں کہ:"اُس عورت نے کہا جن نیک کاموں کے متعلق حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ہم سے عہد لیا تھا کہ ہم اس عہد میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گے (اُن میں) یہ بھی تھا کہ ہم نہ اپنے چہرے نوچیں گے۔نہ واویلا کریں گے نہ گریبان چاک کریں گے اور نہ بالوں کو بکھیریں گے "-(یا نوچیں گے) (ابوداؤد)

9۔حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لوگوں کے اندر دو خصلتیں ہیں۔جن کی وجہ سے وہ کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔ایک تو نسب میں طعن کرنا اور دوسرے میت پر نوحہ کرنا (بین کرنا) "۔(مسلم)

****

غسل میت

اسلامی تہذیب میں مسلمان کے جسم کو زندگی کے اختتام پر بھی احترام کے قابل سمجھا جاتا ہے۔اسی لئے اسے غسل دلا کر، صاف لباس (کفن) پہنا کر، خوشبوؤں میں بسا کر باعزت طریقے سے کندھوں پر اٹھا کر لے جایا جاتا ہے۔اور اجتماعی نظم وضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے نماز کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے لئے مغفرت طلب کی جاتی ہے اور پھر نہایت پروقار طریقے سے اسے سپرد خاک کر دیا جاتا ہے۔

میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔

غسل کے لئے سامان

(1)　بیری کے پتے، صابن

(2)　کافور/عطر یا صندل کا پاؤڈر

(3)　روئی

(4)　کپڑے کی تھیلیاں یا دستانے

(5)　جسم کو خشک کرنے کے لئے تولیہ

(6)　چادریں جو میت پر پردہ کرنے کے لئے یا میت کو اٹھانے کے لئے استعمال کی جائیں۔

غسل کس کو کروانا چاہیے:۔مردوں کو مرد غسل دیں اور عورتوں کو عورت میت کو نہ کنگی کریں اور نہ ناخن تراشیں۔نہ بغل اور زیر ناف بال دور کریں۔غسل کرانے کی ذمہ داری اٹھانے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ:

(1)　قریبی عزیز ہوں یا پھر رشتہ دار ہوں۔

(2)　خاص طور پر استنجا کرانے کے لئے قریبی عزیز ہو تو بہتر ہے۔

مرد اپنی بیوی کی میت کو اور بیوی اپنے شوہر کی میت کو غسل دے سکتے ہیں۔حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا اور حضرت ابوبکرؓ کو ان کی زوجہ حضرت اسماءؓ نے غسل دیا تھا۔(موطا امام مالک)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ جنت البقیع سے ایک جنازہ پڑھ کر میرے ہاں تشریف لائے۔میرے سر میں درد تھا اور میں کہہ رہی تھی ''ہائے میرا سر''۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''نہیں بلکہ میرا سر اے عائشہؓ اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہو جاؤ تو میں خود تمھیں غسل دوں، خود تمھیں کفن پہناؤں اور خود تمھاری نماز جنازہ پڑھ کر دفن کروں تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں''۔(مسند احمد)

رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے پردہ فرما جانے کے بعد اس حدیث پاک کو یاد کر کے حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں۔''جو بات مجھے اب معلوم ہوئی اگر پہلے میں غور کر لیتی تو رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کو ازواج مطہرات ہی غسل دیتیں''۔(سنن ابی داؤد)

(3)　دین کا علم رکھنے کی وجہ سے آداب غسل سے واقف ہو۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''میت کو وہ غسل دے جو اس کا سب سے زیادہ قریبی ہو اور علم (دین) رکھتا ہو۔اگر قریبی عزیز عالم نہ ہو تو جسے تم عالم اور پرہیزگار سمجھو وہ غسل دے''۔(خواہ وہ قرابت دار نہ ہو)(مسند احمد)

(4)　میت کی کوئی عیب یا ناپسندیدہ بات نظر آئے تو پردہ پوشی اور راز رکھے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جس نے کسی مسلمان کو غسل دینے میں حق امانت ادا کیا اور اس کا راز نہ کھولا وہ اس طرح گناہوں سے پاک ہوا جیسے آج ہی پیدا ہوا ہو''۔(مسند احمد)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

''جس نے کسی مسلمان کو غسل دیا اور اس کے عیب کو چھپایا تو اللہ تعالیٰ اسے 40 مرتبہ معاف فرماتا ہے''۔جس نے قبر کھود کر دفن کیا اسے اتنا اجر ہے جیسے کسی کو

تا قیامت رہائش فراہم کر دی اور جس نے کفن پہنایا اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت جنت کے عمدہ ریشمی کپڑے اور کمخاب سے آراستہ فرمائیں گے''۔ (مستدرک حاکم)

غسل کی جگہ:۔

میت کو نہلانے کی جگہ ایسی ہونی چاہیے جہاں پردے کا انتظام ہو۔ گھر میں غسل خانہ اگر اتنا بڑا نہیں تو کوئی الگ کمرہ یا پھر کسی برآمدے وغیرہ میں عارضی طور پر چادریں وغیرہ تان کر یا خیمہ لگا کر پردے کا بندوبست کر لیا جائے۔ لیکن اس میں اوپر سے ڈھانپنا بھی ضروری ہے۔

غسل کا پانی:۔

غسل کا پانی پاک اور صاف ہونا ضروری ہے بہتر ہے کہ پانی کو نیم گرم کر لیا جائے۔ بیری کے کچھ پتے منگوا کر انہیں الگ سے پاک کر لیا جائے۔ اس کے بعد تھوڑے سے پانی میں یہ بیری کے پتے جوش دے کر اس پانی کو غسل کے پانی میں شامل کر دیا جائے۔ اگر یہ پتے نہ ملیں تو کوئی بھی خشبودار پتے یا پھول یا پھر (صرف) کوئی صابن بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ (بحوالہ صحیح بخاری)

روئی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنا کر پاس رکھ لئے جائیں۔

غسل میں مدد کرنے والے افراد:۔

غسل دینے والے کے پاس صرف وہی افراد موجود ہوں جو اس کی مدد کریں باقی دوسرے افراد کی موجودگی مکروہ ہے۔

میت کے کپڑے اگر آسانی سے نہ اتر سکیں تو قینچی کے ساتھ احتیاط سے کاٹ لیں کپڑے اتارتے وقت میت پر چادر ہونی چاہیے۔

میت کے کپڑے اتارنے سے پہلے میت کے اوپر کوئی رنگ دار اور گہرے پرنٹ کا کپڑا ڈال لیا جائے۔ تا کہ گیلا ہونے پر پردہ رہے۔ سفید کپڑے میں سے نیچے کا بدن نظر آتا ہے۔

میت کو اس کپڑے کے نیچے سے غسل دیا جائے گا۔

میت کو نہلانے والا تختہ سر کی جانب سے ذرا اونچا رکھا جاتا ہے تا کہ استعمال شدہ پانی بہتا چلا جائے۔

طریقہ غسل:۔

میت خاتون کی ہو تو غسل سے پہلے سر کے بال کھول دیئے جائیں۔

(1) کپڑے اتارنے کے بعد نہلانے والے سب سے پہلے میت کا سر اٹھا کر آہستگی سے اسے بیٹھا ہونے کے قریب کر دیں۔ پھر اطراف سے پیٹ پر نرمی سے ہاتھ پھیرا جائے تا کہ جو کچھ نکلنے کے قریب ہو وہ نکل جائے۔ اور ساتھ ساتھ کپڑے کے اوپر سے خوب پانی بہایا جائے تا کہ جو کچھ نکلے پانی اسے بہا کر لے جائے۔

(2) غسل دینے والا اب اپنے ہاتھ پر کپڑے کی تھیلی یا ربڑ کے دستانے چڑھا کر میت کو طہارت کرائے اور نجاست وغیرہ کو اچھی طرح صاف کر دیا جائے طہارت کروانے کے بعد یہ تھیلی یا یہ دستانہ اتار دیا جائے۔

(3) اب دوسری تھیلی یا دستانہ چڑھایا جائے اور میت کی طرف سے غسل کی نیت کر کے ''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ'' پڑھ لے۔

(4) اب دائیں طرف سے شروع کرتے ہوئے نماز کے وضو کی طرح وضو کروایا جائے۔

(5) کلی کے بجائے روئی کو گیلا کر کے میت کے دانتوں اور منہ کو صاف کیا جائے اور ناک کے نتھنوں کو بھی روئی سے صاف کیا جائے۔ (بحوالہ صحیح بخاری)

(6) اب دونوں کانوں اور ناک میں صاف روئی لگا دی جائے تا کہ غسل کے دوران پانی اندر داخل نہ ہو۔ بعد میں اس روئی کو نکال دیا جائے۔

(7) صابن یا شمپو سے سر کے بال اور داڑھی کو آہستہ آہستہ دھویا جائے۔

(8) تمام غسل کپڑے کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر دیا جائے۔ مستحب یہ ہے کہ ہاتھ پر کپڑے کی تھیلی یا دستانہ ہو۔ خاص طور پر حدودِ ستر پر نہ کسی کی نظر پڑنی چاہیے اور نہ ہی ہاتھ سے مس ہونا چاہیے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے علی اپنی ران ننگی نہ کرو، نہ ہی کسی زندہ یا مردہ انسان کی ران دیکھو''۔ (ابوداؤد)

(9) پہلے میت کے جسم کے دائیں طرف والے سامنے والے حصّہ کو دھویا جائے گردن کی دائیں طرف سے لے کر دائیں پاؤں تک اور پھر بائیں پہلو کے بل ہلکی سی کروٹ موڑ کر دائیں طرف کا نچلا حصّہ دھویا جائے۔ پھر یہی عمل بائیں طرف سامنے سے اور پھر کروٹ دلا کر پچھلا بایاں حصہ دھولیا جائے۔

(10) غسل طاق مرتبہ دیا جائے۔آخری بار غسل دینے کے لئے پانی میں کافور ڈالنا مسنون (سنت) ہے کافور نہ ملے تو کوئی بھی خوشبو پانی میں ملا سکتے ہیں-(بخاری و مسلم)

(11) خاتون کی میت ہو تو غسل کے بعد بالوں کی چوٹیاں (لٹیں) بنا کر آگے دونوں طرف یا پیچھے ڈال دی جائیں۔

حضرت ام عطیہؓ بیان کرتی ہیں کہ ''رسول پاک خاتم النبیین ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے ہم آپ خاتم النبیین ﷺ کی بیٹی حضرت زینبؓ کو غسل دے رہے تھے'' آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''تین بار، پانچ بار، سات بار اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ بار غسل دو''۔حضرت ام عطیہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا ''طاق عدد میں''۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''ہاں اور آخیری بار کچھ کافور بھی ملا دینا اور پھر جب تم غسل دے کر فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کرنا''۔جب ہم فارغ ہوگئیں تو آپ خاتم النبیین ﷺ کو اطلاع کی۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے ہماری طرف اپنا تہہ بند پھینک کر فرمایا۔''یہ اندر (اس کے بدن پر) لپیٹ دو''۔وہ بیان کرتی ہیں کہ ''ہم نے ان کے بالوں کو تین حصے اور پیچھے ڈال دیئے''۔(صحیح بخاری)

وہ حالات جن میں میت کو غسل دینے کے بجائے پانی بہایا جائے یا تیمم کروایا جائے:۔

(1) اگر میت کا زیادہ جسم جل گیا ہو۔پانی بہا دینا واجب ہے۔ممکن نہیں تو تیمم کروایا جائے۔

(2) پانی میں ڈوبنے کی وجہ سے زیادہ گل گیا ہو یا سڑ گیا ہو تو پانی بہا دینا واجب ہے ورنہ تیمم کروایا جائے۔

(3) کسی کیمیکل کی وجہ سے جسم گل گیا۔پانی بہانا ممکن نہ ہو تو تیمم کروایا جائے۔

(4) کسی ایسی جلدی بیماری سے وفات ہوئی کہ غسل کروانے سے جسم مزید پھٹنے کا اندیشہ ہو۔اگر پانی بہانا بھی ممکن نہ ہو تو تیمم کروایا جائے۔

(5) بچہ پیدا ہو کر مر گیا اس پر غسل واجب ہے اس کا نام رکھیں اور غسل دے کر نماز پڑھیں۔

مردہ بچہ پیدا ہوا۔اسے غسل دیں۔نماز جنازہ نہیں ہے کپڑے میں لپیٹ دیں اور دفن کر دیں۔

غسل دینے والے کے لئے غسل کرنا بہتر ہے:۔

میت کو غسل اور کفن دینے والے کے لئے بعد میں خود غسل کرنا مستحب اور بہتر ہے۔واجب نہیں ہے۔

کیونکہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

''جو کسی میت کو غسل دے وہ خود غسل کر لے اور جو اس کو اٹھائے وہ وضو کر لے''۔(سنن ابی داؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے کہ:

''ہم میت کو غسل دیا کرتے تھے پھر ہم میں سے کوئی غسل کر لیتا تھا اور کوئی نہیں کرتا تھا''۔(سنن الدارقطنی)

مومن مر کر نجس یا ناپاک نہیں ہو جاتا۔بلکہ بعض اوقات موت کی سختی کی وجہ سے پسینہ یا پیشاب کا اخراج ہو جاتا ہے۔اس لئے میت کو غسل اس کے بدن کو صاف ستھرا اور پاک کرنے کے لئے دیا جاتا ہے۔

میت کو غسل کرانے کے دوران نجاست کے چھینٹے یا جس بیماری سے اس کی وفات ہوئی ہے اس کے جراثیم وغیرہ غسل دینے والے پر لگے ہوں تو بعد میں خود غسل کر لینے سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔اور اگر نجاست بالکل نہ تھی تو بعد میں ہاتھ پاؤں اچھی طرح دھونے کے بعد کپڑے تبدیل کر لینا اور پھر وضو کر لینا کافی ہوتا ہے۔

****

کفن (آخری لباس)

کپڑا:-

کفن کے لئے صاف ستھرا سفید کپڑا استعمال کرنا افضل ہے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

''سفید لباس پہنا کرو۔ یہ تمھارا بہترین لباس ہے اور اسی سے اپنے مُردوں کو کفن دیا کرو''۔ (ترمذی)

مقدار:-

کفن کے لئے کپڑے کی مقدار یا پیمائش اتنی ہو کہ آسانی سے میت کا تمام جسم ڈھانپا جا سکے۔ نامکمل اور ناکافی کفن (علاوہ کسی مجبوری یا عذر کے) ناپسندیدہ ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کو کفن دے تو اگر ممکن ہو تو اچھا کفن دے''۔ (صحیح مسلم)

اچھے کفن سے مراد صاف ستھرا ہو، موٹا ہو، سارے بدن کو چھپانے والا ہو ضروری نہیں کہ نیا، ہو پرانا مگر دُھلا ہوا صاف کپڑا کفن کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کفن کے انتخاب کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا ''نئے کپڑوں کے زیادہ مستحق زندہ ہیں۔ میرے لئے بس یہ پرانے ہی کافی ہیں''۔ (صحیح بخاری)

اجزائے کفن:-

مرد میت کے لئے:

کفن میں مرد کے لئے تین کپڑے استعمال ہوتے ہیں ازار یا تہہ بند، چادر جو قمیض یا کُرتے کی شکل میں اوپر آئے گی۔ لفافہ یا اُوپری چادر۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو تین دُھلی ہوئی سفید سوتی چادروں (یمن کی بنی ہوئی ہلکی دھاری دار چادر) میں کفن دیا گیا۔ اس میں نہ قمیض تھی نہ پگڑی''۔ (مردوں کے لئے انہی تین کپڑوں کا حکم ہے)۔ (صحیح بخاری)

عورت میت کے لئے:

عورت کے لئے کفن میں پانچ کپڑے استعمال ہوتے ہیں۔ تین کپڑے مردوں کی طرح چوتھا سر کا رومال اور پانچواں سینہ بند ہوتا ہے۔

لہٰذا مرد کے کفن میں تین کپڑے اور عورت کے کفن میں پانچ کپڑے سنت ہیں۔ کسی ایسے حالات میں جب یہ تعداد میسر نہ ہو اس سے کم یہاں تک کے ایک کپڑا بھی کافی ہے۔

کسی ہنگامی حالت کی وجہ سے مثلاً حالت جنگ یا سفر کی حالت میں میتیں زیادہ اور کفن نہ کافی ہوں تو کئی میتوں کو ایک ہی کپڑے میں دفنایا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ شہداء اُحد کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اور اگر کسی وجہ سے کپڑا اتنا نا کافی ہے کہ سر یا پاؤں میں سے کسی ایک ہی کو ڈھانپا جا سکتا ہے تو سر کو ڈھانپا جائے اور پاؤں کو گھاس وغیرہ سے چھپا دیا جائے جیسا کہ حضرت معصب بن عمیرؓ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ (بحوالہ صحیح بخاری)

کفن میں لپیٹنے سے پہلے میت کا گیلا جسم کسی صاف کپڑے سے خشک کر لیا جائے۔

میت کو کفن میں لپیٹنے سے پہلے عطر وغیرہ لگا دیا جائے۔

کفن کے اجزاء کی تفصیل:-

(1) **تین پٹیاں:-**

چوڑائی میں تقریباً 4 انچ اور لمبائی حسب ضرورت اتنی ہو کہ میت کو کفن سمیت باندھنے کے بعد گرہ لگائی جا سکے۔

(2) بڑی چادر اگر موٹی ہے تو ایک ہی کافی ہے۔ لیکن اگر کمزور ہے تو (ڈبل چادر) دونوں کو ملا کر اکٹھا کر کے استعمال کی جائے گی۔ یہ چوڑائی میں اتنی ہو کہ لپیٹتے وقت اس کے دونوں پلڑے ایک دوسرے کے اوپر آجائیں اور لمبائی میں اتنا ہو کہ میت کے سر اور پاؤں ڈھانپنے کے بعد کپڑا اکٹھا کر کے باندھا جا سکے۔

(3) قمیض یا کفنی:۔

اس کی لمبائی کندھوں سے گھٹنوں تک ہوگی اور آگے پیچھے یہ کپڑا دگنی لمبائی میں کاٹا جائے گا۔ پھر اس کپڑے کو دوہرا کر کے تہہ کی جگہ پر گلے کے لئے درمیان سے یوں کٹ لگایا جائے گا کہ میت کے سر سے یہ اتارا جاسکے۔

(4) تہہ بند:۔

اس کی چوڑائی دوسرے لپیٹے جانے والے کپڑوں کے جتنی ہوگی۔ لمبائی میں یہ کپڑا ناف سے گھٹنوں تک ہوگا۔

(5) سینہ بند:۔

خاتون میت کے لئے یہ چوتھا زائد کپڑا سینہ بند ہے۔ چوڑائی دوسرے کپڑوں کی طرح ہوگی اور لمبائی بغل سے ناف تک جاتی ہو۔

(6) سرکا رومال:۔

یہ چوکور رومال ہوگا پھر اس کو دوہرا کر کے تکون کی شکل بنادی جائے گی۔ یہ پورے ماتھے اور کاندھوں کو ڈھانپتے ہوئے گردن کے پیچھے باندھا جائے گا۔

(7) اس کے علاوہ میت کو غسل کے وقت کے لئے 2 عدد رنگین چادریں جن کے اندر سے غسل دیا جائے گا۔ تاکہ میت کے عضوء نظر نہ آئیں۔

احتیاط:۔

(1) جسم خشک کرنے کے بعد میت کو چارپائی پر لٹایا جائے۔

(2) ہر لپیٹا جانے والا کپڑا قدرے مضبوط طریقے سے لپیٹا جائے اور خوب پیچھے تک جائے گا۔ تاکہ تدفین کے وقت کھل نہ جائے۔

(3) کفن لپیٹتے وقت ہر کپڑے کا بایاں حصہ اندر اور دایاں اوپر آئے گا۔

(4) غسل دلانے کے بعد اوپر والی گیلی چادر یا پردہ نکالنے اور جسم خشک کرنے کا سارا عمل اوپر خشک چادر تان کر کیا جائے گا تاکہ پردہ رہے۔

(5) پردہ کے لئے دو عدد چادریں رنگین کپڑے کی ہوں تاکہ جسم نظر نہ آئے۔

****

مرنے کے بعد کسی کو پڑھ کر بخشنے کا طریقہ

1- أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

2- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

3- درود شریف

4- سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ أَكْبَر

5- رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ

6- تین مرتبہ سورہ اخلاص

(پھر اس کے بعد دعا کرنی ہے۔)

یا اللہ یہ جو کچھ میں نے پڑھا ہے---- قرآن پاک پڑھنے کا ثواب سب سے پہلے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو پہنچانا، اس کے بعد قیامت تک ہونے والے تمام مومن مرد اور عورتوں کو پہنچانا۔ یا اللہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتی ہوں کہ خاص طور پر اس کا ثواب میرے فلاں ----- کو پہنچانا، میرے فلاں ---- فلاں ---- کو پہنچانا۔ انکی مغفرت فرمانا اور ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمانا۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تعزیت

تعزیت کیا ہے؟

میت کے لواحقین کوتسلی اورصبر کی تلقین کرنا۔تا کہ وہ شدت غم میں کمی محسوس کریں۔اس نقصان پرآخرت میں اجروثواب کی امید دلانا۔مرحوم کی خوبیوں کا تذکرہ کرنا۔نیز میت اور پسماندگان کے حق میں دعا کرنا یہ سب کچھ تعزیت کہلاتا ہے۔

حدیث:۔

ترجمہ:۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''جو شخص کسی مسلمان بھائی کی مصیبت پر اس کی تعزیت کرتا اورتسلی دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں قیامت کے دن اسے عزت وکرامت کا لباس پہنائے گا''۔(صحیح بخاری)

حدیث:۔

ترجمہ:۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''جو شخص کسی مسلمان بھائی کو تسلی دیتا ہے تو اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا اس مصیبت زدہ کو ملتا ہے''۔(ابن ماجہ)

تعزیت کے وقت کیا کہا جائے:۔

ہمارے ہاں عام طور پر رواج ہے کہ اگر کسی کے ہاں مرنے پر تعزیت کے لئے جائیں۔تو جاتے ہی اس متعلقہ بندے سے مل کر کہا جاتا ہے۔

''بڑا افسوس ہوا''۔موت ایک حقیقت ہے اور ہر نفس اس زندگی کے بعد دوسری زندگی میں چلا جاتا ہے جو برزخ کی زندگی کہلاتی ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔

ترجمہ:۔ ''ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے''۔(سورۃ ال عمران آیت 185)

ہم اس زندگی میں اپنی مرضی سے نہیں آئے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا سے ہمیں پیدا فرمایا۔ایک مقرر وقت تک زندہ رکھا اور پھر موت دی اس لئے جس طرح پیدائش رضائے الٰہی ہے اسی طرح موت بھی رضائے الٰہی ہے۔

اس لئے تعزیت کے الفاظ''بڑا افسوس ہوا''میں افسوس رضائے الٰہی پر ہوا؟ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔

تعزیت کے لئے جب ہم میت کے گھر والوں میں سے کسی کو بھی دیکھیں تو یہ الفاظ استعمال کریں۔

''صبر کریں اللہ کی مرضی''اور گھر والا بھی یعنی میت کے لواحقین بھی اس کے جواب میں کہیں''اللہ کی مرضی''۔

اس طرح آنے والے اور جن کی تعزیت کی جائے دونوں کے منہ پر یہ الفاظ ہوں''اللہ کی مرضی''۔

اس کے ساتھ چند چھوٹی چھوٹی احادیث اور قرآنی آیات کا حوالہ بھی جو متاثرہ خاندان سے بات کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں مثلاً:

قرآنی آیات سورۃ رحمٰن آیت نمبر 26:

ترجمہ:۔ ''جتنے یہاں ہیں سب فانی ہیں''۔عام الفاظ میں یہ کہیں گے کہ''ہر ایک کو ایک نہ ایک دن یہ وقت دیکھنا ہی ہے۔موت تو ہر ایک کو آنی ہے بس آگے پیچھے کا فرق ہے۔اللہ ہم سب کو معاف فرمائے اور مرحوم کو جنت میں جگہ عطا فرمائے''۔اہل میت کا دل اس قسم کی باتوں سے قرار پائے گا۔اس طرح بات کرنے سے تقدیر کے لکھے پر ایمان اور مضبوط ہوتا ہے اور انسان اس کٹھن اور صبر آزما وقت میں غم کو سکون کے ساتھ برداشت کرنے کے قابل ہونے لگتا ہے۔

قرآن پاک سورۃ حدید آیت نمبر 23-22 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ:۔ ''جو مصائب بھی روئے زمین پر آتے ہیں۔اور جو آفات تم پر آتی ہیں اس سے پہلے کہ ہم انہیں وجود میں لائیں یہ سب ایک کتاب میں (لکھی ہوئی محفوظ اور طے شدہ) ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے۔تا کہ تم اپنے سے فوت شدہ چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو''۔

تعزیت کے الفاظ میں صبر کی تلقین کو ضرور مدنظر رکھا جائے اور صبر کے متعلق آپ خاتم النبیین ﷺ کے چند ارشادات کو بھی تعزیت کے وقت گفتگو کا حصہ بنایا جائے مثلاً حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:''جتنی سخت آزمائش اور مصیبت ہوتی ہے اتنا ہی بڑا اس کا صلہ ہوتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ جب کسی

گروہ سے محبت کرتا ہے تو ان کو (مزید نکھارنے اور کندن بنانے کے لئے) آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔ اللہ بھی ان سے راضی ہوتا ہے۔ اور جو اس آزمائش میں اللہ سے ناراض ہوں۔ اللہ بھی ان سے ناراض ہو جاتا ہے''۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث میں حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی ایک صاحبزادی نے پیغام بھیجا کہ ان کی بچی یا بچہ حالت نزع میں ہے۔ اس لئے آپ خاتم النبیین ﷺ ہمارے ہاں تشریف لے آئیں۔

آپ خاتم النبیین ﷺ نے واپسی کے پیغام میں سلام بھیج کر فرمایا:

ترجمہ:- ''اللہ تعالیٰ جو بھی دیتا ہے یا لیتا ہے وہ اسی کا ہے۔ اور ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ لہٰذا صبر کرو اور اجر کے طلب گار رہو''۔ (صحیح بخاری)

اور یہ جملہ بھی بہت اچھا ہے۔ ''اللہ آپ لوگوں کو صبر دے اور مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے''۔

مرحوم کی خوبیوں کا تذکرہ بھی لواحقین کو صبر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ مرحوم کے اہل خانہ سے اظہار ہمدردی کے ساتھ ساتھ خدمت اور تعاون کا خیال بھی رکھا جائے۔ بچوں کے ساتھ دلجوئی کی جائے فوری طور پر پڑوسیوں کا حق ہے کہ کھانا وغیرہ بھجوایا جائے یہ مسنون ہے۔

حضرت جعفر طیارؓ جب شہید ہوئے تھے تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ:- ''جعفر کے گھر والوں کو کھانا بھجوا دو اس لئے کہ آج وہ غم کی وجہ سے کھانا نہ پکا سکیں گے''۔ (ابوداؤد)

ام المومنین حضرت عائشہؓ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب ان کے عزیزوں میں کسی کی وفات ہوتی تو عورتیں جمع کرتیں اور پھر وہاں چلی جاتیں۔ گھر والے اور خاص خاص قریبی لوگ یا دور سے آنے والے رہ جاتے تو حضرت عائشہؓ تلبینہ پکانے کا حکم دیتیں۔ (حریرہ) آٹے اور دودھ سے بنایا جاتا ہے اس میں شہد بھی ڈالتے ہیں۔ پھر ثرید بنا کر (شوربے میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر پکانا) تلبینہ اس پر ڈال دیا جاتا۔ پھر حضرت عائشہؓ فرماتیں ''میں نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سے سنا ہے تلبینہ سے بیمار کے دل کو تسکین ہوتی ہے۔ جس سے اس کا غم کسی قدر ہلکا ہو جاتا ہے''۔ (صحیح بخاری)

سوگ کی طرح تعزیت تین دن تک محدود نہیں اگر کسی مجبوری سے شروع دنوں میں تعزیت نہ کر سکے تو جب ملاقات ہو تعزیت کی جا سکتی ہے۔

دور سے فون پر، خط کے ذریعے۔ ای میل وغیرہ کے ذریعے سے بھی تعزیت کی جا سکتی ہے۔

تعزیت کے لئے جب بھی آئیں اہل خانہ اور تعزیت کے لئے آنے والے مرحوم کی بخشش کے لئے دعا کریں۔

مرحوم پر صبر کی تلقین کا طریقہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے ایک بھیجے ہوئے تعزیتی خط کے مطابق:

حضرت معاذؓ کا ایک لڑکا وفات پا گیا تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان کو تعزیتی خط لکھا۔ (غالباً وہ اس زمانے میں یمن میں تھے)

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم ۝

''اما بعد اللہ تعالیٰ تمھیں اجر عظیم دے اور تمھیں صبر دے اور ہمیں اور تمہیں شکر کی توفیق دے۔ ہماری اپنی جانیں اور مال اور بال بچے یہ سب اللہ کی خوشگوار نعمتیں ہیں۔ اور یہ ہمارے پاس اللہ کی رکھی ہوئی امانتیں ہیں۔ جب تک یہ تمھارے پاس رہیں، مسرت اور خوشی تمھیں ملتی رہی اور ان کے چلے جانے کے بعد اللہ اجر عظیم سے تمھیں نوازے گا۔ تمھارے لئے اللہ کی رحمت اور انعام اور ہدایت ہوگی بشرطیکہ اجر آخرت کی نیت سے صبر کرو۔ پس تم صبر کرو اور دیکھو! تمھاری بے قراری اور بے صبری تمھیں اجر سے محروم نہ کر دے۔ ورنہ پچھتاؤ گے اور اس بات کا یقین کرو کہ بے صبری سے کوئی مرنے والا لوٹ کر نہیں آ سکتا اور نہ غم دور ہو سکتا ہے۔ اور جو حادثہ واقع ہوا ہے اسے تو ہونا ہی تھا'' وسلام (المعجم الکبیر للطبرانی)

****

بیوہ عورت

بیوہ اس عورت کو کہتے ہیں جس کا خاوند انتقال کر گیا ہو۔

بیوہ کو اسلام نے ایک عزت کا مقام دیا ہے۔ اسلام سے پہلے بیوہ کو منحوس عورت سمجھا جاتا تھا۔ اسلام کا عورتوں پر یہ احسان ہے کہ اس نے بیوہ کو بھی جینے کا حق دیا۔ اور اس کے حقوق ادا کرنے اور اس کی خدمت اور مدد کرنے کو اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ نے بہت پسند فرمایا:

حدیث:۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''بیوہ اور مسکین کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا اور ان کی خدمت کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ جیسا وہ نمازی جو نماز سے نہیں تھکتا اور جیسا وہ روزے دار جو کبھی روزے سے ناغہ نہیں کرتا''۔ (صحیح بخاری)

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ خود محتاجوں اور بیواؤں پر خرچ کرنے کو اہل بیت پر خرچ کرنے سے افضل جانتے تھے۔

کوئی بیوہ عورت اگر عزت و مال کے تحفظ کی موجودگی میں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش میں لگی رہے اور دوسرا نکاح نہ کرے تو اس کی بھی بہت فضیلت ہے۔

رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ:۔''میں اور وہ شریف، حسن و جمال اور عزت والی بیوہ عورت جو شوہر کے انتقال کے بعد اپنے یتیم بچوں کی خاطر اپنے نفس کو نکاح سے روکے رہے اور محنت اور مشقت اٹھانے کی وجہ سے اس کی رنگت کالی ہوگئی ہو، قیامت کے دن مرتبہ میں ان دونوں انگلیوں کی طرح میرے قریب ہوں گی راوی نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے (فرمایا) سمجھایا'' (سنن ابی داؤد)

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ جو حکم بھی اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو بتاتے خود اس کا عملی نمونہ ہوتے۔

بچوں کی کفالت کی خاطر بیوہ کی رضامندی ہو تو عدت کاٹنے کے بعد اس کا نکاح ثانی کروا دینا چاہیے۔

قرآن پاک میں سورۃ نور، آیت نمبر 32 ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَنکِحُوا الاَیَامٰی مِنکُم

ترجمہ:۔''اور اپنے میں سے بے نکاح مرد و عورت کا نکاح کر دو''۔

<u>بیوہ کی عدت</u>:۔ عدت وہ عرصہ جس میں عورت کو خاوند کی وفات کے بعد اپنے نفس کو دوسرے نکاح سے روکے رکھنے کا حکم ہے۔

<u>عدت کی مدت</u>:۔ قرآن پاک سورۃ بقرہ آیت نمبر 234 میں ارشاد الٰہی ہے۔

ترجمہ:''اور جو تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ (بیویاں) چار ماہ دس دن تک انتظار کریں''۔

ترجمہ:''اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ بچہ پیدا ہو جائے''۔ (سورۃ طلاق، آیت نمبر 4)

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جو عورت اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لا چکی ہے اس کے لئے تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں۔ البتہ اپنے خاوند (کی وفات) پر چار ماہ دس دن سوگ کرے گی''۔ (متفق علیہ)

<u>سوگ میں پرہیز</u>:۔ (1) زینت سے پرہیز　(2) باہر نکلنے سے پرہیز

اگر اس کے علاوہ کوئی باہر کا کام کرنے والا نہ ہو تو باہر کے کام پردہ میں رہ کر کر سکتی ہے۔

دوران حج وفات یا شوہر ملک میں اور یا خود دوسرے ملک میں ہے۔ تو اپنے ملک میں آ کر عدت پوری کرنی ہوگی۔

****

یتیم

یتیم کے کہتے ہیں؟ بلوغت سے پہلے جس بچے یا بچی کا باپ فوت ہو جائے اسے ''یتیم'' کہتے ہیں یہ یتیمی لڑکے یا لڑکی کے بالغ ہونے تک رہتی ہے۔ بلوغت کے بعد حالت یتیمی ختم ہو جاتی ہے۔

یتیم کے حقوق:۔ قرآن پاک میں جہاں جہاں قرابت داروں، ضرورت مندوں اور مستحقین کی طرف توجہ دلانے والی آیات ملتی ہیں وہاں ساتھ ہی ساتھ یتیموں کے بارے میں عدل وانصاف اور ان کے حقوق کی حفاظت کا ذکر اور حکم بھی ملتا ہے۔

ترجمہ:۔ ''ماں باپ، قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں، رشتہ داروں ہمسایوں، اجنبی ہمسایوں، رفقاء پہلو (پاس بیٹھنے والوں) مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہیں سب کے ساتھ احسان کرو''۔ (سورۃ النساء آیت نمبر 36)

حدیث پاک ہے، ترجمہ:۔ ''جو کسی مسلمان بچے کو اپنے ساتھ کھلائے پلائے اس کو یقیناً اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائیں گے۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جو معاف ہی نہ ہو جیسے شرک وکفر وغیرہ''۔ (سنن ترمذی)

یتیم بچہ یا بچی تین مختلف انداز میں رہنے والے مسلمانوں کی توجہ اور نیک سلوک کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

دل جوئی:۔

(1) باپ کے مرتے ہی بچے دوسروں کی ہمدردی اور توجہ کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں سورۃ النساء آیت نمبر 9 میں فرماتا ہے۔

ترجمہ:۔ ''اور لوگوں کو چاہیے کہ ڈریں اس سے کہ اگر وہ بھی اپنے پیچھے ننھے ننھے بچے چھوڑ جائیں تو ان کو ان کی نسبت خوف ہو (کہ ان کے مرنے کے بعد ان بے چاروں کا کیا ہوگا)۔ بس چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے جچی تلی بات کہا کریں''۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ خود پیدائشی طور پر یتیم تھے اور یتیموں کی محرومی کو بخوبی سمجھتے تھے۔ اسی لیے آپ خاتم النبیین ﷺ یتیموں کے ساتھ زندگی بھر حد درجہ شفقت اور رحمت کا معاملہ فرماتے رہے اور دوسروں کو بھی اس کی خاص طور پر تلقین کرتے رہے۔ حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ آل جعفرؓ کے پاس تشریف لائے تو فرمایا: ''آج کے بعد میرے بھائی کو نہ رونا اور میرے دونوں بھتیجوں کو بلاؤ''۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم آپ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بہت چھوٹے تھے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''حجام کو بلاؤ''۔ حجام نے آکر ہمارے سر مونڈ دیئے پھر فرمایا ''محمد خاتم النبیین ﷺ تو ہمارے چچا ابو طالب کا ہم شکل ہے اور عبداللہ شکل اور اخلاق میں مجھ سے ملتا ہے''۔ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے میرا ہاتھ بلند کر کے دعا فرمائی ''اے اللہ! خاندان جعفرؓ کا والی بن جا، عبداللہؓ کے ہاتھ (کمائی) میں برکت ڈال دے''۔ یہ بات آپ خاتم النبیین ﷺ نے تین بار فرمائی پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے میری والدہ سے فرمایا ''تمھیں ان کی تنگدستی کا فکر کیوں ہے؟ ان کا تو میں خود دنیا اور آخرت میں سرپرست ہوں''۔ (مسند احمد)

(2) عزت اور اخلاق کا برتاؤ:۔

قرآن پاک سورۃ النساء آیت نمبر 8 میں فرمان الٰہی ہے۔

ترجمہ:۔ ''اور یتیموں سے شیریں کلامی سے پیش آیا کرو''۔

سورۃ والضحیٰ آیت نمبر 9 ترجمہ:۔ ''پس تم یتیم پر سختی نہ کیا کرو''۔

سورۃ الفجر آیت نمبر 17-16

ترجمہ:۔ ''اور جب وہ (اللہ) اس (انسان) کو آزماتا ہے تو اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے تو وہ (انسان) کہنے لگتا ہے۔ میرے رب نے میری اہانت کی۔ ہرگز نہیں بلکہ تم لوگ یتیموں کی عزت نہیں کرتے''۔

حدیث:۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جو کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرے گا تو اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے۔ ہر بال کے بدلے میں کئی نیکیاں ملیں گی۔ جو یتیم کے ساتھ نیکی کرے گا میں اور وہ دونوں جنت میں ساتھ رہیں گے''۔ (امام احمد)

حدیث:۔ بی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے قیامت کے دن اللہ اس کو عذاب نہیں دے گا جو یتیم پر رحم کرے اور (ان سے) نرمی سے گفتگو کرے''۔ (طبرانی)

ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنی سخت دلی کی شکایت رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سے کی تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''تم یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مساکین کو کھانا کھلایا کرو تمھارا دل نرم ہو جائے گا''۔ (مسند احمد)

حدیث:۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب گھروں سے پیارا گھر وہ ہے جس میں یتیم کی عزت کی جائے''۔ (طبرانی)

(3) پرورش اور تعلیم و تربیت:۔ اسلام نے تمام مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ یتیموں کی مدد، اصلاح اور تربیت کا انتظام کریں۔

قرآن پاک سورۃ البقرہ آیت نمبر 220 میں فرمان الٰہی ہے۔

ترجمہ:۔ ''اور آپ خاتم النبیین ﷺ سے یتیم کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دیجیے کے ان کی اصلاح بہت اچھا کام ہے''۔

رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''میں اور یتیم کی پرورش کا ذمہ دار دونوں جنت میں اس طرح ساتھ رہیں گے۔ جس طرح یہ دونوں ہیں اور شہادت اور درمیان کی انگلی اشارہ کر کے بتائی اور درمیان میں بہت کم فاصلہ رکھا''۔ (صحیح بخاری)

(4) مال دار یتیم:۔ مال دار یتیم کے مال کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ سورۃ النساء آیت نمبر 6 میں فرماتا ہے۔

ترجمہ:۔ ''اور یتیموں کو بالغ ہونے تک کام کاج میں مصروف رکھو پھر (بالغ ہونے پر) اگر ان میں عقل کی پختگی دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔ اور اس خوف سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔ (یعنی بڑے ہو کر تم سے اپنا مال واپس لے لیں گے) اس کو (مال کو) فضول خرچی اور جلدی میں نہ اُڑا دینا۔ جو شخص آسودہ حال ہو اس کو (ایسے مال سے قطعی طور پر) پرہیز کرنا چاہیے۔ اور جو مفلس ہو وہ مناسب طور پر (یعنی بقدر ضرورت) کچھ لے لے اور جب ان کا مال ان کے حوالے کرنے لگو تو گواہ کر لیا کرو اور حقیقت میں تو اللہ ہی (گواہ اور) حساب لینے والا کافی ہے''۔

سورۃ النساء آیت نمبر 2 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ:۔ ''اور یتیموں کا مال (جو تمھاری تحویل میں ہو) ان کے حوالے کر دو۔ اور ان کے پاکیزہ (اور عمدہ) مال کو (اپنے ناقص اور) بُرے مال سے نہ بدلو اور نہ ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھاؤ کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے''۔

سورۃ النساء آیت نمبر 10 میں فرمان الٰہی ہے۔

ترجمہ:۔ ''جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور دوزخ میں ڈالے جائیں گے''۔

****

مُصنّفہ کی تمام کُتُب

خاتم النبیین ﷺ مِحبُوبِ ربُّ العٰلمین	خاتم النبیین ﷺ مُحسنِ اِنسانیت	مقصدِ حیات	عبدیّت کا سفر ابدیّت کے حصُول تک
تعلُّق مع اللہ	مُختصراً قُرآنِ پاک کے علُوم	راہِ نجات	فلاح
اہلِ بیت اور خاندانِ بنُو اُمیّہ	ثواب و عتاب	تُو ہی مُجھے مِل جائے (جِلد۔۱)	تُو ہی مُجھے مِل جائے (جِلد۔۲)
مُختصرِ تذکرئہ انبیاءکرامؑ، صحابہ کرامؓ و آئمہ کرامؒ	اولیاءکرامؒ	کتاب الصلوٰۃ وَ اوقاتُ الصّلوٰۃ	عشرہ مُبشرہؓ اور آئمہ اربعہؒ
حیاتِ طیّبہ	آگہی	اِسلام عالمگیر دِین	عقائد واِیمان
دِینِ اِسلام (بچّوں کے لئے)	کتابِ آگاہی (تصحیح العقائد)	تصوُّف یا رُوحانیت (جِلد۔۱)	تصوُّف یا رُوحانیت (جِلد۔۲)